اِن سنہ ۱۱ء تک کا

وکٹوریہ مُرد کہ نامِ نکو گذاشت

یادگارِ وکٹوریہ

یعنی

ملکہ وکٹوریہ کی مُفصّل سوانح عُمری اور اُن کے

عہدِ حکومت کی مُجمل تاریخ

مُرتبہ و مُؤلفہ

مولوی فیروز الدین عفی اللہ عنہ مالک

اخبار مشیرِ ہند لاہور مؤلف یادگارِ سعدی و دربارِ اسلام

و مرقع اسلام وغیرہ

مطبوعہ صادقِ ہند پریس لاہور

فہرست مضامین

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدِ الٰہی کا دعویٰ اور انسان ضعیف البنیان ؎ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک - ایسا احکم الحاکمین شہنشاہوں کا شہنشاہ لازوال بادشاہت کا مالک جس کی بارگاہِ معلےٰ میں بڑے بڑے دُنیوی بادشاہ بھی عام آدمیوں کیطرح تھرتھراتے اور اپنی بے بود ہستی پر تاسّف و تالّم کے آنسو برساتے ہیں - ایسا عادل و منصف کہ جس کے حکم کی کوئی اپیل نہیں - اور جس کے نفاذ کو کوئی ایک تو کیا تمام عالم بھی مل کے روک نہیں سکتے - ایسی ابدی سلطنت کا مالک کہ جس کو باوجود بے اندازہ و شمار اور بے حد و پایان رعایا (مخلوق) کے کسی غدر و بغاوت اور غنیم و رقیب کا اندیشہ نہیں - ایسا بڑا جلیل القدر شہنشاہ کہ جس کے حلقۂ انقیاد و اطاعت سے کسی مذہب کسی ملت کسی فرقہ کسی سائنس کسی مُلک کسی خطہ کے افراد بھی باہر نہیں ہو سکتے - ایسا حکیم و دانا کہ اِتنی بڑی مخلوق کے انتظام کے لئے جسکو کسی کونسل کے انعقاد، کسی مدبّر کے تقرر، کسی مشیر کے مشورہ کی ضرورت نہیں پڑتی - اور ایسا رحیم و کریم کہ جسکی

درگاہِ ذی جاہ میں عرضِ مدعا کے لئے کسی تحریری درخواست۔ کسی کورٹ فیس کسی سٹیمپ۔ کسی مختار۔ کسی وکیل کی حاجت نہیں۔ ایسا صاحب جود و کرم کہ جس کا خوانِ نعمت۔ دوست۔ دشمن۔ مدعی۔ مدعا علیہ۔ عالم فاضل۔ جاہل۔ اپاہج۔ امیر۔ غریب۔ آزاد اور قیدی سب پر یکساں فراخ ہے۔ ایسا اُمیدگاہِ خلائق کہ ہر فرد کو بجائے خود جس پر جداگانہ ہی فخر و ناز ہے۔ اور جس طرح ایک عالم باعمل اُس کے انعام کا متمنی ہے۔ ویسا ہی ایک رند بادہ خوار بھی اُس کے افضال و اکرام سے مایوس نہیں۔ غرضکہ جو کمالیت اور جامعیت کی ایسی ایسی بیشمار صفات کا نہ صرف مجموعہ ہی ہے۔ بلکہ انکا صانع و خالق بھی ہے۔ اُس کی حمد و ستائش سے اِنسان کن الفاظ اور کس زبان میں عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ ؎

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیرِ خویش　　عذر بدرگاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوارِ خداوندیش　　کس نتواند کہ بجا آورد

نعتِ مصطفوی جو حمدِ الٰہی کے بعد دوسرا درجہ ہے۔ اُس کی حد و نہایت بھی آج تک کوئی نہ پا سکا۔ اور فی الواقع حضرت خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع اور رتبہ منیع کے بیان کر دینے کو بھی علوم و الفاظ مروجہ کب پورے ہو سکتے ہیں۔ جس کی تعریف میں خود اللہ تعالیٰ نے کوئی حد نہ رکھی ہو۔ تو بھلا کوئی فرد بشر کیا کہہ سکتا ہے۔ ایسا محسن و مشفق کہ جس نے مخلوقِ الٰہی کو جلتی آگ سے بچا لیا۔ ایسا فاتح القلوب کہ جس کے نام کا سکہ و خطبہ کروڑہا کیا۔ اَن گنت مخلوق کے دلوں پر منقش و مثبت ہو گیا۔ ایسا صائب التدبیر کہ باوصف اُمّی ہونے کے بھی جس کے آئین و قوانین لاتنسیخ قیامت تک کے لئے جاری و ساری ہو گئے۔ ایسا

جلیل القدر بادشاہ کہ جس کی روحانی حکومت کو کوئی فکر و اندیشہ زمانہ کی دستبرد کا نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی جبار و قہار بادشاہ بھی جس کی خوش آئند یاد کو دلوں سے بھلا نہیں سکتا۔ ایسا انسان کامل کہ جس نے انسانیت کے گر بتا کر مخلوقِ الٰہی کو حیوانیت سے انسانیت اور انسانیت سے قدسیت کے مدارج تک پہنچا دیا۔ ایسا محبوب القلوب کہ جس کا نام دلوں کی بیماریوں کو کھونے اور فرحت و قوت دینے میں اکسیرِ اعظم سے بھی بڑھ گیا۔ ایسا فدائے اُمت کہ جس کی مثال دُنیا میں آج تک ہوئی اور نہ ہونے کی اُمید ہو سکی۔ اُس کی مدحت و شان میں سوائے اظہارِ ادب کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ ؎

اے برتر از مقامِ ملک برآسماں | با منصبِ تو زیر تریں پایہ عُلا
نعت آوردم بحضرت عالیت زینہار | با وحیِ آسماں چہ زند سحرِ مفترا

تمہید۔ دوستو! دُنیا ایک ایسا مقام ہے۔ کہ جس میں صدہا میدان انسان کی سیر کے لئے طفلی۔ شباب۔ جوانی۔ کہولت۔ بڑھاپے۔ رنج و راحت اور عزت و ذلت کے کھلے پڑے ہیں۔ اور کسی کو اُنہیں سے گذرنے کے بغیر چارہ و یارا نہیں۔ اِن میدانوں کے سبزہ زار کچھ ایسے دلفریب واقع ہوئے ہیں کہ آدمی اُنکے نظارہ اور خوشبو میں رستہ تو کیا اپنے آپکو بھی بھول جاتا ہے۔ اور اُس کی بھول بُھلیاں اور طلسم میں برسوں بے راہ ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ اِسلئے صاحبانِ خبرت اور اربابِ بصیرت نے اِن خطرات سے آگاہ کرنے اور منزلِ عُمر تک پہنچنے کے لئے بعض بعض اُن لوگوں کے سفرنامے (لائف) طیار کئے ہیں۔ جو اِن پُر فضا میدانوں سے بوم احتیاط خیر و خوبی کے ساتھ گذر گئے ہیں۔ تاکہ انکا پڑھنے والا بھی حالاتِ راہ سے واقف ہو کر اُسی احتیاط سے سفر کرے جو اُس کی فائیزالمرامی کا باعث ہو۔ یہی بنا ہے اِس علم کی۔ جس میں مختلف لوگوں کی سوانح عُمریا

وغیرہ لکھی جاتی ہیں۔

قابل نمونہ اشخاص - جن لوگوں کی سوانح عمریاں لکھی جاتی ہیں وہ بالعموم ایسے اشخاص ہوتے ہیں۔ کہ جنکی زندگی بہ نسبت عوام کے کسی نہ کسی سبب سے مافوق اور مابہ الامتیاز ہوا کرتی ہے۔ مثلاً کوئی لائق حکیم۔ یا اقبالمند بادشاہ ہو۔ یا اعلیٰ درجہ کا خوبصورت ہو یا پرلے درجہ کا محتاط اور ہر دلعزیز ہو۔ یا کسی ملک کا مشہور فاتح ہو۔ یا کسی اعلےٰ ایجاد کا موجد ہو وغیرہ وغیرہ تاکہ عام و خاص اپنے آپکو انکا نمونہ بنانے میں جہانتک انکے امکان میں ہو اپنی زندگی کو نامور اور کامیاب بنا سکیں۔

اس کتاب میں ملکہ وکٹوریہ متوفیہ کی مختصر سوانح عمری لکھی گئی ہے۔ جو حسن اتفاق سے نہ صرف یہ کہ کسی ایک امر میں ہی مشہور و معروف ہوئی ہیں۔ بلکہ ہر معاملہ میں انکی زندگی اسی قابل تھی۔ کہ اسکو لکھا جاتا۔ اور اپنے ملک کے روبرو اُن کی نیک مثال پیش کیجاتی۔ انکی لیاقت سنجیدگی۔ خوبصورتی۔ خوب سیرتی سلیقہ شعاری۔ خوش اخلاقی۔ دینداری۔ انکسار و محبت۔ اقبالمندی۔ فتحیابی ہر دلعزیزی۔ ترقی حکومت وغیرہ کی نسبت یہاں لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ کتاب میں آپ جا بجا خود ہی ملاحظہ فرمالیں گے۔

سبب تالیف کتاب - ملکہ معظمہ کی خبر وفات ہندوستان میں عید الفطر کے روز پہنچی۔ جو مسلمانوں کا ایک عظیم الشان مذہبی تہوار ہے۔ اسی کے دوسرے دن بسنت کا موسمی میلہ تھا۔ جو اہل ہنود سے منسوب ہے۔ لیکن جہانتک دیکھا گیا ہے ان خوشی کی تقریبوں میں اس خبر کے سنتے ہی ایک اس قسم کی غمناکی اور اداسی پھیل گئی۔ کہ غالباً کسی کے اپنے عزیز و قریب کے مرنے پر بھی اس سے زیادہ کیا ہوتی۔ ظالم بادشاہوں کے مرنے پر تو لوگ خوشیاں مناتے ہیں

لیکن عادل و باذل سلاطین سلف میں سے بھی اتنی بڑی ہر دلعزیزی بہت ہی کم لوگوں کو حاصل ہوئی ہے۔ کہ جنکی رعایا نے کبھی اُنکی صورت تک نہ دیکھی ہو۔ اور پانچہزار میل کی مسافتِ بعیدہ پر خبر سُنکر صفِ ماتم بچھا بیٹھے۔ مَیں نے غور کیا۔ تو اِس قدر ہر دلعزیزی کا باعث صِرف ملکہ کی وسیع سلطنت اور اُنکے شہنشاہی جلال و جبروت کو ہی نہیں پایا۔ بلکہ اس میں زیادہ تر حصّہ اُنکے ذاتی محاسن واوصاف کا پایا گیا۔ جنہوں نے اُنکو لوگوں میں بیحد و حساب ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں۔ کہ اُنکا ماتم نہ صِرف اُنکے اپنے خاندان اور اپنے ملک اور اپنی رعایا نے ہی کیا ہے۔ بلکہ ممالکِ غیر میں بھی اُن کی موت پر کمال رنج و تاسف اور حزن و ملال کا اظہار ہوا ہے۔ اور یہ وہ کامیابی ہے کہ غالباً بہت کم لوگوں کو میسّر ہوئی ہے ملکہ معظّمہ متوفیہ کی سی وسیع ہر دلعزیزی لوکوئی شک نہیں کہ کوئی ہی شخص حاصل کرسکتا ہے جو اُنکی طرح تاج و تخت کا مالک ہو کر اُن اخلاقی محاسن کا مجموعہ بھی ہو جو ان میں موجود تھے لیکن بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اگر ایک معمولی غریب آدمی بھی اپنے آپ کو اُن اوصاف سے مُتصف کرنے کی طرف دِلی توجہ کرے۔ تو وہ اپنی سوسائیٹی کا ہر دلعزیز مُعتبر اور کارآمد ممبر ہوسکتا ہے۔ اور اِس طرح اِس کتاب کے مطالعہ سے ہندوستانی شُرفا معقول سبق لے سکتے ہیں۔ دینداری اور سلیقہ شعاری۔ ترقی تعلیم اور عملی کارکنی کی ہندوستان میں واقعی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ دِن بدن انمیں تنزل پیدا ہوتا جاتا ہے۔ گو کسی زمانہ میں ہندوستان اِن تمام صفات سے مُتصف مشہور تھا۔ اور اَب بھی تعلیمی ترقی میں اُس کو پست نہیں کہا جاتا۔ مگر وہ تعلیم کہ فی الواقع اِنسان میں لیاقت پیدا کردے۔ اور وہ عملی کارکنی کہ کہنے سے زیادہ کرکے دکھا دیا جائے۔ وہ دینداری کہ جس سے بانیانِ مذہب کے خیال کے مطابق نفس ہمیشہ مغلوب ہوکر خشوع و خضوع پیدا ہو جائے۔ اور وہ سلیقہ شعاری

کہ بجائے لفاظی کے جس سے داخلی امورِ خانہ داری میں مدد ملے۔ ابھی بہت دور ہے۔ ہندوستان نے انگلستان کی ظاہری تقلید بہت کچھ کی ہے۔ مگر اصلی تقلید کیطرف توجہ نہیں کی جس کی کمال ضرورت ہے۔ اور غالباً اِن ولولوں کے ابھارنے کے لئے یہ کتاب بھی کچھ نہ کچھ مدد ضرور دیگی۔ اِس کے علاوہ مردوں کی سوانح عمریاں تو بہت لکھی گئی ہیں۔ مگر عورتوں کی بہت ہی کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ پس ہماری ہندوستانی بہنوں کے لئے بھی یہ کتاب اُمید ہے۔ کہ مفید ثابت ہوگی۔ یہی خیال تھے جنھوں نے اِس مختصر مجموعہ کو قلمبند کرا کے پبلک میں پیش کرایا ہے۔

اِس کتاب کے مطالعہ سے ہندوستانی والدین کو اولاد کی تعلیم و تربیت اور ہندوستانی عورات کو فرائضِ خانہ داری اور باہمی زن و شوہر کی موافقت اور نوجوان طلباء کو ملکہ کے قابلِ قدر چال چلن سے خصائلِ نیک کی اُستواری کا سبق لینا چاہیئے۔ اِس کتاب میں ہندوستانی اولاد ملکہ کے اُس طریقِ عمل کو بخوبی دیکھ سکتی ہے۔ جو وہ اپنی والدہ اور دوسرے بزرگوں سے کرتی تھیں اور اُنکی عالیجاہی کو خیال کرکے یہ بھی اندازہ لگا سکتی ہے۔ کہ اُنکو اِس معمولی حالت میں اپنے والدین اور بزرگوں کی اطاعت کہانتک کرنی چاہیئے اِس کے ساتھ اُنکو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اُنہیں تحصیلِ علوم میں کہانتک علمی کوشش اور کارکنی کی ضرورت ہے۔ جبکہ ملکہ باوصف بادشاہی کے آخر وقت تک خود بھی سیکھتی رہیں۔ اور اولاد کو اِس جد و جہد سے پڑھاتی رہیں کہ جس کا ٹھکانہ نہیں۔ اور اِس کے علاوہ اُنکو اِس کتاب میں سلطنتِ انگریزی کی طرزِ حکومت کا بھی بخوبی پتہ لگ جائے گا۔

مقامی رئیسوں کے لئے یہ کتاب اَور بھی قابلِ مطالعہ ہوگی۔ کیونکہ وہ اِس سے اپنے ہاں کے طریق تمدن و معاشرت اور اپنے ذاتی خیالات متعلقہ تعلیم و تربیت

کا انگلستان اور بالخصوص ملکہ متوفیہ کے خاندان کے حالات و خیالات سے بہت کچھ موازنہ کر سکتے ہیں۔ اور عام طور پر اس سے ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ کہ جو لوگ ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ اور بالخصوص ملکہ وکٹوریہ نے جو ہر دلعزیزی حاصل کی ہے۔ آیا وہ صرف اُنکی تاجداری کے سبب تھی یا اُن کے ذاتی اوصاف کے باعث۔

سوا اس کے یہ کتاب بالخصوص دیسی والیانِ ریاست کو زیر نظر رکھنی چاہیئے تاکہ ملکہ معظمہ کی زندگی سے وہ کامیابی اور ہر دلعزیزی کے گُر معلوم کر کے خود بھی اُنکا نمونہ بننے کی کوشش کریں۔

اعترافِ قصور۔ انگریزی زبان میں ملکہ کی لائف پر بہت ضخیم کتابیں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ جن میں سے ولسن صاحب کی تصنیف زیادہ تر ضخیم اور مفصل ہے۔ اور قریباً چار ہزار بڑے صفحات پر آئی ہے۔ اگرچہ ملکہ کی روزانہ کارروائیوں اور اُنکے تمام سلطنتی معاملات پر واقف ہونے کے لئے ایسی ہی کتاب زیادہ مفید اور دلچسپ ہو سکتی ہے۔ مگر ہندوستان میں ابھی تک اتنا مذاق پیدا نہیں ہوا کہ وہ ایسی گراں قیمت کتابیں خرید کر لطف اُٹھائے کیونکہ اُردو میں اگر ویسی کتاب لکھی جائے تو پچیس تیس روپیہ سے کم تو کیا ہی پڑے گی۔ اور یہاں اوّل تو مُفت کتاب دیکھنے کا مذاق ہے اور یا نہایت ارزاں قیمت پر خریدنے کا۔ علاوہ اس کے عوام کے لئے اِس بات سے واقف ہونے کی چنداں ضرورت بھی نہیں کہ اُنکے وقت میں اِتنے ممبرانِ پارلیمنٹ ہوئے اور اُنکے انتخاب پر ایسی ایسی کارروائی ہوئی۔ لھذا کتاب ہذا کو ایسے ایجاز و اختصار کے طریق پر لکھا گیا ہے۔ کہ لوگوں کو ملکہ کے حالات زندگی اور اُنکی سلطنت کی اجمالی تصویر نظر آ جائے۔ البتہ ارادہ ہے کہ اگر ملک و گورنمنٹ نے

اس کو پسند فرمایا - تو ملکہ وکٹوریہ کی تقریروں کو ایک علیحدہ جلد میں جمع کر دیا جائے - فی الحال جس قدر لکھا گیا ہے - غالباً ناکافی نہ ہو گا - اور چونکہ یہ کتاب ملکہ کی یاد کو دلوں میں مدتوں تازہ رکھے گی - اور زبانِ اُردو میں اُنکے حالاتِ زندگی کو عام و خاص پر روشن کرے گی - اِس لئے اِس کا نام اُنہیں کے نام پر **یادگارِ وکٹوریہ** رکھا جاتا ہے -

اخیر میں اربابِ بصیرت اور بالخصوص انگریزی خواں حضرات سے التماس ہے - کہ اِس میں اگر کوئی سہو و خطا پایا جائے - تو معاف فرمائیں کہ

ع کہ ہیچ فردِ بشر خالی از خطا نہ بود -

الراقم

خاکسار - فیروز الدین عفی اللہ لہ
مالک اخبار شیر ہند لاہور

بابِ اوّل

ملکہ وکٹوریا کے ابتدائی حالات

(پیدائش سے سنِ بلوغ تک)

فصل اوّل

شہزادی وکٹوریہ کا خاندان

شہزادی وکٹوریہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے یورپ کے اعلیٰ ترین شاہی خاندانوں کی چشم و چراغ ہوئی ہیں۔ باپ کی طرف سے یہ انگلستان کے مشہور و معروف زمانہ دراز تک سلطنت کرنیوالے جارج سوم جیسے جلیل القدر شہنشاہ کے خاندان سے ہیں۔ جو اپنی پنجاہ سالہ حکومت کی جوبلی کر چکا ہے اور ماں کیطرف سے یہ جرمنی کے خاندانِ شاہی کی یادگار ہیں۔ یعنے شہزادی وکٹوریہ کے والد ماجد شہزادہ ایڈورڈ موسوم بہ **ڈیوک اوف کینٹ** Prince Edward Duke of Kent جارج سوم شہنشاہِ انگلینڈ کے فرزندِ چہارم تھے۔ اور انکا ڈھائی لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ شہزادگی سلطنت کیطرف سے مقرر تھا۔ ڈیوک ممدوح تمام خاندانِ شاہی میں بسبب اپنے جود و سخا اور طبعِ رسا کے بڑے بھاری عقیل و علیم گنے جاتے تھے۔ چنانچہ

اسی خیال پر ایکدفعہ جبرالٹر کے گورنر جنرل بھی مقرر ہوگئے تھے۔ اور ملکہ کی ماں شہزادی وکٹوریا میری لوئیسا Victoria Mari Louisa جرمنی خاندانِ شاہی میں سے ڈیوک اوف سیکس کوبرگ سائیفیلڈ Duke of Sax Coburg Siefielé. کی بیٹی اور شہزادہ لیوپولڈ والیٔ بیلجیم کی ہمشیرہ تھیں۔

شہزادی وکٹوریہ کی والدہ کی ایک شادی اِس ازدواج سے قبل پرنس لنگجن Prince Liuingen. سے بھی ہوئی تھی۔ مگر وہ بہت جلد بیوہ ہوگئیں۔ اور صرف ایک لڑکی ہی اُس پہلے شوہر کی یادگار اُنکے پاس تھی جسکو فیوڈور Feodore کہا جاتا تھا۔ ملکہ کی والدہ جرمن کے شہرِ امر بیک Amerbeck میں اپنے متوفی شوہر کے محل میں رہا کرتی تھیں۔ اور ایک معقول آمدنی رکھتی تھیں۔ جب شہنشاہ جارج سوم کی مرضی اور خواہش سے اُنکا نکاح ۲۹ مئی ۱۸۱۸ء کو پرنس ایڈورڈ ڈیوک اوف کینٹ کے ساتھ عمل میں آیا۔ تو اُنکی عمر تیس برس کے قریب تھی۔ اور شہزادہ کی ۵۱ برس کی۔ اور یہہ نیکدل اور خوش قسمت جوڑا اِس مناکحت سے کمال محظوظ تھا۔ نکاح کے بعد ساٹھ ہزار روپیہ کا ایک اور وظیفہ علاوہ وظیفہ سابقہ کے ڈیوک آف کینٹ کو دیا گیا تھا۔ کہ اگر ڈیوک کی بیگم بیوہ ہوجائے۔ تو یہہ ساٹھ ہزار کا وظیفہ اُسکے نام مستقل کردیا جائیگا۔ لیکن اِس رشتہ کے قائم ہوتے ہی اپنی پیاری بیگم شہزادی لوئیسا کے منشاء کے موافق ڈیوک اوف کینٹ جرمن کے شہر امر بیک میں جا رہے تھے۔ جو اُنکی بیگم کا مسکن اور اُس کے متوفی شوہر کا مامن تھا۔ چنانچہ یہہ دُرِّ یتیم (شہزادی وکٹوریہ) بھی انہیں ایام فراغت میں صلب پدر سے رحمِ مادر میں آئی تھیں۔

فصلِ دوم

شہزادی وکٹوریا کی پیدائش۔ نام۔ اصطباغ وغیرہ

پیدائش:۔ شہزادی کی والدہ اس شادی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی اپنے ملک میں باردار ہوگئی تھیں۔ اور جیساکہ مناسب ہے۔ دورانِ حمل میں تمام مناسب احتیاطیں عمل میں لائی جاتی تھیں۔ لیکن جب ایامِ ولادت قریب ہوئے۔ تو حب الوطنی کے خیال سے بھی۔ اور مصلحتِ ملکی کے اقتضاء سے بھی ملکہ کے والد کی یہی تجویز ہوئی۔ کہ یہ ولادت خاص سرزمینِ انگلستان میں ہی چلکر واقع ہو۔ چنانچہ اس خیال سے شہزادی کی والدہ نے بھی اتفاق کیا۔ اور شہزادہ کے ساتھ لنڈن کے کنسنگٹن محل میں اقامت اختیار فرمائی۔ اور اسی ایوانِ شاہی میں نکاح کے پورا ایک سال گذرنے پر ۲۴ مئی ۱۸۱۹ء کو سوا چار بجے قبل صبح شہزادی وکٹوریہ پیدا ہوئیں جس کی باضابطہ طور پر تمام ارکین خاندان کو اطلاع ہوئی۔ اور سب نے اظہارِ مسرت وشادمانی کیا۔ لیکن کسے خبر تھی کہ یہی نومولود شہزادی ایکدن ملکۂ انگلینڈ ہوگی۔

نام اور اصطباغ:۔ ولادت سے ایک مہینہ بعد ۲۴ جون ۱۸۱۹ء کو کنٹربری کے بشپ نے آپکو اصطباغ (بپتسمہ) دیا۔ اور الگزنڈر شہنشاہِ روس انکے دینی باپ قرار دیئے گئے۔ نام کی نسبت مختلف تجویزیں تھیں۔ اکثر خویش واقاربِ انگلستان کے مشہور شہنشاہ جارج سوم کی مناسبت سے جارجینہ کا نام تجویز کرتے تھے۔ اور شہزادی کے والد ایلی زبتھہ کا نام پسند کرتے تھے۔ کیونکہ انگلستان میں یہ نام نہایت مقبول اور پیارا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ولیعہد سلطنت (جو بعد کو جارج چہارم

کے لقب سے تخت نشین ہوئے۔ اس تو مولود کے لئے اِنکی والدہ کے نام پر وکٹوریہ کا نام ہی پیش کرتے تھے۔ چنانچہ یہی نام قرار پایا۔ اور اس کے علاوہ شہنشاہِ روس کے دینی باپ ہو جانے کی نسبت سے الگزنڈرنہ کا نام بھی ساتھ چسپاں رہا۔ اور اسی نام پر وہ پکاری جانے لگیں چنانچہ اِنکے والد متوفی کا ایک خط مرقومہ ۹ اگست ۱۸۱۹ء اسی معاملہ کی نسبت درج کیا جاتا ہے جو اُنہوں نے کسی اپنے محب کو لکھا تھا۔ یہ خط مع اَور چند خطوں کے پندرہ سال ہوئے ہیں کہ پیرس میں چار سو روپیہ کو بکا تھا۔ شہزادہ متوفی لکھتے ہیں۔ کہ۔

"میری لڑکی کا نام اِنکے دینی باپ شہنشاہِ روس کی مناسبت سے الگزنڈرنہ اور اِنکی والدہ کے نام پر وکٹوریہ رکھا گیا ہے۔ اور انہیں دونوں ناموں سے وہ گھر میں پکاری جاتی ہیں۔ اور وہ شکل وصورت میں اپنے والدین کی تصویر معلوم ہوتی ہیں۔ انہوں نے نہایت خوشنما چہرہ اور سیاہ بال تو اپنی والدہ کی میراث میں پایا ہے۔ اور نیلگون آنکھیں اور سڈول ناک مجھ سے ملتی جلتی ہے۔ اس کے علاوہ اِنکی توانائی بہت اچھی ہے۔ کل اِنکی پیدائش کا بارھواں ہفتہ ختم ہوا ہے۔ مگر وہ دیکھنے میں پانچ مہینے کی معلوم ہوتی ہیں۔ چنانچہ دانت نکلنے کے آثار بھی پائے جاتے ہیں"

اِس نام کے علاوہ اِنکو اہلِ خاندان دی سے لشل فلاور (گلِ بہار) کہا کرتے تھے جس میں خاص خوبصورتی یہ تھی۔ کہ ملکہ ماہ مئی میں پیدا ہوئی تھیں۔ اور وہ مہینا انگلستان میں خوب ایامِ بہار کا مہینا ہوتا ہے۔

فصل سوم
شہزادی کی رضاعت

شہزادی کی والدہ کو جو محبت اِس گلِ بہار سے تھی۔ اور جس اعلےٰ طریق

پرورش و تربیت سے وہ کام لینا چاہتی تھیں وہ اِس امر سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ اُنہوں نے ملکہ کو خاص اپنی چھاتیوں سے دُودھ پلایا۔ امیرزادیوں و شہزادیوں کیطرح جنکو دائیوں کے حوالہ کردینے سے ہی کام نہیں رکھا۔ گو بچوں کو دائیوں کا دُودھ پلانے کا دستور اَب عام ہو گیا ہے۔ لیکن ایشیائی شُرفا و امرا اور بالخصوص فرمانروا۔ اِس طرح بلا تمیز و تفریق دایان مُقرر کرنے کے سخت برخلاف رہے ہیں۔ کہ بس معمُولی طریق پر جس عورت کو تندرست اور شیردار پایا اُسی کو رکھ لیا۔ بلکہ انکو زیادہ تر اِس بات کی تلاش ہوتی رہی ہے۔ کہ دائی عالی خاندان ۔ نیک بخت اور خوش اخلاق بھی ہو۔ کیونکہ ایک تو وہ دُودھ کی تاثیر کے قائل تھے۔ اور اِسکے علاوہ دایاں مثل ماؤں کے اور اِنکے دوسرے لڑکے مثل بھائیوں کے ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اِس کا ثبوت تاریخ سے بخوبی ملجاتا ہے۔ جب یہ دیکھا جائے کہ بادشاہوں کی دائیوں اور رضاعی بھائیوں نے کیسے کیسے اعلیٰ مراتب و مناصب حاصل کئے تھے۔

چیچک کا ٹیکا:۔ اگست ۱۸۱۹ء کے اخیر میں جبکہ شہزادی وکٹوریہ کی عُمر پورے تین مہینے کی تھی۔ اِنکو چیچک سے بچانے کے لئے ٹیکا لگوایا گیا۔ اور خاندانِ شاہی میں سب سے پہلی یہی شہزادی تھیں۔ جنپر یہ عمل کیا گیا تھا۔

دُودھ چھڑانا:۔ پیدائش سے صرف چھ مہینے تک شہزادی نے اپنی ماں کا دُودھ پیا ہے۔ اِس کے بعد اُنکا دُودھ بڑھا دیا گیا۔ اور وہ عام دُودھ پر لگائی گئیں۔

دانت نکلنا:۔ جنوری ۱۸۲۰ء میں جبکہ شہزادی کی عُمر سات مہینے کی تھی۔ انکو پہلا دانت نکلا۔ جس کے بعد اسی طرح باقی دانت بھی نکلنے شروع ہو گئے۔ اور چونکہ پوری احتیاط خورونوش اور حفظِ صحت میں کیجاتی تھی۔ اِسلئے دانتوں سے کوئی بیماری نہیں ہوئی۔

فصلِ چہارم

شہزادی کے والدین کے خیالات

ایشیائی ملکوں کے رہنے والے اس امر میں متفق اللفظ اور یک زبان ہیں۔ کہ والدین کی دُعا کا اثر اولاد کے حق میں بڑا موثر ہوتا ہے۔ اور واقعی یہ صحیح بھی ہے۔ سائینس اور طبابت کے رو سے بھی والدین کے خیالات کا بچوں کی زندگی پر جو نمایاں اثر پڑتا ہے۔ اُس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اور اپنی اولاد کی نسبت جو بُرا یا بھلا جملہ اُنکی زبان و دِل سے نکلتا ہے وہ خالی نہیں جا سکتا۔ اس کا بدیہی ثبوت شہزادی وکٹوریا کی حالت سے ہو سکتا ہے۔ جو حالات ابتک لکھے جا چکے ہیں۔ اُن سے شہزادی کے خاندانِ شاہی کے ممبر ہونے کا تو بیشک پتہ چلتا ہے۔ مگر کہیں سے یہ نہیں نکلتا۔ کہ اِنکے ملکۂ انگلستان ہونے کی بھی کوئی اُمید ہو سکتی تھی۔ اور گو ہر شخص اپنی اولاد کے صاحبِ اقبال وحشم ہونے کا خواہشمند ہوا کرتا ہے۔ مگر کسی حالت میں ایسے شائستہ اور لائق والدین سے (جیسے کہ ملکہ وکٹوریا کے تھے) یہ اُمید نہیں کیجا سکتی۔ کہ وہ دُور از کار اُمیدیں باندھ بیٹھے ہوں گے لیکن پھر بھی شہزادی کے والدین ایک اندرونی تحریک سے اِس مولود مسعود کی نسبت ایسی اُمیدیں رکھتے تھے کہ گویا اُنہوں نے اِس کی پیشانی سے خطِ تقدیر کو دیکھ لیا ہے۔ اور بے اختیاری و بے صبری سے اِس کے ظہور کی آرزو میں ہیں۔

شہزادی کے والد اکثر کہا کرتے تھے کہ "یہ لڑکی ایکدن انگلستان

کی ملکہ بنے گی" یہ بات انہوں نے اپنے بے تکلف دوستوں میں بیسیوں بار کہی چنانچہ ایکدن ایک جلیل القدر پادری صاحب اِنکے ہاں آئے۔ تو انہوں نے اُس سے بھی یہی خیالات ظاہر کرکے اپنی لڑکی کے لئے دُعائے خیر و برکت کی خواہش کی۔ جسپر پادری صاحب نے گہوارہ کے پاس جاکر صدقِ دِل سے دُعا دی۔ کہ "تیری عمر کے ساتھ عزت و اقبال بھی مترقی ہو۔ اور خُدا کی مہربانی اور اُس کی مخلوق کی محبت تیرے شامل حال ہو" یہاں پہنچکر شہزادی کے والد نے آمین کہا۔ اور ساتھ ہی اپنی طرف سے اِتنا اَور بھی مستزاد فرمایا کہ "زمانہ تیرے موافق رہے۔ اور جو مُشکلات تیرے والد کو پیش آتی رہی ہیں خدا اُن سے تجھے محفوظ و مصئون رکھ کے اپنا مبارک سایہ تیرے سر پر رکھے"۔

شہزادی کی والدہ بھی ایسی ہی دُعائیں اپنی نورِ نظر کے لئے خُدا سے مانگا کرتی تھیں۔ اور کہدیا کرتی تھیں۔ کہ "اِس میری لڑکی کو دیکھو۔ یہ ایکدن اِنگلستان کی ملکہ ہوگی"۔

فصلِ پنجم

شہزادی وکٹوریا کی یتیمی

شہزادی کے والد کی وفات۔ شہزادی وکٹوریا کو پیدا ہوئے ابھی سات ہی مہینے ہوئے تھے۔ کہ فلک شعبدہ باز نے داغِ یتیمی لگا دیا۔ یعنے شہزادی کے والد جو اِس نو مولود کا دھوم دھڑکا سُننے کے بعد اپنی چاہتی بیگم سمیت تبدیلِ آب و ہوا اور ترقیِ صحت کے لئے سدموتھ Sidmoth تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ ایکدن وہیں اِنکی طبیعت بگڑی۔ جس کی ابتدا یوں بیان کیجاتی ہے

کہ ۱۳ جنوری ۱۸۲۰ء کو سیر و تفریح میں پھرتے چلتے ابر و باد نمودار ہو کر کچھ ترشح ہونے لگا۔ تو شہزادہ موصوف اپنی معمولی پوشاک میں ہی گھر واپس آتے آتے کسی قدر بھیگ گئے۔ گھر میں پہنچے۔ تو ملاقاتیوں کا مجمع موجود تھا۔ انہیں گیلے کپڑوں سے اُن سے ملاقات کی۔ اور انہیں رُخصت کرکے پھر اُسی پوشش میں دِلی محبت و اُلفت سے اپنی دی مے لٹل فلاور (شہزادی وکٹوریا) کے ساتھ کھیل میں مصروف ہو گئے۔ اور لڑکی کی بھولی بھالی مگر با اقبال صورت دیکھتے دیکھتے اُس پوشاک کا بدلنا بھی یاد نہ رہا۔ جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ سردی کا غلبہ ہو کر بخار چڑھ آیا۔ اور قلب میں بھی سوزش شروع ہو گئی۔ ہر چند کہ اطلاع ہوتے ہی لنڈن سے شاہی ڈاکٹر حاضر ہوئے۔ مگر وقت پورا ہو چکا تھا۔ قضا سر پر آگئی تھی۔ پس

از قضا سر کنگبیں صفرا فزود   روغنِ بادام خشکی مے نمود

کسی کی پیش رفت نہ گئی۔ اور وہیں مقام سدماؤتھ میں ۲۳ جنوری ۱۸۲۰ء کو ۵۳ برس کی عمر پاکر آپ نے اِس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی میں رحلت فرمائی۔ جس میں ایکدن سب کو جانا ہے۔ اور کوئی شاہ و گدا اُس سے محفوظ و مصئون نہیں ہے۔

شہزادی کے دادا کی وفات۔ جس دِن شہزادی وکٹوریا نو مہینا اپنا سرتاج خاوند کھو کر اور سدموتھ سے بیوہ ہو کر اپنے لنڈن کے محل کنگسٹن میں پہنچیں وہ ۲۹ جنوری ۱۸۲۰ء کا دِن تھا۔ کوئی اِنکے دِل سے پوچھتا۔ کہ اُس عالیشان محل کو خالی دیکھ کر انکے قلب پر کیا کیا صدمات نہوئے ہونگے۔ مگر زمانہ اپنے حملوں میں ایسے رحیمانہ خیالات کو جگہ نہیں دیا کرتا۔ پس اُس نے ایک اَور چرکا دیا۔ یعنے اُسی دِن ۲۹ جنوری ۱۸۲۰ء کو ملکہ کے دادا شہنشاہ جارجِ سوم نے سفر آخرت کیا اور اِس طرح ملکہ کی بیوہ والدہ اور یہہ نو مولود لڑکی سچ مچ یتیم ہو گئی۔ کیونکہ

جارج سوم کی زندگی سے انہیں پھر بھی بہت کچھ ڈھارس بندھ سکتی تھی۔ مگر واقعی یوں ہے۔ کہ شہزادی وکٹوریہ کے بامِ مُراد پر پہنچانے کے لئے یہی زینہ سیڑھی تھی۔ جو آسمان نے لگائی تھی۔

شہزادی کے تایا کی تخت نشینی۔ شہنشاہِ جارج سوم کی وفات پر اُنکا بڑا بیٹا جو ولیعہد سلطنت تھا حسب قاعدہ جارج چہارم کے خطاب سے تخت نشین کیا گیا۔ لیکن یہہ صاحب کچھ عجیب و غریب عادات کے مجموعہ تھے۔ کانوں کے کچے۔ جنون کے پکّے۔ تخت نشینی سے پہلے ہی ہوائی گھوڑے دوڑانے کے عادی تھے۔ نظر میں بھی قصور تھا۔ اور دماغ میں بھی فتور۔ اپنے باپ کی موجودگی میں تخت نشینی کی آرزو میں خیالی طور پر خود بخود بادشاہ بنجاتے۔ اور خوشی میں آکر کمروں میں دوڑیں لگایا کرتے۔ اور خیالی طور پر پُرانے پارلیمنٹ کو موقوف اور نئے کو قائم فرماکر ہوائی احکامات جاری کرتے۔ بیٹھے بیٹھے خیال ہی خیال میں فوج کا علیمہ ہو رہا ہے۔ اور داد دے رہے ہیں۔ خیر آخرش اِن کی بھی سُنی گئی۔ اور یہہ بادشاہ کی جگہ تختِ انگلستان پر متمکن ہوئے۔ اِنکو اپنی یتیم بھتیجی کا جس قدر خیال ہو سکتا تھا خود بخود ظاہر ہے۔

فصل ششم

شہزادی کی والدہ کا زمانۂ سوگواری

شہزادی کی والدہ کے دل پر ان پیہم صدمات سے جو اثر ہوا۔ وہ کسی زیادہ تشریح کا محتاج نہیں۔ اِنکے خوبصورت اور خوب سیرت خاوند کے کھو جانے اور لائق ذیجاہ خسر کے تلف ہو جانے کا رنج گو تمام ممبران خاندانِ شاہی کو تھا مگر جو اثر اُنکا

انپر پہنچ سکتا تھا۔ دوسرے اُس سے بچے ہوئے تھے۔ یہ محض تنِ تنہا تھیں اور گھر اُنکو کھانے کو دوڑتا تھا۔ اِس پر اجنبی ولائیت ہونا اَور بھی ستم تھا۔ جس طرف نظر جاتی تھی۔ کوئی دِل کا محرم اور دلسوز غمخوار نظر نہ آتا تھا۔ لھذا اُنہوں نے دانشمندی کرکے اپنے بھائی شہزادہ لیوپولڈ کو (جو بلجیم کے فرمانروا بھی رہ چکے ہیں) اپنے پاس رہنے کو بُلا لیا۔

جارج سوم کا طرزِ عمل بالکل روکھا پھیکا تھا۔ وہ اپنے شاہی عیش و نشاط میں مصروف تھا۔ اور ایک درماندہ بیوہ اور یتیم کی خبر گیری کے لئے اُنکے مکان پر جانا اور تسلی و تشفی کے الفاظ کہکر اُنکے دردِ دِل کو خفیف کرنا اُس سے کب ہوسکتا تھا۔ اُنہوں نے یہانتک سرد مہری اختیار کی کہ اپنی بھتیجی کے لئے کوئی وظیفہ بھی مُقرر نہ فرمایا۔ علاوہ ازیں اُس وقت کے شاہی دربار کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر خود ملکہ کی والدہ بھی زیادہ خلاملا سے محتاط ہورہی تھیں۔

شہزادی وکٹوریا کے دوسرے تایا ڈیوک اوف یارک البتہ اِن باتوں کو بڑا محسوس کرتے تھے۔ اور اپنے آنے جانے سے حتی الوسع اپنی پیاری بھتیجی اور بیوہ بھاوج کا درد وغم بٹانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اور قدرتی طور پر چونکہ اُنکی صورت شہزادہ ایڈورڈ یعنے اپنے متوفی بھائی سے مشابہ واقع ہوئی تھی اِسلئے اُنکے دیکھنے سے شہزادی کو بھی بڑی تسلی ہوجاتی تھی۔ اور وہ اِنکو دیکھتے ہی نہایت شوق سے اپنی باہیں بڑھا دیتیں اور وہ بھی نہایت پیار سے انہیں چھاتی سے لگاکر کھیلتے رہتے۔ مگر فلکِ شعبدہ باز کو یہ بھی ناگوار ہوا۔ اور ۱۸۲۶ء میں جبکہ شہزادی وکٹوریا کی عمر صرف آٹھ سال کی تھی۔ یہ بھی رہگرائے عالمِ جاودانی ہوگئے۔ اور اِس طرح شہزادی وکٹوریا کے سر پر سے مہربان بزرگوں کا سایہ خورد سالی میں ہی اُٹھ گیا۔ گو اِس سے قصرِ مقصود پر چڑھنے کے زینہ

میں ایک منزل کی اَور ترقی ہوئی۔ اِس کے علاوہ یہہ اَور بھی لائق غور ہے کہ ڈیوک اوف کینٹ کے مرنے کے باعث اُنکا وظیفہ تو بند ہی ہو چکا تھا۔ اور اب صرف ڈچس اوف کینٹ کا ہی ساٹھ ہزار سالانہ باقی تھا۔ جس میں اِس یتیم شہزادی کے لئے کچھ بھی اضافہ نہ کیا گیا۔ اور نیز ڈیوک متوفی کا گران بار قرضہ باقی تھا۔ جو اُنکی فیاضی اور شہ خرچی سے واجب الادا چلا آتا تھا۔

شہزادی وکٹوریا کی والدہ کچھ تو اِس وجہ سے کہ ابتدا میں وہ جرمن کی رہنے والی تھیں۔ اور انگلستان والوں کیطرح زبانِ انگریزی میں پُوری طرح ماہر اور قادر الکلام نہ تھیں۔ اور کچھ اپنی گوشہ نشینی اور پرہیزگاری کے تقاضا سے اور پھر زیادہ تر اسلئے کہ ڈیوک کی وفات نے اِنکے دِل پر سخت اثر کیا تھا۔ ناچ رنگ کی مجلسوں اور حتیٰ کہ خاندانِ شاہی کی تقریبات میں بھی شریک نہ ہوا کرتی تھیں۔ سیر و تفریح کے لئے اِنکو اپنا باغ کافی تھا۔ یا کہیں اور آنا جانا ہوتا تو وہ اپنی چھوٹی بچی کے ساتھ نامعلوم طور پر جاتیں۔ چنانچہ نقل ہے۔ کہ روشنی کا مینار جب کبھی کُھلا کرتا تو وہ شہزادی کو سیر کرانے وہاں لیجایا کرتی تھیں۔

اور چونکہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ اِس لئے لباسِ بیوگی پہنے ہوئے جاتی تھیں جس کسی سے بولنے کی ضرورت ہوتی۔ بالکل بے تکلف اور اُس وسعتِ اخلاق سے بولتیں۔ کہ کسیکو اِنکے رُتبہ کی نسبت خیال تک نہو سکتا تھا۔ لیکن اِس حالت میں بھی جب کبھی سیر کر کے واپس آتیں۔ تو ایک طلائی ساورن یا پونڈ اُس بُڑھیا عورت کو مرحمت فرماتیں۔ جو اُس مینار کی محافظہ تھی۔ اِسپر اُس عورت کو تعجب ہوتا تھا۔ آخر ایک دِن اُس نے اِنکی بیوگی پر اظہارِ تاسف کر کے تسلی آمیز کلمات سے دِلجوئی کرنی چاہی۔ کہ بیگم اِس عمر اور اِس صورت میں تمہارا بیوہ ہو جانا سخت ہی لائق توجہ ہے۔ اور اِس نے میرے دِل پر بڑا ہی اثر کیا ہے

شہزادی کی والدہ نے اس کے جواب میں اس بڑھیا کا شکریہ ادا کیا اور مکان پر سے آکر اس کو بیس پونڈ (تین سو روپیہ) کا نوٹ ایک چٹھی میں بطور عطیہ روانہ فرمایا۔ جس کے بعد اس کو معلوم ہوا۔ کہ وہ سوگوار بیوہ ڈیوک اوف کینٹ کی بیوہ۔ اور وہ یتیم لڑکی شہزادی وکٹوریہ تھیں۔

فصلِ ہفتم

شہزادی وکٹوریہ کی پرورش اور تعلیم و تربیت

شہزادی وکٹوریہ کی والدہ نے جس استقلال۔ قابلیت اور اہتمام سے شہزادی موصوفہ کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا انتظام کیا تھا۔ اس کو دیکھکر بلا مبالغہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ پرنس بسمارک۔ مسٹر گلیڈسٹون اور لارڈ سالسبری جیسے مشہور مدبر باوجود اس کہن سالی اور تجربہ کاری کے بھی اگر اس خدمت پر مقرر کئے جاتے تو اس سے بہتر نہ کر سکتے۔ باوجودیکہ وہ آسمانی صدمات کا نشانہ بن چکی تھیں اور باوجودیکہ اجنبیت اور تنہائی کے باعث سخت شکستہ دل ہو رہی تھیں۔ لیکن پھر بھی انہوں نے نہایت شوق سے اپنی لڑکی کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ وہ خود اپنے روزنامچہ میں لکھتی ہیں۔ کہ۔

"اپنے عزیز شوہر کے مرنے سے ہم انگلستان میں بالکل بے یار و مددگار اور یکہ و تنہا رہ گئے ہیں۔ اور میں تو ابھی اچھی طرح اس ملک کی زبان بھی نہیں بول سکتی۔ اور میرے عزیز۔ رشتہ دار سب چھوٹ گئے ہیں۔ مگر پھر بھی میں اپنے ضروری فرض کی ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہ کروں گی۔ جو میری زندگی کی اصلی غرض و غائیت ہے۔"

چنانچہ اُنہوں نے واقعی نہایت ہی عاقلانہ طریق سے اس کام کو انجام دیا۔ سب سے اوّل یہ کہ انہوں نے انکی خوراک پوشاک۔ ہوا خوری صحبت وغیرہ کا نہایت اہتمام سے انتظام کیا۔ گھڑی بھر کو انہیں آنکھ سے اوجھل نہونے دیتیں۔ حتٰی کہ دس برس کی عمر تک وہ اپنی عزیز لڑکی کو خاص اپنے ساتھ ہی ایک بستر پر سُلاتی تھیں۔ انکے کھلونے بھی تھے۔ تو خاص نظر سے چُنے جاتے تھے۔ اور اُٹھنے بیٹھنے کی نگرانی اس طرح کیجاتی تھی۔ کہ گویا وہ انکا یقیناً ملکۂ انگلستان ہونا جانتی تھیں۔ اور اُنمیں ایک عالیخیال ملکہ کی سی لیاقت و قابلیت پیدا کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔

شہزادی ممدوحہ کی والدہ ڈچس اوف کینٹ نے نہایت گہری نظر سے شہزادی کے اُستاد اور اُستانیوں کا انتخاب کیا تھا جس میں اُنہوں نے لیاقت کے ساتھ دینداری اور بہترین چال چلن کا سب سے زیادہ لحاظ رکھا۔ چنانچہ مردوں میں پادری ڈیوز صاحب میر اُستاد یا یا ہیڈ ماسٹر تھے۔ اور عورتوں میں بیرونس لیزن صاحبہ اتالیقہ تھیں۔ انکے علاوہ مسز بروک شہزادی موصوفہ کی انا تھیں۔ جو نہایت ہی نیکدل اور اچھی سہیلی کا کام دیتی تھیں۔ عام صحبت اور زیادہ سہیلیوں کی سخت بندش رکھی جاتی تھی۔ اور دینی تعلیم کا یہانتک خیال تھا۔ کہ جبتک شہزادی کشورہ خود پڑھنے لکھنے کے قابل نہوگئیں۔ انکی والدہ انکو کتاب مقدس (انجیل) کی آیات خود پڑھکر سُنایا کرتی تھیں۔ تاکہ دینی تعلیم سے انکے کان آشنا ہوتے رہیں۔ اور گھر کا طور و طریق دیکھنے سے مذہبی جذبہ فطرتی طور پر ان کے صفحۂ دل پر مرتسم ہو جائے۔ اور واقعی یہ وہ اعلےٰ اصُول ہے۔ کہ جس سے سوائے مفاد کے نقصان کا احتمال تک نہیں ہوسکتا۔ اور اسی کا یہ اثر تھا کہ

ملکہ وکٹوریہ مرتے دم تک مذہبی خیالات پر قائم و برقرار رہیں۔ اور ان کا چال چلن نمونہ کے طور پر ضرب المثل ہوگیا۔ اسی طرح غذا کی سادگی اور وقت کی پابندی کا بھی اہتمام خاص تھا۔ جس سے انکی صحت اور کاروبار ہمیشہ اعتدال پر رہے۔

تقسیم اوقات۔ کی یہ حالت تھی۔ کہ صبح دم اٹھ کر حوائج ضروریہ سے فراغت پاکے یہ چھوٹا خاندان آٹھ بجے سے پہلے صبح کے ناشتہ کے لئے ایک میز پر جمع ہوجاتا۔ جس میں دودھ مکھن۔ روٹی اور میوہ جات چنے جاتے تھے۔ اور پھولوں کے ہار مستزاد کرنے سے میز کو خوشنمائی اور خوشبوئی کا جامہ پہنایا جاتا تھا۔ جس کے بعد ایک گھنٹہ ہوا خوری کے لئے مقرر تھا ڈچس صاحبہ خود مع اپنی لڑکی اور خاص خادمہ عورتوں اور ایک دو مرد خدمتگاروں کے رجو عند الضرورت سواری کے لئے خچر یا گھوڑا ساتھ رکھتے تھے) ہوا خوری کو نکلتیں۔ جس میں پیادہ پائی کو ترجیح دی گئی تھی۔ اور جب سواری کی ضرورت ہوتی تو شہزادی وکٹوریا بالعموم اس خچر پر سوار ہوتیں۔ جو ڈیوک اوف یارک انکے چچا نے انکو تحفتاً دیا تھا۔ اور جو ایک چھوٹے قد کا نہایت خوبصورت جانور تھا۔ واپسی پر نو سے بارہ بجے تک انکی تعلیم ہوا کرتی تھی۔ جس میں خود انکی والدہ کا بھی بہت بڑا حصہ ہوتا تھا۔ اس کے بعد محل کے خاص کمروں میں شہزادی وکٹوریا کو مسز برڈک کے ساتھ کھیلنے کودنے کی اجازت ہوتی۔ جس سے شہزادی ممدوحہ کو خاص محبت تھی۔ اور ڈیر پولی کہہ کے پکارا کرتی تھیں۔ اس کے بعد دو بجے پھر ایک میز پر کھانا چنا جاتا۔ اور اس فراغت کے بعد پھر چار بجے تک تعلیم شروع رہتی۔ اور اس سے فارغ ہو کے پھر محل کے باغات میں ہوا خوری ہوتی۔ جس میں قریب شام ڈچس صاحبہ

خود بھی شریک ہوتیں۔ اور شام کا خوشنما نظارہ بالعموم گھاس کے فرش زمردین پر بیٹھ کر کیا جاتا۔ واپسی پر شام کا کھانا پھر سارا کُنبہ مُتفقہ طور پر کھاتا اور لڑکیوں کو اپنی دائیوں کے ساتھ کھیلنے کی رُخصت مِلجاتی جس کے بعد نو بجے شب کے سب لوگ اپنے اپنے پلنگوں پر آجاتے۔ اور شہزادی موصوفہ کا بستر ڈچس کے پہلو میں بچھا دیا جاتا۔

تعلیم سے صِرف نوشت وخواند ہی مقصود نہ تھی۔ بلکہ سینا۔ پرونا۔ گانا۔ بجانا باغبانی اور مصوری سب کچھ اِس میں شامل تھا جس کے بعد اگر وکٹوریا ملکہ ہو گئیں۔ تو بھی نہایت اعلیٰ طریق پر کام کو سنبھال سکیں۔ اور اگر وہ معمولی طور پر ہی رہتیں تو بھی ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی خاتون گنی جاتیں۔ اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ جوں جوں شہزادی موصوفہ کی عُمر بڑھتی جاتی تھی۔ توں توں اِنکی نسبت بہتر خیالات ہر ایک دِل میں جاگزین ہوتے جاتے تھے۔

شہزادی کا وظیفہ پرورش۔ ڈچس کی عُمدہ تعلیم و تربیت اور مُستقل مزاجی کا پہلا اثر یہ ہوا۔ کہ بادشاہ وقت جارج چہارم کو اِس طرف خاص توجہ ہوئی۔ اور شہزادی وکٹوریا کی چوتھی سالگرہ پر شہنشاہ نے اِنکو اپنے دربار میں دیکھکر کمال مُحبت کا اظہار فرمایا۔ اور ہاتھی دانت پر بنی ہوئی اپنی ایک نہایت خوبصورت تصویر تحفتاً عنایت کی۔ اور شہزادی کو سینے سے لگا کر کہا۔ کہ پیاری بیٹی اَیسی مَیں تجھ سے پدرانہ سلوک کروں گا۔ چنانچہ اِس کے بعد ابھی شہزادی کی پانچویں سالگرہ نہونے پائی تھی۔ کہ ۲۵ مے ۱۸۲۵ء کو شہزادی وکٹوریا کی پرورش کے لئے سلطنت کیطرف سے ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ کا ایک وظیفہ مُقرر کیا گیا اِس کے بعد انکی تعلیم وتربیت میں اَور بھی احتیاط ہونے لگی۔ اور چونکہ انکی طبیعت میں قابلیت کا جوہر موجود تھا۔ اِس لئے وہ بہت جلد ہر علم و فن میں

یکجا ہوگئیں۔ اور چھوٹی عمر میں ہی جبکہ عقل و تمیز کا مادہ بہت کم ہوتا ہے ان میں حلم بُردباری۔ پابندی اوقات۔ اخلاق و مروت۔ سادگی۔ خوش معاملگی۔ کارکنی۔ اور نیکوکاری کی صفات ایسی جمع ہو گئیں کہ گویا یہ محاسن انکے رگ و ریشہ میں سرائت کر گئے ہیں۔ ہر ایک شخص کے ساتھ اُس کے حسب حیثیت و مدارج گفتگو کرنا اور خندہ پیشانی سے پیش آنا۔ بزرگوں کا ادب ولحاظ ملحوظ رکھنا۔ چھوٹوں پر لطف و عنایت کرنا۔ اور ہمجولیوں کی پاس خاطر کا خیال رکھنا۔ نوکروں اور زبردستوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا۔ اپنے جذبات پر قابو پانا۔ اور آمد و خرچ میں قاعدہ اور سلیقہ کا پابند رہنا۔ مستحقین کی امداد کرنا۔ اور مناسب کفایت شعاری سے ہر کام کو سوچنا۔ ان اوصاف میں انکی یہانتک شہرت ہوئی۔ کہ زمانہ تسلیم کر گیا۔

باغبانی اور آبپاشی کی مہارت سات سال کی عمر میں شہزادی وکٹوریا کو بخوبی حاصل ہو گئی تھی۔ اور وہ پھول پتوں اور درختوں کی شناخت اور انکے بارور ہونے کے اوقات سے بہت عمدگی سے واقف تھیں۔ اور نہایت شوق سے اپنے باغ کے بعض عزیز پودوں کو اپنے ہاتھ سے پانی دیا کرتیں اور موقع بموقع خود سینچا کرتی تھیں۔

موسیقی۔ کا تو شہزادی وکٹوریا کو ابتداء سے ہی از حد شوق تھا جسکی وجہ یہ ہے۔ کہ انکی والدہ کو بھی اِس میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ اور اِسی لئے یہ بہت جلد ترقی کر گئیں۔ اِس کے متعلق ایک لطیفہ بھی قابلِ تذکرہ ہے۔ کہ شہزادی وکٹوریہ آٹھ نو سال کی عمر میں ایکدن پیانو فورٹ باجا بجا رہی تھیں۔ کہ اُستاد نے کہا شہزادی: صرف شوق کرنے سے کام نہیں چلتا۔ جبتک باجے پر پورا قبضہ نہ کر لو۔ شہزادی نے جھٹ باجے کو صندوق میں مقفل کر کے اُستاد سے کہا لیجے اب تو پورا قبضہ ہو گیا ہے۔

نقاشی اور مصوری۔ میں شہزادی وکٹوریا نے وہ ید طولیٰ حاصل کیا تھا۔ کہ مانی و بہزاد بھی ہوتے تو آن مان جاتے۔ چنانچہ یوروپ کے ماہر اُستادانِ فن کا اِس پر اتفاق رائے ہے۔ کہ اگر ملکہ جہانبانی کو پیدا نہ ہوئی ہوتیں تو وہ اپنے زمانہ کی ایک بے عدیل نقاشہ اور بے نظیر مصورہ ہوتیں۔

زبان دانی۔ کی یہ کیفیت تھی۔ کہ جرمن انکی مادری زبان تھی۔ اور انگریزی ورثہ پدری تھا۔ مگر اِس کے علاوہ فرنچ۔ لیٹن۔ یونانی وغیرہ پر بھی کافی عبور تھا۔

ریاضی:۔ میں تو یہانتک فضیلت تھی۔ کہ بڑے بڑے اُستاد مان گئے۔ چنانچہ مسٹر بارنٹ سمتھ صاحب اِنکے اُستاد ریاضی کا قول ہے۔ کہ "ملکہ وکٹوریہ ریاضی میں نہ صرف بہترین بلکہ بے نظیر قابلیت رکھتی ہیں"۔

راستبازی۔ کا یہ حال تھا کہ ایکدن اِنکی والدہ نے اِنکی استانی سے پوچھا کہ آج وکٹوریہ نے ضد کی تھی؟ اُستانی نے کہا ایک بار۔ مگر شہزادی نے خود کہا۔ کہ اُستانی جی آپ بھول گئی ہیں۔ دو بار۔

درباداری۔ کے قواعد کم عمری میں شہزادی وکٹوریا کو ایسی معقولیت سے ازبر کرائے گئے تھے۔ کہ شاہی درباروں میں جب کبھی وہ بطور ممبر خاندانِ شاہی ہونیکے اپنی والدہ ڈچس اوف کینٹ کے ساتھ شامل ہونے کو جاتیں۔ تو اِنکے دلربایانہ طور وطریق اور مودبانہ طرز و انداز حضارِ دربار کو خواہ مخواہ بھی اپنی عظمت منوا دیتے تھے۔ اور اِنکا حُسنِ اخلاق طبیعتوں کو جذب مقناطیسی کیطرح اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ جارج چہارم اور ولیم چہارم جو دو بادشاہ اِن کی تخت نشینی کے زمانہ سے پہلے پہلے اِنکے وقت میں فرمانروا ہوئے ہیں وہ سب اِنکی سعادتمندی کے قائل و معترف گذرے ہیں۔ اور اُمرائے دربار میں اِنکی ایک خاص وقعت ہو گئی تھی۔ جس نے یوماً فیوماً اِنکی شرکت کو ہر ایک

دربارِ شاہی میں لازمی کر دیا تھا۔

سلیقہ شعاری کی یہہ نوبت تھی۔ کہ ہر چیز کا انداز اور پیمانہ اور ہر خواہش پر حیثیت اور ضرورت کی تمیز ہوتی تھی۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ شہزادی وکٹوریہ کم عمری میں حسب قاعدہ اپنی اتالیقہ بیرونس لیزن صاحبہ کے ساتھ بازار کی سیر کو تشریف لے گئیں۔ اور کچھ کھلونے خریدنے کے بعد واپس ہونے لگیں۔ تو ایک بکس نظر پڑا۔ جس نے اپنی خوشنمائی سے شہزادی کو اپنی خریداری پر مائل کر لیا۔ جس کی بابت آپ نے سوداگر کو حکم دیا۔ کہ اسے بھی گاڑی میں رکھ دو۔ لیکن اُسی وقت بیرونس لیزن صاحبہ نے آپ سے کہا۔ کہ "شہزادی صاحبہ! آپکا جیب خرچ ختم ہو گیا ہے۔ اور کوئی ایسی خاص اور اشد ضرورت بھی معلوم نہیں ہوتی۔ جو بکس کے بغیر ٹل نہ سکے اسلئے آپکو اس خریداری کو اُسوقت تک ملتوی کر دینا چاہیئے۔ جبتک کہ آپکی جیب میں روپیہ جمع نہو جائے" چنانچہ آپ نے اس عمدہ نصیحت کو سُنکر بلا اکراہ و اجبار فی الفور دوکاندار کو حکم دیا۔ کہ "میں اس وقت اسکو خرید نہیں سکتی۔ اگر تم اس کو کچھ دنوں تک اپنے پاس رکھ سکو تو میں اس کے خریدنے کی کوشش کروں گی" دوکاندار نے اسی طرح تعمیلِ حکم کی۔ اور آپ نے چند ہی دنوں میں اپنے جیب خرچ کے پس انداز کرنے سے وہ بکس خرید لیا۔ لیکن آپنے اس نصیحت کو اچھی طرح اور بہت اچھی طرح پلے باندھ لیا۔ کہ "بغیر گنجائش کے کوئی چیز خریدنی نہ چاہیئے" چنانچہ اس کے بعد آپکے ایامِ جوانی کا ایک یہہ واقعہ بھی خاص کر کے لائق تذکرہ ہے۔ کہ آپ حسب معمول ایکدن خریداری اشیاء کے لئے اپنی گورنس کے ساتھ بازار گئیں اور ایک جوہری کی دوکان پر کچھ چیزیں پسند کرنے

لگیں۔ تو ایک اَور لیڈی بھی نہایت طمطراق اور زرق برق سے آکر داخل ہوئیں اور اُس نے گلے میں پہننے کی ایک نہایت عمدہ بیش قیمت زنجیر پسند کر کے دام پوچھا تو دوکاندار نے جو قیمت بتائی اُس کی ادائیگی کی اپنے میں گنجائش نہ پائی۔ لہذا ایک آہ سرد بھر کے اُس نے اُسکو چھوڑ دیا۔ اور ایک دوسری کم قیمت زنجیر خرید کر کے گلے میں پہن لی۔ شہزادی وکٹوریا اُس کی تمام حرکات کو غور سے دیکھتی رہی تھیں۔ اور جس مایوسی سے اُس نے بیش قیمت زنجیر کو چھوڑا تھا اُس کو بھی شہزادی موصوفہ نے خوب تاڑ لیا تھا۔ لیکن نہ تو آپنے اپنا رُتبہ جتایا۔ نہ کوئی اُس کی حرکات پر رائے دی۔ البتہ بعد فراغت سوداگر سے اُس کا نام و نشان پوچھا۔ اور وہ زنجیر خرید کر لی۔ یہانتک تو معمولی بات تھی۔ لیکن گھر پر جاکر آپ نے وہ زنجیر اپنے آدمی کے ہاتھ اُسی لیڈی کو بھیجدی۔ اور ساتھ ایک خط بھی لکھا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ "بہن! مجھے تمہاری یہ حرکت کہ تم نے باوصف دِل سے پسند کرنے کے زنجیر کو صرف اپنی بے مقدوری اور اُس کی گرانی قیمت کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ نہایت پسند ہوئی ہے۔ اور مَیں اُمید کرتی ہوں کہ آئیندہ بھی تُم اسی طریق پر عامل رہو گی۔ کہ جس چیز کی خریداری کے لئے روپیہ جیب میں موجود نہو۔ قرض نہ لیجائے اور اِس کے ساتھ مَیں تُمہاری پسندکردہ زنجیر اپنی طرف سے تمہیں تحفتاً بھیجتی ہوں"۔ اِس اعلیٰ مثال اور برگزیدہ عمل کا جو نتیجہ اُس شریف لیڈی کے دل پر پڑا وہ کسی بیان کا محتاج نہیں۔ کہ اُس نے زنجیر تو گلے میں لٹکائی اور نصیحت کو دِل میں جگہ دیدی۔ سچ ہے ہزار لکچروں سے بڑھکر ایک عمل موثر ہوا کرتا ہے۔

اِس کفائت شعاری اور بیجا فیاضی کا سبق شہزادی موصوفہ کو انکی والدہ نے اِنکے باپ کے حالات پر نگاہ کرنے سے دیا تھا۔ جو اپنی فیاضیوں کے باعث سخت

قرضدار ہو گئے تھے۔ پس انہوں نے ہر چیز کے لئے تخمینہ سے کام لیا تھا اور اُس سے تجاوز پسند نہ فرماتی تھیں۔ اور یہی تعلیم انہوں نے اپنی لڑکی کو دی تھی۔ اِس کے ساتھ ہی چونکہ شاہانہ فیاضی بھی میراثی اور طبعی خاصہ تھا۔ اِسلئے وہ بھی برابر جاری رہی۔ لیکن اِس میں بھی ضرورت اور مصلحت ضرور مدنظر رہتی تھی۔ اور اُس کا اظہار ایسے ہی مواقعات پر ہوتا تھا جیسا کہ ایک اُوپر بیان ہوا ہے۔

فصلِ ہشتم

شہزادی وکٹوریا کا جانستاں حادثات سے بچنا

ابتدائی عُمر میں جبکہ شہزادی وکٹوریا ایک یتیم شہزادی تھیں۔ چند ایسے حادثے بھی پیش آئے جنکی سموم فلک سوز سے اِس نونہال باغِ کامرانی کی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ چنانچہ مورخین یوروپ ایسے حادثات سے بچ رہنے کے باعث شہزادی وکٹوریا کی زندگی کو طلسمی زندگی کہتے ہیں۔ اور واقعی وہ حادثات ایسے ہی ہیں کہ اُن سے بچ نکلنا سوائے تائیدِ ایزدی اور افضالِ الٰہی کے سخت مشکل ہے۔ مثلاً۔

پہلا حادثہ ۱۸۲۰ء کا ہے۔ جبکہ شہزادی وکٹوریا اپنی عُمر کا پہلا سال بھی ختم نہ کر چکی تھیں۔ جس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ اِنکی والدہ تبدیل آب و ہوا کے لئے موضع سڈموتھ تشریف لے گئی ہوئی تھیں۔ اور قیامگاہ میں شہزادی وکٹوریا دائی کے پاس سوئی ہوئی تھیں۔ کہ ایک بیفکر لڑکا جو گھر سے بندوق لیکر اِدھر اُدھر بے ہوائی گولیاں چلا رہا تھا۔ اُس کی ایک گولی خاص اسی کمرے کی کھڑکی

توڑ کر (جس میں خورد سال شہزادی وکٹوریا سو رہی تھیں) ٹیں کرتی ہوئی انکے سر کے پاس سے گذر گئی۔ اور صرف بال بھر فرق رہجانے سے انکی جان بچ گئی

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ۱۸۲۲ء میں جبکہ وہ ایک گھوڑا گاڑی پر بیٹھی ہوئی جارہی تھیں کہ ناگہاں زمین پر گر گئیں۔ اور قریب تھا کہ گاڑی کا پہیہ انپر سے گذر جائے۔ لیکن ایک چابکدست اور پھرتیلے سپاہی مسمیٰ بان ملونی نے انکو اس خطرناک مقام سے کھسکا لیا۔ اور اس طرح انکی جانبری ہوگئی۔

تیسرا یہ کہ بارہ برس کی عمر میں وہ ایک کوہستان پر سیر کرتی ہوئیں ایک ایسے ڈہلوان مقام پر پہنچ گئیں جہاں سے بچکر نکل آنا محالات سے تھا۔ مگر ایک زبردست کسان نے آپکو دیکھتے ہی دوڑ کر اس مقام پر سے آہستگی کے ساتھ کھینچ لیا اور جان بچ گئی۔

چوتھا یہ کہ ایکدفعہ آپ اپنی والدہ ڈچس اوف کینٹ کے ساتھ ایمل اوف ونٹ نامی جہاز پر جارہی تھیں۔ کہ کاوس بندر پر پہنچتے پہنچتے ایک طوفان باد و باران نے آگھیرا۔ رعد کی کڑک اور بجلی کی چمک کانوں کو بہرہ اور آنکھوں کو خیرہ کرنے لگی اتنے میں جہاز کا مستول بھی ٹوٹ گیا۔ اور مرنے میں کوئی کسر باقی نہ رہی۔ مگر مزید کمک پہنچنے سے عین وقت پر خلاصی ہوگئی۔ اور پھر مطلع بھی صاف ہوگیا لیکن یہ بات اس میں اور بھی قابل تحریر ہے کہ باوصف اس قدر تلاطم امواج اور طوفان عظیم کے شہزادی وکٹوریا تمام عرصہ میں بالکل متغیر نہیں ہوئیں۔ اور نہایت استقلال سے تماشا دیکھتی رہیں۔

اسکے علاوہ کئی دفعہ بیماری کے خطرناک ہوجانے سے بھی سخت تشویشیں پیش آتی رہیں۔ مگر ایکدفعہ ہی تو صحت ہونے پر اکثر انکی صحت ترقی کرتی رہی۔ ایسی بیماریوں میں ۱۸۳۵ء کی بیماری سخت تشویشناک تھی۔ جبکہ شہزادی ممدوحہ کی پندرہ سال

سالگرہ کی طیاریاں تھیں۔ اور آپ سفر سے واپس تشریف لائی تھیں۔ اسوقت اِنکی کمزوری اور اضمحلال سخت بڑھ گیا تھا۔ اور اعزہ کے صدمات سے اِس کو اَور بھی تقویت ملی تھی۔ مگر خُدا نے فضل کرلیا۔ اور اِس نیک خاتون کو ترسیٹھ برس تک دادِ کامرانی دینے کے لئے بچا لیا۔

فصلِ نہم

شہزادی وکٹوریا کی پُختہ کاری اور پہلی کارگذاری

تعلیم و تعلّم کے علاوہ شہزادی موصوفہ کی والدہ ڈچس آف کینٹ انکو سیر و سفر کے فوائد سے بھی بخوبی آشنا کرتی جاتی تھیں۔ چنانچہ شہزادی ممدوحہ نے پہلا سفر نہایت کم عمری میں اپنی والدہ کے ساتھ مُلکِ جرمنی کا کیا۔ جہاں اِنکے ننھیال کا گھر تھا۔ اور پھر ۱۸۳۶ء میں انگلستان کا ایک لمبا سفر اختیار کرکے تمام مُلک کو دیکھ ڈالا۔ جس سے وہ ۲۰۔ اگست ۱۸۳۶ء کو واپس ہوئیں۔ اور اِس طرح اِنکی والدہ نے مُلکی حالات۔ اور معاشرت و تمدّن کے کئی وسیع میدان اِنکی نظر سے گذار دیئے اور نیز اِس سے پہلے بازار میں آنے جانے اور عندالضرورت اشیاء ضروریہ کی خرید و فروخت اور پسند و ناپسند کرلینے سے جو تجربہ انسانی طبائع کا شہزادی وکٹوریا کو ہوگیا تھا۔ وہ بھی کُچھ کم نہ تھا۔

شہزادی موصوفہ کی پہلی عام گذاری یہ خیال کیجاتی ہے کہ وہ ۱۸۳۱ء میں اپنی والدہ کے ساتھ شاہی گاڑی میں سوار ہوکر عدالت العالیہ میں تشریف لیگئیں اور اِس کے علاوہ ۱۸۳۳ء میں جبکہ آپکی عُمر پندرہ سال کی تھی آپنے ۹۸ ویں پلٹن کو مقام پلے موتھ میں اپنے ہاتھ سے فوجی نشان تقسیم فرمائے۔ اور ان

دونوں مواقعات پر لوگوں میں پہلے درجہ کی خوشی منائی گئی۔ کیونکہ اُسوقت شہزادی وکٹوریا کے تخت نشین ہونیکی اُمیدیں بندھ گئی تھیں۔ اور اسپنے مُستقبل حکمراں کی کارروائیاں لوگوں میں اعزاز و احترام حاصل کر رہی تھیں۔

فصل دہم

شہزادی وکٹوریا کی بلوغت

شہزادی وکٹوریا اپنی جسمانی صحت اور ذہنی طاقت کے باعث یُوں تو ابتدائی عُمر سے بالغ شمار ہونیکے قابل تھیں۔ کیونکہ بزرگی بعقل است نہ بسال۔ لیکن قانونی طور پر وہ ۲۴ مے ۱۸۳۷ء کو بالغ قرار دی گئیں۔ اور ۲۳ شہر فاٹ مُلک ایک سر والا باجا لیکر نغمہ مبارکبادی سُنانے کو سرکاری طور پر علی الصباح آپ کے محل کنسنگٹن میں حاضر ہوئے۔ اُس دن شہزادی کی اٹھارویں سالگرہ تھی۔ جس کا خاص طور پر نہایت اہتمام کیا گیا تھا۔ اور نیز چونکہ اُس وقت ولیم چہارم کے بعد بلا اختلاف شہزادی وکٹوریا ہی انگلستان کی مُستقبل حکمران تسلیم کیجاتی تھیں۔ اسلئے سلطنت کیطرف سے بھی ایک شاہانہ دعوت اِس تقریب سعید میں دی گئی۔ جس میں سوائے بادشاہ اور بادشاہ بیگم کے (جو بسبب بیماری کے شرکت سے معذور رہے تھے) تمام اکابرانِ قوم اور اعیانِ سلطنت حاضر و موجود تھے۔ اِس موقع پر ایک عجیب و غریب پیانو فورٹ باجہ قیمتی سوا چار ہزار روپیہ بادشاہ کیطرف سے شہزادی صاحبہ کو تحفتاً پیش کیا گیا۔ اور اِس تقریبِ سعید میں اُس دن عام تعطیل منائی گئی حتیٰ کہ پارلیمنٹ بھی اِس دن کے لئے بند کیا گیا۔ یہ شاہی دعوت رات کو محل سینٹ جیمس میں نہایت تکلف سے دی گئی تھی۔ اور خود شہزادی وکٹوریا کو اِس کا

صدر نشین بنایا گیا تھا۔ اور شہزادی وکٹوریا کے لئے بھی اپنی عمر میں یہی پہلا موقع تھا کہ وہ اپنی ماں سے بالاتر ایک عالیشان سنہری چوکی پر بٹھائی گئی تھیں۔ اسوقت شرفائے ملک اور عمائدینِ سلطنت اور لارڈ میر کیجانب سے نہایت خلوص اور مودبانہ سپاسنامے اِنکی اور انکی والدہ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ جن کے جواب میں اِنکی والدہ نے نہایت معقولیت اور موزونیت سے ایک مختصر تقریر کی جس کا ماحصل یہہ تھا۔ کہ۔

"صاحبو! مَیں اِن خالص اور مخلص سپاسناموں کے لئے آپکی تہ دِل سے شکر گذار ہوں۔ اور جو خیالات اِن میں آپ نے شہزادی وکٹوریا اور میری نسبت ظاہر کئے ہیں۔ اِنکی بابت بھی دلی شکریہ پیش کرتی ہوں۔ آپکو بخوبی یاد ہوگا۔ کہ مَیں نے اپنے مصائب و آلام کے باعث سلطنتی تعلقات سے پچھلے ایام میں بالکل بے تعلقی اختیار کر رکھی تھی۔ مگر مَیں ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے اِس اعلیٰ ترین فرض کی ادائیگی سے غافل نہیں ہوئی۔ جو شہزادی وکٹوریا کے ایک قابل ترین شہزادی بنانے کے متعلق میرے ذمہ تھا۔ مَیں نے اِنکو بخوبی سمجھا دیا ہے۔ کہ فرائضِ سلطنت کیسے نازک اور اہم ہوا کرتے ہیں۔ اور اِن میں کس قدر احتیاط لازم ہے۔ جس میں کوتاہی و غفلت بالکل سم قاتل ہیں۔ اور اَب بقول آپکے وہ زمانہ قریب ہے۔ جبکہ وہ ایسے امورِ خیر میں لائق اور مستعد اور ہر دلعزیز ثابت ہونگی۔ اِنکو ہر درجہ کے لوگوں سے ملنے جُلنے کے بعد بخوبی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ جس قدر دینداری۔ علم اور آزادی مُلک میں پھیلتی جائیگی۔ اُسیقدر مُلک میں محنتی جفاکش مُنتظم اور دولتمند لوگ پیدا ہوں گے۔ اور اسیقدر مُلک کی بہتری اور سرسبزی عمل میں آئے گی۔ اور غالباً شہزادی وکٹوریا بہ نسبت سلطنتی اختیارات رکھنے کے عام لوگوں کے خیالات کے موافق کام کرنے اور

آزاد خیالی اور شاہی اختیارات کے کسی حد و پایان تک محدود ہونے کو زیادہ پسند کریں گی"

ایسے خیالات نے آذر بھی اپنی آئندہ ملکہ کو ہر دلعزیز کر دیا تھا۔ اور خُدا کی قدرت اِس تقریر کے صرف ایک ہی مہینہ بعد قضا و قدر نے تاجِ شاہی شہزادی وکٹوریا کے سر پر رکھ دیا۔

غرضکہ شہزادی وکٹوریہ نے سِنِ بلوغ تک پہنچتے پہنچتے اپنی والدہ کی بہترین تعلیم و تربیت کے باعث مُلک میں کافی اعتبار اور اعتماد پیدا کر لیا تھا۔ اور عام و خاص لوگ باوصف اِنکے دو چچاؤں کی موجودگی کے انکو زیادہ محبت اور شوق سے تخت نشین ہونیکے قابل سمجھتے تھے۔ اور یہہ وہ اثر ہے۔ کہ جو بہت ہی کم لوگوں کو حاصل ہو سکتا ہے۔ اور بالخصوص شہزادی وکٹوریہ کی یتیمی دیکھتے ہوئے۔ تو اِس کو ایک قُدرتِ الٰہی کا کرشمہ سمجھنا چاہئیے۔ بہر حال اِس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ بہتر تعلیم و تربیت کا اثر کِس قدر انسان کی کامیابی اور ہر دلعزیزی کا باعث ہوا کرتا ہے۔ اور اِس میں جہانتک مُمکن ہوسکے اچھے والدین کو ایسی ہی کوشش کرنی چاہئیے۔ جیسی کہ شہزادی موصوفہ کی والدہ نے اِس یتیم بچہ کی تعلیم اور تربیت میں کی۔

باب دوم

ملکہ وکٹوریا کی تخت نشینی

فصل اوّل

تاریخ انگلستان پر ایک سرسری نظر

تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ انگلستان جسکی شہرت اور ناموری اسوقت چاردانگ عالم میں اپنا ڈنکہ بجوا رہی ہے پہلے صرف برٹانیہ کہلاتا تھا۔ (چنانچہ ابتک برٹانیہ مشہور ہے) اور آج سے دو ہزار برس پہلے ایک ایسا وحشی ملک تھا کہ جس پر تہذیب و تمدن کا سایہ تک نہ پڑتا تھا۔ اور عموماً بُت پرستی کا رواج تھا جسمیں انسانی قربانی بھی شامل تھی اور وہاں کے باشندے اکثر تو مادرزاد ننگے رہتے تھے۔ مگر سردی سے بچنے کے لئے جسم کو پتوں یا جانوروں کی کھالوں سے ڈھاپنا جانتے تھے۔ ان عالیشان مکانوں کی جگہ جو آج ہفت اقلیم میں سربلند ہو رہے ہیں۔ اس ملک کے باشندے جنگل اور پہاڑوں کی کھوؤں اور درختوں کی کھولوں میں زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ اور شکار کے گوشت پر اکثر گذارہ ہوتا تھا۔ چنانچہ سب سے اوّل قیصر جولیس نے جب ۵۵ئہ میں اس ملک پر چڑھائی کی تو اس کی یہی حالت تھی۔ اور ایسی حالت میں سوائے شکست کھانے کے اس کے باشندوں کا چارہ بھی کیا تھا۔ لیکن پھر بھی

انہوں نے نہایت جدوجہد سے افواجِ شاہی کا مقابلہ کیا۔ اور قیصر جولیس کو معلوم ہو گیا کہ یہ ناتربیت یافتہ قوم بھی آسانی سے زیر نہیں ہو سکتی۔ مگر آخرش قیصر کی فتح ہوئی۔ اور اس نے یہاں رومیوں کا تمدن پھیلانا شروع کیا۔ مندر بھی ڈھا دیئے گئے۔ اور دینِ مسیحی کی اشاعت شروع کی گئی۔ کیونکہ جولیس خود عیسائی مذہب رکھتا تھا غرضکہ جزیرہ برٹانیکا پر رومیوں کا پہرہ اُڑنے لگا۔ لیکن ابھی وہ اس کے دو حصص سکاٹلنڈ وغیرہ پر قابض ہونے نہ پائے تھے کہ شہنشاہ ٹیوریس کے وقت میں جب اہلِ اسلام نے روم پر حملے شروع کئے۔ تو رومیوں نے اپنی افواج برٹانیکا سے واپس بلا لیں۔ اور اس واپسی کو غنیمت سمجھکر سکاٹلنڈ والوں نے اس پر حملے شروع کر دیئے۔ جنسے تنگ ہو کر باشندگان برٹانیکا نے سکس قوم کی اعانت چاہی۔ جو جرمنی کے رہنے والی تھی۔ چنانچہ اُس قوم کے فرقہ انگل نے برٹانیکا والوں کی امداد تو کی۔ مگر خود یہیں رہ گئے۔ اور اپنی قوت وجمعیت کے باعث وُہی قوم حکمران تسلیم ہوئی۔ اور اسی لحاظ سے اسکو انگلینڈ کہنے لگے۔ کیونکہ لینڈ کے معنے انگریزی میں زمین کے ہیں۔ یعنے قوم انگل کی زمین اس قوم انگل کے سات سرداروں نے اپنی اپنی جُدا جُدا ریاستیں قائم کر لیں جو کچھ عرصہ تک اپنی اپنی جگہ حکمران رہیں۔ لیکن دن بدن زمانہ کی ضروریات اور وقتی تغیرات نے ایک بادشاہ کی ضرورت کو تسلیم کرایا۔ تو ۸۲۷ء میں ایگبرٹ نامی انگلینڈ کا سب سے پہلا بادشاہ تختنشین ہوا۔ چونکہ یہ بادشاہ فرانس کے شہنشاہ شارلمین کا تربیت یافتہ تھا۔ اسلئے اس نے عمدگی سے اپنا وقت گذارا اور مُلک کو اہالیان ڈنمارک کے حملوں سے بخوبی بچاتا رہا۔ اس کے بعد ۸۳۶ء میں اتھل ڈلف نامی بادشاہ ہوا۔ اس کے وقت میں ڈنمارک والوں نے ایک چھوٹے سے جزیرہ ٹیننٹ نامی پر قبضہ کر لیا۔ مگر اس کے انتظام سے زیادہ جرأت ہو سکی

یہ شخص اپنے دین کا بڑا پابند تھا۔ ۸۵۸ء میں اس کے مرنے پر اس کے بیٹے اتھل بلڈ اور اتھل برٹ حکمراں ہوئے۔ مگر انتظام نہ سنبھل سکا۔ آخر ش ۸۶۶ء میں انکے مرنے پر انکا تیسرا بھائی اتھل رڈ تخت نشین ہوا۔ اس کے وقت میں بھی بدستور ڈنمارک والوں کے حملے جاری تھے۔ اور اگرچہ اتھل رڈ بڑا جری تھا۔ مگر ایک جنگ میں شدید زخمی ہونے سے جانبر نہ ہو سکا۔ اور ۸۷۱ء میں اس کا بیٹا الفرڈ اعظم کے نام سے تخت نشین ہوا۔ اس نے ڈنمارک والوں کے چھپن حملوں کا نہایت خوش تدبیری اور شجاعت سے مقابلہ کیا۔ جس کے بعد انہیں مجبوراً خاموش ہونا پڑا۔ اسی بادشاہ کے وقت میں آکسفورڈ کا دار العلوم قائم ہوا۔ جو اس وقت دنیا بھر میں بے عدیل ہے۔ پنچایت کا طریقہ بھی اسی کے وقت میں جاری ہوا۔ اور انگلستان میں سب سے پہلے اینٹ کے محلات بھی اسی نے بنوائے۔ آخر ش جب ۹۰۱ء میں اس کا پیمانہ عمر لبریز ہوا۔ تو ایڈورڈ اوّل اور اس کے بعد اتھل اسٹن۔ اور بعد ازاں ایڈمنڈ اوّل۔ اور پھر ایڈورڈ دوم۔ اور پھر شاہ ایڈوی۔ اور شاہ ایڈگار۔ اور ایڈورڈ سوم یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوتے رہے۔ اور پھر اتھل رڈ دوم کے زمانہ میں قوم ڈین نے انگلینڈ کو ستانا شروع کر دیا پہلے تو اس نے کچھ دے دلا کر ٹالا لیکن جب اسی چسکے کی وجہ سے انہوں نے پھر حملے شروع کئے۔ تو اس نے تنگ آ کر حکم دیا کہ جس جگہ قوم ڈین کا کوئی متنفس پایا جائے ہلاک کر دیا جائے۔ چنانچہ اسی طرح اس پر عمل ہوا جس سے شاہ ڈنمارک کو سخت اشتعال پیدا ہوا۔ اور وہ اپنی جرار فوج سے یلغار کرتا ہوا انگلینڈ پر چڑھ آیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ اتھل رڈ دوم تو تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ گیا۔ اور ۱۰۱۳ء میں سویجن ڈین شاہ ڈنمارک تخت انگلینڈ پر قابض ہوا۔ اس کے مرنے کے بعد پھر کچھ ابتری رہی۔ مگر آخر ش ۱۰۱۷ء میں اس کا بیٹا قانوٹ نام کل ملک کا بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد ۱۰۳۵ء میں اس کا بیٹا

ہیرلڈ اوّل حکمران ہوا۔ اور اس کے مرنے بعد اس کا بھائی ہارڈی قناوت
ڈنمارک سے بلاکر بادشاہ بنایا گیا۔ لیکن چونکہ اس سے لوگ خوش نہ تھے۔ لہذا
اتھل ریڈ دوم کے بیٹے کو تخت دیا گیا۔ مگر یہ سب بہت جلد تمام ہوتے گئے۔ اور
سنہ ۱۰۴۲ء میں ایڈورڈ سوم تخت نشین ہوا۔ اس نے ڈنمارک اور انگلینڈ والوں
میں رابطہ اتحاد بڑھانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد ایک امیرزادہ ہیرلڈ
نامی نے سلطنت کا دعوی کیا۔ اور اہالیانِ دربار نے بھی اس کو مستحق اور لائق سمجھکر
سنہ ۱۰۶۶ء میں تخت نشین کر دیا۔ اس کے بیٹھتے ہی ولیم ڈیوک نارمنڈی نے رجو
ایڈورڈ سوم کا چچازاد بھائی تھا نہایت زور کا حملہ انگلینڈ پر کیا۔ اور اگرچہ ہیرلڈ
اس میں بڑی پامردی سے لڑتا رہا۔ مگر دشمن کی فوج کا ایک تیر خود اس کے سر کو
چھید کر خیالِ حکمرانی کے ساتھ روح کو بھی نکال لے گیا۔ اور ڈیوک نارمنڈی ولیم
فتحمند کے نام سے تخت نشین ہوا۔ اور جب سنہء میں اس نے وفات پائی تو
اس کا بیٹا ولیم روفس تخت نشین ہوا۔ مگر سنہء میں جبکہ یہ مع اپنے مصاحبوں
کے سیر و شکار کر رہا تھا۔ تو کسی اپنے ہی مصاحب کا تیر نادانستہ اس کے سینہ کو
چھید کر کے اس کو بارِ سلطنت سے سبکدوش کر گیا۔ جسکے بعد اس کا چھوٹا
بھائی ہنری تختِ سلطنت پر بیٹھا۔ اس نے سلطنت کے خیال سے
اپنے بھائی کو قید کر دیا تھا۔ مگر چاہ کن را چاہ درپیش اس کا بیٹا خود اس کی
زندگی میں مر گیا تھا۔ سنہ ۱۱۳۵ء میں جب اس کا انتقال ہوا۔ تو اُمرا و اعیان نے
اسکی بیٹی مٹلڈہ کو تخت نشین کیا۔ مگر ہنری کا بھانجہ سٹیون یہ خبر سنکر
فوراً چڑھ دوڑا۔ اور زبردستی سے تخت نشین ہو گیا۔ مٹلڈہ بھاگ گئی لیکن جب
سٹیون سے کام نہ چل سکا۔ تو مٹلڈہ پھر آموجود ہوئی۔ اور سٹیون کو معزول
کر دیا۔ لیکن خود بھی ملک سنبھال نہ سکی۔ لہذا پھر وہی سٹیون بادشاہ ہوا۔

اور اب ۱۱۵۳ء میں لڑکے ہنری نے سلطنت کا دعویٰ کیا۔ سٹیفن بھی چونکہ کچھ زور آور نہ تھا۔ اُس نے اِس بات پر صُلح کر لی۔ کہ میرے بعد تم ہی تخت نشین ہوگے۔ چنانچہ ۱۱۵۴ء میں سٹیفن کے مرنے پر ہنری دوم تخت نشین ہوا۔ اور اِس نے آئین وعدالت کا بخوبی رواج دیا۔ اِس کے بعد ۱۱۸۹ء میں اِس کا بیٹا رچرڈ سریر آرا ہوا۔ یہ بڑا دلیر اور شیر دل تھا۔ جنگ و جدل سے اِسے خاص دلچسپی تھی۔ اِسی واسطے تاریخ میں اِس کا نام رچرڈ شیر دل لکھا جاتا ہے جب سلطان صلاح الدین کے مقابلہ میں یہ بیت المقدس پر اپنی کثیر التعداد فوج لیکر گیا۔ تو حصار کی سختی اور گذشتہ مصائب سے تنگ ہو کر تن تنہا واپسی کی ٹھہرالی۔ بدنصیبی سے اکیلے جاتے ہوئے آسٹریا کے نواب کے ہاتھ لگا۔ اور اِس نے گرفتار کر لیا۔ اور اِس پر غضب یہ کہ اُس لالچی نے شہنشاہ جرمن سے کچھ روپیہ لیکر اِس کو اُس کے ہاتھ بیچدیا۔ جس نے اِسے بیڑیاں ڈالکر قید کر دیا۔ اہلِ ملک کو اِس واقع کی کوئی اطلاع نہ تھی۔ صرف گمشدگی مشہور تھی۔ اِسی بنا پر چند آدمی اِسکی تلاش میں جابجا نکلے۔ اِسے چنگ نوازی میں بھی خاص مہارت تھی۔ اتفاقاً اِس کا ایک متلاشی وہی گت بجاتا ہوا اُس قلعے کے نیچے سے گذرا جس میں یہ قید تھا۔ تو رچرڈ مطلب سمجھ گیا۔ اور خود بھی چنگ لیکر وہی گت بجانی شروع کی۔ جس سے اُس متلاشی کو یقین ہو گیا۔ کہ بادشاہ یہیں قید ہے پس اس نے اپنے ملک میں خبر کی۔ تو انگریزوں نے زر کثیر دیکر شیر دل رچرڈ کو اُس قید گراں سے چھڑایا۔ اور نہایت مسرت سے لیکر بدستور سلطنت پر بٹھایا۔ مسلمانوں کے ساتھ اِسی رچرڈ کی معرکہ آرائیاں اکثر ہوئی ہیں۔ خیر آخرش کسی جنگ میں اِس کے شانہ پر تیر لگ گیا تھا۔ جس سے یہ جانبر نہ ہو سکا۔ اور ۱۱۹۹ء میں اِس کی جگہ اِس کا چھوٹا بھائی جان بادشاہ ہوا۔ یہ شخص بڑا ظالم تھا۔

جب اس نے رعایا کو سخت تنگ کیا۔ تو ملک نے بغاوت کر دی۔ اور جب کوئی مفر نظر نہ آیا۔ تو اس نے رعایا کے حسب دلخواہ ایک سند لکھکر اپنی جان چھڑا لی۔ یہ سند ۱۵ جون ۱۲۱۵ء کو لکھی گئی تھی۔ اور ابتک انگلستان کے عجائب گاہ میں موجود ہے۔ اور یہی سند آزادی حقوق کی بنیاد سمجھی جاتی ہے۔ ۱۲۱۶ء میں اس کے مرنے پر اس کا ولیعہد ہنری سوم کے نام سے تخت نشین ہوا اگرچہ یہ بھی باپ کا نمونہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈیوک آوف لیسٹر نے پہلے خفیہ اور پھر علانیہ طور پر ایک مجلس قائم کی۔ جس میں سوائے امرا اور پادریوں کے ہر محلہ کے دو دو معززین باری باری سے بلوا کر انتظام ملک پر مشورہ ہوتا تھا۔ اور یہی مجلس پارلیمنٹ کے نام سے موسوم ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بادشاہ کے اقتدار میں بہت کم فرق آگیا۔ اور آج تک اصلاحات مناسب کے ساتھ وہی مجلس قائم ہے۔ اس کے مرنے کے بعد ۱۲۷۲ء میں ایڈورڈ اول سریر آرائے سلطنت ہوا۔ ایڈورڈ اول کو اسیواسطے کہا گیا ہے کہ پارلیمنٹ کے ساتھ حکومت کرنے والا یہی پہلا ایڈورڈ تھا۔ اس نے پارلیمنٹ کو اور بھی زیادہ اختیارات دیدیئے تھے۔ جس کا بڑا بھاری نفع یہ تھا۔ کہ ملکی سازشوں کیطرف سے بالکل بیفکری تھی۔ اور یہ خود سرزمین کنعان وغیرہ میں بڑی نمایاں فتحیابیاں کیا کرتا تھا۔ اس نے ویلز انگلینڈ کا مغربی علاقہ فتح کیا۔ اور سکاٹلنڈ کے بادشاہ کو ۱۳۰۵ء میں پا بجولان لنڈن میں لاکر چند عرصہ قید رکھنے کے بعد قتل کر دیا۔ اور پھر خود بھی ۱۳۰۷ء میں پہلوان اجل سے پچھڑ کر تخت سلطنت ایڈورڈ دوم کے لئے چھوڑ گیا۔ جو بیچارہ بڑا ہی بد نصیب اور کم بخت تھا۔ کہ ایک تو اس کے عہد میں سکاٹلنڈ کا بہت سا حصہ انگلینڈ سے نکل گیا۔ اور دوسرا خود اس کی بیگم نے اس کے خلاف سازش کر کے

اِسے گرفتار کر لیا۔ اور اِس کے بیٹے ایڈورڈ سوم کو برائے نام تخت نشین
کر کے خود حکومت کرنے لگی۔ اور پھر اِس پر بھی بس نہ کی۔ بلکہ قید میں ہی سنہ ۱۳۲۷ء
میں ایک سینگ کی نلی اُس کی مقعد پر چڑھا کر اُس کے ذریعہ سے ایک گرم
آہنی سیخ اُس کے پیٹ میں پہنچا کر مار ڈالا۔ بیگم نے تو سوچا ہوگا۔ کہ اب سلطنت
کی مالک بلا شرکت میں ہی رہوں گی۔ مگر ایڈورڈ سوم نے بمشورۂ پارلیمینٹ
تین ہزار روپیہ ماہوار پنشن کر کے والدہ کو قید کر دیا۔ جس میں ۲۵ سال تک
رہنے کے بعد اِس نے انتقال کیا۔ اِس کے وقت میں سکاٹلنڈ پھر فتح ہوا۔
اور اِس کے بیٹے جان نے بادشاہِ فرانس کو بھی اچھی طرح زیر کر لیا تھا۔ مگر
وہ خود موت سے نہ بچ سکا۔ اور اِسی غم سے ایڈورڈ سوم بھی اپنے بیٹے کے
ایک برس بعد سنہ ۱۳۷۷ء میں مر گیا۔ جس کے بعد اُس کا دوسرا بیٹا رچرڈ دوم
کے نام سے تخت نشین ہوا۔ مگر یہ شخص بھی حیلہ باز تھا۔ کئی مواقعات پر اِس نے
بیش قرار رعائتیں رعایا کو لکھ دیں اور کام نکلنے پر صاف مکر گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ رعایا کے میلان سے اِس کا بھائی ڈیوک اوف لنکاسٹر سنہ ۱۳۹۹ء میں
تختِ سلطنت پر بیٹھ گیا۔ اِس کے وقت میں بھی بغاوت تو ہوئی۔ مگر فرو
ہو گئی۔ اِس کے بعد اِس کا لڑکا ہنری پنجم کے نام سے تخت نشین ہوا۔
اِس نے فرانس پر فوج کشی کی۔ اور آخر الامر اِس امر پر صلح ہوئی۔ کہ شاہِ فرانس
کی لڑکی ہنری پنجم سے بیاہی جائے۔ اور ہنری پنجم ہی ولیعہد فرانس قرار دیا
جائے۔ مگر جب دونوں مُلکوں کے تاج و تخت کا یہی اکیلا وارث بنا تو موت
آ گئی۔ اور اِس کا ایک نو ماہہ لڑکا ہنری ششم کے نام سے تخت پر بٹھا کر ہیسٹیفورڈ
ایک فرزانہ شخص مُختار کل کیا گیا۔ مگر ڈیوک اوف یارک نے چڑھائی کر دی
اور بعد بہت سی فتح و شکست کے آخر ہنری ششم کو قتل اور اُس کی والدہ کو

قید کرکے وہی حکمراں ہوا۔ جس کے آخر میں بیگم کو تو فرانس والوں نے نذر کثیر
دیکر چھڑا لیا اور تخت انگلینڈ اسی کے قبضہ میں رہا۔ مگر یہ بھی سخت ظالم تھا۔
اور حسین ہونے کے باعث زانی بھی بڑا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ سنہ ۱۴۸۳ء میں
اس کا انتقال ہوا۔ تو اس کا دوازدہ سالہ لڑکا ایڈورڈ پنجم کے نام سے
تخت پر بٹھایا گیا۔ اور ڈیوک آف گلاسٹر جو انکا چچا تھا۔ نائب السلطنت مقرر
ہوا۔ لیکن اس نے موقع پاکر دونوں بھائیوں کا گلا گھونٹ کر خود بادشاہت
حاصل کر لی۔ اور رچرڈ سوم سے مخاطب ہوا۔ مگر جب اس کی اس بدشعاری
اور ظلم وستم کی فرانس میں خبر پہنچی تو شاہ فرانس نے نارمن کے نواب کو مدد دیکر
انگلستان بھیجا۔ جس نے اس ظالم کو قتل کرکے ہنری ہفتم کے نام سے سنہ ۱۴۸۵ء
میں تخت سلطنت سنبھال لیا۔ اس نے ایڈورڈ چہارم کی بیٹی ایلی زبتھ سے
شادی کرکے نفاق خاندانی کو دفع کر دیا۔ امن وامان رہنے کے باعث اس کے عہد میں
انگلینڈ کے فیشن نے بھی خوب ترقی کی۔ سنہ ۱۵۰۹ء میں اس کے مرنے پر اس کا بیٹا
ہنری ہشتم تخت پر بیٹھا۔ جس کے ظلم وستم کی داستانیں سب ظالموں کے
کارناموں پر پانی پھیر گئیں۔ اس نے اپنے عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھنے
والوں کو ایسی جابرانہ وظالمانہ اور وحشیانہ سزائیں دی ہیں کہ پناہ بخدا۔ سر کٹوا دینا
تو خیر زندہ جلا دینا۔ گرم پانی میں جوش دلوا دینا معمولی باتیں تھیں۔ عبادت خانے
منہدم۔ مدرسے موقوف۔ گرجے مسمار۔ شفاخانے القط۔ اس کے عہد میں جو عبادتگاہیں
اور گرجے وغیرہ بند ہوئے انکی تعداد مورخین نے یہ لکھی ہے۔ معبد ۶۴۸، مدارس
۹۰۔ گرجے ۲۳۷۴۔ شفاخانے ایک سو۔ آخرش یہ بھی نہ رہے۔ اور سنہ ۱۵۴۷ء میں اسکا
بیٹا ایڈورڈ ششم تخت نشین ہوا۔ جس نے پروٹسٹنٹ مذہب کا رواج دیا۔
اور امورات سلطنت میں کافی اصلاح کی۔ لیکن بعمر ۱۶ سال سنہ ۱۵۵۳ء میں انتقال

کر لیا۔ اور اس کی جگہ اسکی لڑکی ملکہ میری تخت پر بٹھائی گئی۔ جو بڑی جابرہ تھی اور خونی ملکہ کہلاتی تھی۔ اس نے اپنی حریف بی بی جین گری کو قتل کروادیا تھا۔ آخرالامر ۱۵۵۸ء میں پانچ برس کی سلطنت کے بعد یہ بھی مرگئی۔ اور ملکہ ایلی زبتھ تخت نشین ہوئی۔ یہ ملکہ پہلے درجہ کی حسین تھی۔ لیکن غرور حسن یہانتک بڑھا ہوا تھا۔ کہ عمر بھر کبھی کو اپنی شادی کے قابل ہی نہ سمجھا۔ (حالانکہ ملکہ وکٹوریا اس سے بھی زیادہ حسین تھیں) چنانچہ ہسپانیہ کے بادشاہ فلپ ثانی نے اسے شادی کا پیام دیا۔ تو اس نے حقارت سے نامنظور کردیا جسپر اس نے بڑی کروفر سے چڑھائی کی۔ لیکن تقدیر سے ملکہ کی ہی فتح رہی اس کی تاریخ میں سب سے زیادہ یہ امر قابل تحریر ہے۔ کہ اس نے مذہب رومن کاتھلک کو جس کا پوپ موئد تھا بالکل نیست و نابود کرنے کی جابرانہ کوشش کی۔ اور کلیساؤں میں حکماً مارٹن لوتھر کی تعلیم (مذہب پراٹسٹنٹ) مروج کرکے رومن کاتھلک کے عقیدے والوں کو سنگین سزائیں دیں۔ حتیٰ کہ اپنی پھوپھی زاد بہن ملکہ میری کو بھی اسی مذہبی مناقشہ کے سبب اسیر قید رکھ کے مروادیا۔ تا بدگراں چہ رسد۔ اس کے زمانہ میں سر والٹر ریلی ایک شخص اپنی حسن کارگذاری کے باعث اس کا منظور نظر ہوگیا تھا۔ مگر اسے بھی شادی نصیب نہوئی۔ اور وہ بھی اس کی خونخوار طبیعت سے بچ نہ سکا۔ ایکسس کے نواب پر بھی خاص نظر عنایت تھی۔ بلکہ ایک چھلا اسے بطور یادگار دے رکھا تھا کہ اگر کبھی شاہی ناراضی ہو تو اسے شفاعت میں پیش کرنا۔ مگر وہ بھی اس کی جلادی کی لپیٹ سے بچ نہ سکا۔ کہتے ہیں کہ اس نے وہ چھلا کسی بوڑھی عورت کے پاس امانتاً رکھا ہوا تھا جس نے کسی پرخاش خاص کیوجہ سے وقت پر دبا رکھا اور وہ مارا گیا۔ جب اس کی اطلاع ایلی زبتھ کو ہوئی۔ تو اسے بڑا صدمہ ہوا۔ اور

عاشق کی آہ کام کر گئی۔ یعنے یہ بھی ایک برس بعد گھل گھل کر مر گئی۔ اس کے زمانہ میں ہی شکسپیر اور اسپینسر مشہور شاعر گذرے ہیں۔ اور اسی کے زمانہ میں تیس لاکھ روپیہ جمع کر کے انگلستان کے بعض لوگوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی۔ اور ہندوستان میں سلسلۂ تجارت جاری کیا۔ اور اسی وقت سے فرانس والوں نے انگلستان آنا جانا شروع کر کے انگلینڈ والوں کو صنعت وحرفت کی تحریص دلائی۔ غرضکہ اس کے وقت میں قومی ترقی کی بنیاد زیادہ مضبوط ہوگئی۔ اور اسیوجہ سے اس کے مظالم سے قطع نظر کر کے انگلستان والے اسکو مبارک خیال کرتے ہیں۔ جب ۱۶۰۳ء میں اس کا پیمانۂ عمر لبریز ہوا۔ تو بسبب شادی نہ کرنے اور لاولد ہونے کے اس نے ملکہ میری مقتول اپنی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے جیمس کو جو اس وقت حاکم سکاٹلینڈ تھا۔ تخت نشین کرنے کی وصیت کی۔ چنانچہ اس کی تخت نشینی پر جیمس اوّل خطاب ہوا۔ اور ملک گریٹ برٹن کے نام سے منسوب ہوا۔ مذہبی تعصب میں اس نے بھی ایلی زبتھ کی تقلید کی۔ بلکہ اپنی وہمی طبیعت سے ایسی عورات کو جنپر چڑیل ہونیکا شبہ ہو سزائے موت دینے کا قانون جاری کیا۔ اس کے مار ڈالنے کے لئے بعض لوگوں نے ایک سُرنگ اس کے محل تک کھودی۔ مگر راز کھلنے سے یہ تو بچ گیا۔ اور مفسدین مارے گئے۔ ۱۶۲۵ء میں اس کے مرنے پر اس کا بیٹا چارلس اوّل حکمراں ہوا اس نے نئے سرے سے پھر پوپ کا مذہب رومن کاتھلک جاری کر کے پرٹسٹنٹ مذہب والوں کو مارنا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے ظلم وستم سے تنگ آکر کرامول نام ایک شخص کی سرغنائی سے رعایا نے بغاوت کی۔ اور بادشاہ بھی خوب لڑتا رہا۔ مگر آخر اسکاٹلنڈ والوں کے ہاتھ گرفتار ہوگیا۔ جنہوں نے بیس لاکھ روپیہ پا کے باغیوں کے سرغنہ کرامول کے ہاتھ بیچدیا۔ اور اس نے ۳۰ جنوری ۱۶۴۹ء

کو اس کا سر کاٹ دیا۔ اور کرامول جمہوری حیثیت سے کام کرتا رہا۔ اس کے مرنے
پر اس کا بیٹا رچرڈ کرامول بیٹھا۔ مگر کام نہ چل سکا۔ اور پھر چارلس اوّل کے
مفرور بیٹے کو ہی بلا کر ۱۶۶۰ء میں تخت نشین کیا گیا۔ چارلس دوم نے باپ کے
قاتلوں کو سخت سزائیں دیں۔ اور اگرچہ خود بھی نالائق اور فاسق تھا۔ مگر تقدیر سے
بادشاہ پرتگال کی لڑکی سے شادی کر کے کسیقدر افریقہ کا علاقہ اور ایک بمبی کا
قلعہ اس کے جہیز میں پایا۔ ۱۶۸۵ء میں اس کے مرنے پر اس کا بھائی جیمس دوم
کے نام سے تخت نشین ہوا۔ مگر مذہبی تعصب کے باعث لوگ اس کے خلاف ہو گئے
اور اس کے داماد ولیم اور بیٹی میری کو فرانس کے علاقہ ارنم سے بلایا۔ چونکہ شاہی
خاندان کے تمام ممبر اس کے خلاف تھے۔ اسلئے ۱۶۸۸ء میں ولیم کی ہی فتح ہوئی
اور وہ مع اپنی ملکہ میری کے تاجدار ہوا۔ جیمس دوم نے پھر بھی ایکدفعہ فرانس والونکی
مدد سے ولیم پر حملہ کیا۔ مگر منہ کی کھائی۔ ولیم دوم اور ملکہ میری دوم کی حکومت کی
بھی کچھ پسندیدہ تو نہ ہوئی۔ مگر اس کے وقت میں پارلیمنٹ اور بادشاہ کے حقوق
کی حدود مقرر ہوئیں۔ فوج جو اس سے پہلے بوقت ضرورت بیگاریوں کیطرح رکھ لی
جاتی تھی۔ اور کام نکالکر موقوف ہو جاتی تھی۔ اس طریق میں ترمیم ہو کر ایک آئینی فوج
باقاعدہ طور پر ملازم رکھی گئی۔ اور پھر ایسٹ انڈیا کمپنی والوں نے ہندوستان میں
میں سر کا لگا کر کلکتہ میں فورٹ ولیم اس کے نام پر تعمیر کیا۔ ۱۷۰۲ء میں یہ مرا تو
اس کی بیٹی ملکہ اینی تخت نشین ہوئی۔ کیونکہ جیمس دوم بھی اس کے پہلے مر چکا
تھا۔ اور ملکہ میری بھی اس سے سات سال پہلے فوت ہو چکی تھی۔ ملکہ اینی بڑی
خوبصورت اور خوب سیرت حکمران تھی۔ اس کے وقت میں انگلستان کو فرانس
اور سپین پر نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں۔ جبرالٹر فتح ہوا۔ جیمس اوّل کے وقت میں
اگرچہ سکاٹلینڈ انگلینڈ کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ مگر پارلیمنٹ دونوں کے جدا جدا تھے

س کے وقت میں دونوں کا ایک ہی پارلیمنٹ مقرر ہوا۔ یعنے اسکاٹلنڈ والوں
دا اپنے ۱۶۔ امرا۔ اور ۴۵ شرفا پارلیمنٹ انگلستان میں ممبر مقرر کرنیکا استحقاق
یلہ وہاں کا جداگانہ پارلیمنٹ توڑ دیا گیا۔ غرضکہ اِس کا زمانہ انگلستان کے لئے
بڑا غنیمت گذرا۔ نیوٹن۔ لاک۔ پوپ اور ایڈیسن جیسے عالی دماغ شخص اسی کے
وقت میں ہوئے تھے۔ اِس کے بعد ۱۷۱۴ء میں اِس کے مرنے پر انگلستان والوں
نے ہنوور (جرمن) کے خاندان سے **جارج اوّل** کو بلا کر تخت نشین کیا۔ جو
جیمس سوم کی بیٹی کا پوتا تھا۔ مگر بعد چندے اِس سے بغاوتیں ہوئیں۔ آخر ۱۷۲۷ء
میں اِس کا بیٹا **جارج دوم** مقرر ہوا۔ اِس کے وقت میں اکثر لڑائیاں ہوتی رہیں
نتیجہ یہہ کہ کوبی بک اور کناڈا کے شہر انگلستان میں شامل ہوئے۔ اِس کے
مرنے پر ۱۷۶۰ء میں **جارج سوم** اِس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ اِس کے مزاج
میں حکومت خود اختیاری زیادہ تھی۔ جس سے اخبارات کو نکتہ چینی کا موقع
ملتا تھا۔ اور ہر چند اِس نے اِنکو دبانا چاہا۔ مگر وہ نہ دب سکے۔ اِس کے وقت
میں فرانس کی اعانت سے امریکا والوں نے اپنا ملک آزاد کر لیا۔ اور وہاں حکومت
جمہوری قائم ہوگئی۔ اِس نے فرانس پر فوج کشی کی۔ مگر نپولین نے بزور مدافعت
کی۔ ہندوستان میں البتہ حکومت کی ترقی ہوئی۔ اور وارن ہیسٹنگز پہلا
گورنر جنرل کر کے بھیجا گیا۔ ۱۸۲۰ء میں اِس کے مرنے پر **جارج چہارم**
تخت پر بیٹھا۔ اِس کے وقت میں نپولین بوناپارٹ سے بہت معرکہ آرائی کا آغاز
ہوا جنمیں آخر کار نپولین قید ہو کر انگلستان لایا گیا۔ اور یہیں مر بھی گیا۔ لیکن
سلطنت فرانس علیحدہ ہی رہی۔ اِس کی اپنی بیگم سے اَن بَن ہوگئی تھی۔ چنانچہ
یہہ مقدمہ پارلیمنٹ تک پہنچا۔ جس کا نتیجہ یہہ ہوا۔ کہ پارلیمنٹ پر بیگم کی عاشق مزاجی
ثابت ہوئی۔ اور اِس نے اُس کا وظیفہ مقرر کر کے بادشاہ سے الگ رہنے کا

فیصلہ دیا۔ اِس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اِسلئے اِس کے مرنے پر ۱۸۳۰ء میں اِس کا چھوٹا بھائی ولیم چہارم کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ یہہ بادشاہ بڑا لائق تھا اور اِس کے وقت میں بڑی ترقّی و اصلاح انگلستان کو نصیب ہوئی۔ ریل کی رفتار میں ترقّی ہو کر فی گھنٹہ تیس میل مُقرر ہوئی۔ ہندوستان کی مسافت جو پہلے چار مہینے کی تھی۔ ایشیا کی راہ سے صرف چھ ہفتے کی مُقرّر ہوئی۔ پارلیمنٹ میں ممبران کا اضافہ ہوا۔ اور ہر شخص کو شمولیت کا حق دیا گیا۔ جو لوگ غلام کہلاتے تھے اِس نے بیس کروڑ روپیہ پر خرید کر اِنہیں آزاد کر دیا۔ غرضکہ تجارت۔ صنعت و حرفت ہر چیز میں ترقّی رہی۔ اور بالآخر ۱۸۳۷ء میں یہہ لائق بادشاہ بھی ایک اعلیٰ ترین خاتون اور نہایت مبارک ملکہ کے لئے (جو اُسوقت صرف ایک شاہی خاندان کی یتیم لڑکی تھی) تختِ سلطنت کو خالی چھوڑ کر مر گیا۔

فصلِ دوم

ملکہ وکٹوریا کی تخت نشینی کے اسباب

ملکہ وکٹوریا اگرچہ خاندانِ شاہی کی مُمتاز ممبر تھیں۔ مگر چونکہ شہنشاہ جارج سوم کے چوتھے فرزند کی لڑکی تھیں۔ اِسلئے یہہ اُمید کسی طرح سے بھی نہ ہو سکتی تھی۔ کہ تختِ انگلستان کبھی اِنکے بھی حِصّہ میں آئے گا۔ لیکن قُدرت نے جو سامان اِنکے لئے فراہم کر دیئے۔ وہ کُچھ ایسے عجیب و غریب تھے۔ کہ جو خاص اُنہیں کا حصّہ تھے جسوقت ملکہ وکٹوریا پیدا ہوئی ہیں۔ اُسوقت شہنشاہِ جارجِ سوم تختِ سلطنت پر متمکن تھے۔ اور انکی اولاد میں سے قریب آدھی درجن کے لڑکے موجود تھے۔ لیکن قسمت نے جہاں ملکہ وکٹوریا کے سر سے باپ کا سایہ اُٹھا

ساتھ ہی دادا کو بھی لے ڈالا۔ اور تختِ سلطنت آنکے ولیعہد کے حصّہ آیا۔
جو جارج چہارم کے لقب سے ملقب ہوا۔ اور اُس کی زندگی میں ہی اُس کے
بھائی ڈیوک اوف یارک لاولد مر گئے۔ اِس کے علاوہ جارج چہارم کی نسل
سے شہزادی شارلٹ ایک دُخترِ نیک اختر مستحق تاج و تخت ہونے والی تھیں
جنکا بیاہ ۱۸۱۶ء میں ڈنمارک کے شہزادہ لیوپولڈ سے ہوا تھا۔ مگر ملکہ وکٹوریا
کی پیدائش سے صِرف چھ مہینے بعد ہی ۲۵ جنوری ۱۸۱۹ء میں ۲۲ سال کی
عُمر پا کر وہ بھی حالتِ زچا میں انتقال کر گئیں۔ ورنہ اِن کی موجودگی میں کسی کا
بھی حق نہ تھا۔ جارج چہارم کے بعد انکے بھائی ولیم چہارم ہو کے تخت نشین
ہوئے۔ جنہیں ۱۸۲۰ء میں ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ مگر وہ بیچاری بھی گہوارۂ شیرخواری
میں ہی قضا کر کے ولیم چہارم کو لاولد چھوڑ گئی۔ اِس کے سوا ملکہ کے دو اَور
چچا اِنکے والد سے چھوٹے تھے۔ جنکا نام ڈیوک اوف کمبرلنڈ اور ڈیوک اوف
سیکس تھا۔ اور اِنکے حق کو کوئی روک نہ سکتا تھا۔ مگر حُسنِ اتفاق سے
برخلاف قواعدِ سلطنت اُنھوں نے اپنی اپنی شادیاں اپنی مرضی اور خواہش
سے بغیر منظوری سلطنت کے کر لی تھیں۔ اور نیز وہ انگلستان سے باہر سرزمین جرمن میں
پیدا ہوئے تھے جس سے اِنکی تخت نشینی کا حق زائل ہو چکا ہے۔ اور اسطرح تختِ سلطنت کی
حقدار صِرف ایک ملکہ وکٹوریا ہی باقی رہ گئیں۔ جو جارج سوم کے فرزند چہارم
اور ولیم چہارم کے برادرِ نامدار پرنس ایڈورڈ ملقب بہ ڈیوک اوف کینٹ
کی نورِ نظر تھیں۔ لیکن یہہ تمام واقعات اٹھارہ برس کے اندر مرةً بعد اُخریٰ
واقع ہوتے رہے ہیں۔ اور ملکہ وکٹوریا کی پیدائش پر بلکہ بہت عرصہ بعد بھی اِسکا
سان و گمان تک نہ تھا کہ یہہ یتیم شہزادی تختِ انگلستان پر بیٹھنے کے لئے پیدا
ہوئی ہے۔

ملکہ وکٹوریہ کی تخت نشینی کی اُمیدیں:۔ اُس وقت شروع ہوئی ہیں جب اِنکی عُمر تیرہ سال کی ہوئی ہے۔ اُسوقت ۱۸۳۰ء تھا۔ اور جارج چہارم تختِ انگلستان پر جلوہ گر تھے۔ لیکن لاولد تھے۔ اور چونکہ بیگم سے قطع تعلق ہوگیا تھا۔ لہذا آئیندہ بھی اولاد کی اُمید نہ تھی۔ اور اِنکے بھائی ڈیوک اوف یارک بھی لاولد مر چکے تھے۔ صرف ایک بھائی ولیم باقی تھے۔ اور وہ بھی معمّر تھے۔ پس ملکہ کی گورنس (بیرونس لیزن) نے ایکدن نسب نامۂ شاہی کی کتاب اِنکی میز پر رکھ دی۔ جسکو دیکھکر اُنھوں نے مُدعا کو بخوبی سمجھ لیا۔ اور اُنھوں نے اپنے اُستاد سے سوال کیا۔ کہ "بتلایئے توشہنشاہ جارج کے بعد کون تخت نشین ہوگا۔ اُنھوں نے کہا ڈیوک اوف کلیرنس تمہارے دوسرے تایا۔ موجود ہیں"۔ آپ نے فرمایا "یہ تو مَیں جانتی ہوں مگر اِنکے بعد پھر"۔ اِسپر اُنھوں نے کہا۔ "پھر بھی تمہارے اَور چچا موجود ہیں"۔ یہ سُنکر ملکہ وکٹوریا نے کہا "نہیں گو میرے اَور چچا ہیں مگر ڈیوک اوف کلیرنس (جو شہنشاہ جارج چہارم کے بعد ولیم چہارم کے نام سے تخت نشین ہوئے تھے) کے بعد سب سے میرے والد ہی عُمر میں بڑے تھے جنکی مَیں قائم مقام ہوں۔ اور اِسواسطے اِنکے بعد مَیں ہی مُستحق تخت وتاج ہونگی"

اِس کے بعد جب شہنشاہ جارج چہارم کا انتقال ہوا۔ اور ولیم چہارم تخت نشین ہوئے۔ تو یہ اُمید اَور بھی زیادہ مُستحکم ہوگئی۔ جسپر اِنکی گورنس نے اِنھیں خوشخبری دی۔ لیکن ملکہ وکٹوریا نے اِسپر اضطراب ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ سنجیدگی سے اتنا فرمایا کہ "مَیں نیک اور مہربان بننے کی کوشش کرونگی"۔ اور فی الواقع آپنے آئیندہ زمانہ میں اِس قول کو پُورا کر دکھایا۔

ہاں ایک اثر اِن خبروں کے سُننے سے اِنپر ضرور رہا کہ۔ اور وہ یہ کہ پہلے سے بھی زیادہ مطالعہ [illegible] کھیل کود طفلانہ حرکات بلا کسی کے کہے سُنے بچے

خود بخود چھوڑدیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ انکی منکسر المزاجی
اور اخلاق و عادات میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ جسپر ایک یہ مختصر قصّہ خود شاہد
ہے۔ کہ انکے والد جب جبرالٹر کے گورنر ہو کر گئے تھے۔ تو وہاں ایک بوڑھا سپاہی
انکی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ جو گورنری سے واپسی کے وقت بھی انکے
ساتھ ہی آیا۔ اور اُنھوں نے اِس کو پنشن دیکر اپنے محل کے پاس ہی ایک مکان
بھی خرید دیا تھا۔ بوڑھا سپاہی مرچکا تھا۔ لیکن اُس کی ایک لڑکی باقی تھی۔
جو دائم المریض رہا کرتی تھی۔ اور شہزادی وکٹوریہ گاہ گاہ اس کی عیادت کو تشریف
لیجایا کرتی تھیں۔ پس ان تخت نشینی کی خبروں کے سُننے پر بھی اُس عادت میں
کچھ فرق نہ آیا۔ اور انگلستان کی ملکہ بننے والی شہزادی وکٹوریہ بدستور اُسکی
تیمارداری کرتی رہیں۔ بلکہ ملکہ ہو کر بھی اِس کی خبر گیری نہ چھوڑی۔ اور بغیر
زیورات کا عطیہ بخشکر اسکی بیشمار دُعائیں لیتی رہیں۔ اور اسپر بھی بس نہیں
کیا۔ بلکہ تختِ انگلستان پر بیٹھنے کے بعد آپ نے مریضہ کے لڑکے کو (جس سے
صرف اِتنا تعلق تھا کہ وہ ملکہ کے باپ کے ایک پنشنر سپاہی کا نواسہ تھا) ایک
اعلیٰ عہدہ عنایت فرمایا۔ اور اس اپنی قدردانی کو آفتاب کیطرح روشن کر دیا۔
انکے دوسرے بابا ولیم چہارم جو اُن سے پہلے تختِ انگلستان پر رونق بخش تھے
وہ بھی اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے۔ بلکہ اس کی تشہیر بھی کرتے تھے۔ کہ انکے بعد
انکی بھتیجی ہی ملکہ انگلستان بنے گی۔ لیکن اُنکی اس قدر آرزو باقی تھی۔ کہ میں
کسی طرح وکٹوریہ کے سنِ بلوغ تک زندہ رہجاؤں۔ کیونکہ اگر اس سے پہلے
وہ مرجاتے تو ملکہ وکٹوریا کی نابالغیت کے باعث انکی والدہ ریجنٹ مقرر ہوتیں
جن سے ولیم چہارم کی کچھ شکر رنجی سی ہو چکی تھی۔ اور وہ انکے ریجنٹ ہونیکے
مخالف تھے۔ چنانچہ قدرتِ خالق نے ایسا ہی کر دکھایا۔ کہ ادہر تو ۲۴ مئی ۱۸۳۷ء

کو ملکہ وکٹوریا سن بلوغ کو پہنچیں اور آدھ بر ۱۹ جون ۱۸۳۷ء کو ولیم چہارم کا انتقال ہوا۔ اللہ اکبر۔ کیسا عجیب اتفاق ہے۔

فصل سوم

ولیم چہارم کی وفات اور ملکہ وکٹوریہ کی جانشینی

دریں حدیقہ بہار و خزاں ہم آغوش ست
زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش ست

۱۹۔ جون ۱۸۳۷ء کو بوقت شب جب ولیم چہارم کا انتقال ہوا۔ تو حسب قرارداد سابق ۲۰ جون ۱۸۳۷ء کی سہانی صبح کے پانچ بجے قبل طلوع آفتاب باضابطہ طور پر

ارچ بشپ اوف کنٹربری اور لارڈ کیننگھم۔ لارڈ میر

ord Meyar. Lord Coninghan. Arch Bishop of Conterbury.

شہزادی وکٹوریہ کے قصر کینسنگٹن میں یہہ خبر سنانے کو حاضر ہوئے۔ جسوقت یہہ دونوں صاحب پہنچے ہیں۔ اُس وقت ملکہ وکٹوریہ حسب دستور خواب استراحت میں تھیں۔ اُن دونوں معززین نے خواصوں سے جگانے کے لئے کہا۔ تو اُنہوں نے اِنکار کیا۔ کیونکہ شہزادی وکٹوریہ اپنے تقسیم اوقات کی سخت پابند تھیں۔ اور کسیکو ایک منٹ قبل از وقت جگانے کی بھی ہمت نہو سکتی تھی۔ لیکن جب اِن دونوں صاحبوں نے صاف صاف کہدیا کہ "ملکہ کے پاس ہم اسوقت سلطنت کے کام کیواسطے آئے ہیں۔ اور انہیں فی الفور جگا دینا چاہیئے"۔ تو خادمہ نے جاکے آپکو بیدار کرکے خوشخبری سنائی۔ کہ ؎

اے اختر برج سعد با بخت سعید
برخیز کہ تاج و تخت شاہی برسید

ملکہ وکٹوریا اس خبر کے سننے سے کمال متاثر ہوئیں۔ یعنے اپنے بزرگ چچا کی موت اور سلطنت کے فرائض شادی وغم کی مجسم تصویر میں انکی آنکھوں کے سامنے پھر گئیں۔ اور آنسو بھر آئے۔ چنانچہ اسی ہیئت سے آپ فی الفور کمرۂ ملاقات میں تشریف لائیں۔ اسوقت کی تصویر بھی لائق دید ہے۔ کہ آپنے صرف شب خوابی کے ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ پاؤں میں ہلکا سلیپر (زیرپائی) ہے۔ اوپر ایک کشمیری شال اوڑھی ہوئی ہے۔ بال مونڈھوں پر پڑے ہیں۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہیں۔ چہرہ سے رنج وراحت کے آثار نمایاں ہیں۔ غرضکہ عجب مستانہ ادا اور بھولی بھالی صورت ہے۔ القصہ ملکہ وکٹوریا کی خدمت میں دونوں صاحبوں نے باقاعدہ انکے تایا شہنشاہ ولیم چہارم کی خبر موت سنا کے عرض کیا۔ کہ آج سے آپ **ملکہ گریٹ برٹن و آئرلینڈ** ہوئیں۔ لیکن افسوس حوصلہ کہ آپ نے نہ اظہار مسرت کیا نہ تاسف واندوہ۔ بلکہ صرف اُن دونوں شریف النسب بزرگوں سے کہا تو یہ کہا۔ "للّٰہ آپ میرے لئے (یعنے فرائض سلطنت کی ادائیگی میں میرے کامیاب ہونے کے لئے) سچے دل سے دُعا کیجئے" اسپر وہ دونوں بزرگ گھٹنوں کے بل دُعا کرنے لگے۔ اور خود ملکہ وکٹوریہ بھی اُسی طرح گھٹنے ٹیک انکے ساتھ شریک ہوئیں۔ یہ ہے دینی تعلیم کا نتیجہ۔ کہ دُنیا کے اعلیٰ سے اعلیٰ معراج اور آسمان رفعت وشوکت کے خورشید کمال بننے کی حالت میں بھی انسان اپنے معبود حقیقی اور عزت وذلت دینے والے سچے خدا کو فراموش نہ کرے۔ ؎

بادہ پُر خوردن وہُشیار نشستن سہل است — گر بدولت برسی مست نگردی مردی

اس کے بعد دستور معظم اور صدر اعظم لارڈ ملبورن جو اسوقت سلطنت انگلشیہ کے وزیر اعظم تھے۔ اپنی نئی ملکہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ ؎

بشرہی لقد انجز الاقبال ما وعدا   وکوکب المجد من افق العلیٰ سعدا

مگر اللہ غنی! اس استقلال اور کوہ وقاری کو تو دیکھئے کہ ایسی اعلیٰ خوشخبری سُنکر بھی آپ فرماتی ہیں کہ "گو رتبہ بڑا ہے مگر ذمہ واری بھی بہت ہی بڑی ہے" پھر بھلا کیوں ایسے شہنشاہ کا عہد معدلت مہد مقبول خاص و عام اور مہبط برکاتِ آسمانی نہو جسکو اس کے قبول کرتے ہوئے بھی اس کے فرائض کا یہانتک خیال ہو۔ الاعمالُ بالنیاتِ ایک مشہور اور مسلّمہ مسئلہ ہے۔ دُنیا میں ہو یا دین میں۔ غرضکہ ہر چیز میں اور ہر کام میں نیت پر ہی دار و مدار ہوا کرتا ہے پس جب ایسی نیک نیت ہو۔ تو پھر کیوں کامیابی نہو۔

بہر حال اس کے بعد ملکہ وکٹوریہ کو اُن رسومات کی اطلاع دی گئی جو ابھی ہونے والی تھیں۔ اور سب صاحبان رخصت ہوئے۔ ؎

کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے   کسی کا کندہ نگینہ پہ نام ہوتا ہے
عجب سرا ہے یہ دُنیا کہ جسمیں شام و سحر   کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

فصل چہارم

ملکہ وکٹوریہ کی پہلی کونسل اور اعلانِ شاہی

۲۰ جون ۱۸۳۷ء کو گیارہ بجے دن کے باضابطہ طور پر لارڈ ملبورن وزیر اعظم مع تمام وُزرائے سلطنت اور ملکہ وکٹوریہ کے دونوں چچاؤں ڈیوک اوف کمبرلنڈ اور ڈیوک اوف سیسکس۔ اور آرچ بشپ اوف کنٹربری۔ اور لارڈ منیجر لارڈ چانسلر وغیرہ اعیان و ارکان مملکت کے ملکہ وکٹوریہ کیخدمت میں اُنکے محل کینسنگٹن میں حاضر ہوئے۔ اور ملکۂ ذی جاہ نہایت نفیس مگر سادہ ماتمی لباس پہنے ہوئے

برآمد ہوئیں - تو دیکھا کہ علاوہ اِن اعیان و اکابرانِ مُلک کے ایک جم غفیر عوام الناس کا رسوم شاہی کے نظارے کے لئے محل کے روبرو کھڑا ہے - مگر کوئی جھجک یا حجاب یا خوف و ہراس آپکے چہرہ سے عیاں نہیں ہوا - بلکہ نزاکت کے ساتھ رعبِ شاہی جلوہ گر تھا - ملکہ کے نکلتے ہی سب سے پہلے ڈیوک اوف سسیکس - اور ڈیوک اوف کمبرلنڈ - اور لارڈ ملبورن آگے بڑھے - اور آپ کو لاکر شاہی کرسی پر متمکن کرایا - اور اس کے بعد مندرجہ ذیل اعلان پڑھکر سنایا گیا -

اعلان

چونکہ خداوند قادر مطلق کی مشیت سے ہمارے سابق والئی سلطنت شاہ ولیم چہارم کو خدا نے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دی ہے - اور اُنکی وفات کے باعث سلطنت گریٹ برٹن اور آئرلینڈ کا تاج شاہی بلا شرکت غیرے بباعث بادشاہ متوفی کی کوئی اولاد نہونے کے جائز طور پر ہر میجسٹی کوئین الگزنڈرنہ وکٹوریہ دام اقبالہا کی میراث میں آیا ہے - لہذا ہم ارکانِ دینی و دُنیوی اِس سلطنت کے مع ارچ بشپ اوف کنٹربری اور لارڈ میر و حکام سلطنت و عمائدین شہر لنڈن و ممبرانِ خاندانِ شاہی اور شاہ مرحوم کے کونسلروں کے بالاتفاق اور یکزبان ہوکر بدل و جان اِس امر کو مُشتہر کرتے اور اعلان دیتے ہیں کہ ہر میجسٹی کوئین الگزنڈرنہ وکٹوریہ دام اقبالہا بباعث وفات ہمارے سابق بادشاہ ولیم چہارم کے اَب ہماری جائز اور حقدار ملکہ بلا شرکت غیرے سلطنت گریٹ برٹن اور آئرلینڈ اور حامی دینِ عیسوی قرار پائی ہیں - اور ہم انہیں ملکہ معظمہ کے حضور میں اپنا کامل بھروسہ اور انقیاد و اطاعت و محبت کا اظہار کرتے ہیں - اور کرتے رہیں گے - اور اُس احکم الحاکمین سے جسکے حکم سے بادشاہ اور ملکہ مقرر ہوتی ہیں - صدقِ دل سے

دُعا مانگتے ہیں۔ کہ وہ ملکہ کو ہم پر سلطنت کرنے کے لئے سالہائے دراز تک سلامت باکرامت اور خوش و خرم رکھے۔ اے خدا ملکہ کی عُمر میں برکت دے۔

اِس اعلان کے پڑھے جانے کے بعد ملکہ وکٹوریہ نے نہایت عمدگی کے ساتھ ایک مختصر سپیچ کہی۔ جس کا خلاصہ یہہ ہے۔ کہ۔

"میرے پیارے تایا ولیم چہارم کی موت کا جو رنج و الم مجکو اور اہلِ خاندان اور تمام رعایا و عمائدین برطانیہ کو ہو سکتا ہے۔ اِس کا بیان کرنا مُشکل ہے۔ اِنکے بعد سلطنت کے نازک اور اہم فرائض جو مجھ سے مُتعلق ہوئے ہیں۔ اُنکی بابت شکریہ ہے۔ مَیں حتی المقدور اِس نازک اور عالیشان عہدے کے فرائض کی ادائیگی میں کوشش کروں گی۔ جس میں اُمید ہے کہ کیبنٹ کونسل اور پارلیمنٹ میری امداد کرے گی جنکی خدمات اور مشوروں کی مَیں دِل سے قدر کرونگی۔ اور اپنے وطن کی بہتری اور مذہب کی حفاظت اور رعایا کی بہبودی اور مستحقین پر ترحم میرا نصب العین رہیگا۔ اور اسکے ساتھ ہی کسی مذہب سے بھی کوئی تعرض نہ کیا جائیگا۔ ہر مذہب و ملت کا پیرو ہماری یکساں رعایا تسلیم کیا جائے گا اور اُسکو ہر طرح کی آزادی رہیگی۔ وغیرہ وغیرہ"

اِس کے بعد چاروں طرف سے ایک عام شور مُبارکباد کا اُٹھا۔ اور "خُدا ملکہ کو سلامت رکھے" کا دِل خوش کُن آوازہ چاروں طرف سے کانوں میں پڑنے لگا۔ جس سے ملکہ وکٹوریہ کے دِلپر ایک خاص اثر ہوا۔ اور اُسوقت بھی کہ عین خوشی کا عالم تھا اپنی کمزوری اور خُدا کی مہربانی دیکھکر آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور جوں جوں یہہ مُبارکباد کا شور و غُل بڑھتا گیا۔ توں توں اشکِ مسرت بھی جاری ہوگئے

بعد ازاں ایچ بشپ نے باضابطہ طور پر ملکہ سے سکاٹلنڈ کے گرجا کی حفاظت پارلیمنٹ کی ہدایات کی پابندی اور بہبودی خلائق کی تین دفعہ قسم لی۔ اور آپ نے بآوازِ بلند قسم کی تصدیق فرمائی۔ جس کے بعد ایک باقاعدہ نوشتہ پر ملکہ وکٹوریہ کے دستخط

لئے گئے۔ اور ہز گریس آرچ بشپ اوف کنٹربری۔ ملکہ کے چچاؤں۔ لارڈ ملبورن۔ لارڈ میئر۔ اور ارکانِ پریوی کونسل وغیرہ سے ملکہ کی اطاعت کی قسمیں لی گئیں۔ اور سب نے ملکہ کے ہاتھ کو بوسے دیئے۔ مگر جب ملکہ وکٹوریا کے بوڑھے چچا حسب دستور گھٹنوں کے بل آگے بڑھے۔ اور ملکہ کے ہاتھ کو چومنے لگے۔ تو فرطِ محبت سے خود ملکہ وکٹوریہ نے بھی آگے بڑھ کے انکے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ حالانکہ غرورِ سلطنت کسی نوخیز تاجدار کو ایسی مدارات کا موقع بہت ہی کم دیا کرتا ہے۔ لیکن جن کی گھٹی میں شرافت پڑ چکی ہو۔ وہ کبھی بھی سعادتمندی اور طبعی اصالت کو چھوڑ نہیں سکتے۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے بالکل ٹھیک کہا۔ ؎

تواضع کند ہوشمندِ گزیں ... نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمیں

تواضع ز گردن فرازاں نکوست ... گدا گر تواضع کند خوئے اوست

بہرحال ادائے رسوم تک ملکہ وکٹوریہ نہائیت شان وشکوہ اور استقلال و استحکام کے ساتھ کھڑی رہیں۔ حالانکہ اِس سے پہلے کبھی اُنکو ایسا اتفاق نہ ہوا تھا۔

اِس کے دوسرے دن یعنے ۲۱ جون ۱۸۳۷ء کو بسبب ملکہ انگلینڈ ہو جانے کے ملکہ وکٹوریہ کا شاہی دربار محل سینٹ جیمس میں منعقد ہونا۔ اور وہیں ایک عام اعلان انکی جانشینی کا سُنا دینا تجویز ہوا جسکے لئے بڑے اہتمام سے انتظام کیا گیا تھا۔ اور لوگوں میں یہ خبر نکلتے ہی کہ کل دس بجے ملکہ کی سواری ذی جاہ محل سینٹ جیمس کو جائے گی۔ اور وہاں اپنے سامنے اعلان پڑھوایا جائیگا۔ اِس قدر خوشی ہوئی کہ حدو بیان سے باہر ہے۔ قصر کنگسٹن سے محل سینٹ جیمس تک دو طرفہ جس قدر مکانات واقع ہیں وہ شائقینِ دیدار نے دو دو گھنٹے کے لئے کرایہ پر لے لئے۔ اور کرایہ بھی کتنا کہ سو سو اور دو دو سو روپیہ فی شخص چنانچہ جسوقت دن کے دس بجے۔ کچھ لقاطر بھی جاری تھا۔ کہ دن سے اکیس اکیس توپ کی شاہی سلامی نے سر ہو کر لوگوں کو خبردار کر دیا کہ

ملکہ معظمہ سوار ہوگئیں۔ تمام راستہ لکھوکہا تماشائیوں سے پُر ہو رہا تھا۔ ملکہ کی شاہی سواری خراماں خراماں جا رہی تھی۔ آگے پیچھے درجہ وار اُمرا و اکابر و ممبرانِ خاندانِ شاہی مع خدم و حشم و فوج ظفر موج کے ہمرکاب تھے۔ ملکہ وکٹوریہ آٹھ گھوڑوں کی گاڑی میں نہائیت دلربایانہ انداز اور شاہانہ تجمل سے بیٹھی ہوئی تھیں جنکے سامنے ہی انکی والدہ ڈچس اوف کینٹ اپنی نورِ نظر کی آن بان دیکھ رہی تھیں۔ دونوں طرف سے لکھوکہا ہاتھ سلام کو اُٹھ رہے تھے۔ اور ملکہ بھی نہائیت مہربانی سے جواب دے رہی تھیں۔ مُبارک سلامت کا شور مچ رہا تھا۔ غرضکہ ایک عجیب لُطف کا وقت تھا۔ خُدا جانے ملکہ وکٹوریہ کی شکل۔ صورت طرح وضع میں کیا خصوصیت تھی۔ یا اُسکے اقبال نے کیسا سِکہ بٹھالیا تھا۔ کہ دُنیا جہان جُھکا پڑتا تھا۔ حتیٰ کہ آئرلینڈ کے مشہور سرگروہ مسٹر اوکانل بھی دیکھتے ہی غُلام ہوگئے۔ اور ہپ ہپ ہُرے کے آوازے دینے لگے۔ بلکہ اسی اثناء میں جب کسی شخص نے یہ کہا کہ "یہ کنواری ملکہ کیا راج کرے گی۔ اِس سے زیادہ تو اِسکا چچا لائق ہے" تو اِس آئرش سرگروہ نے (جو سلطنت جمہوری کے طالب اور تخت کے ہمیشہ مخالف رہے تھے) بڑے زور سے چھاتی ٹھوک کر کہدیا کہ "اگر ضرورت ہو تو اِس ملکہ کی حفاظتِ جان و عزت و جاہ کے لئے مَیں پانچ لاکھ آئرش جوان لاسکتا ہوں" اللہ اکبر کیسا اقبال عدو مال ہے۔

القصہ اِسی انداز سے ملکہ وکٹوریہ محل سینٹ جیمس میں پہنچکر اُوپر کے ایک دریچہ میں جلوہ افروز ہوئیں۔ اعیان و اکابرین تو سب موجود تھے۔ لیکن ایک انبوہ خلائق تھا۔ کہ دُور تک کھڑکی کے زیر نظر کھڑا قُدرتِ خالق کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ بس اُس وقت کہ ملکہ وکٹوریہ کے دائیں بائیں لارڈ ملبورن اور لارڈ لینسڈون کھڑے تھے۔ اور پچھلی طرف بالکل ساتھ لگی ہوئیں اِنکی والدہ استادہ تھیں۔ اعلانِ عام سُنانا شروع ہوگیا۔ چیرز چیرز اور مُبارکباد کی کوئی حد و پایان نہ رہی۔ اعلان کے

بعد شاہی اور قومی قصائد کا سلسلہ نوبتوں اور شہنائیوں اور باجوں میں گانا شروع ہوا یہ قومی قصیدہ بحر خفیف میں تھا۔ اور اس کا مطلع اول یہ تھا ؎

ملکہ کو بچا خدا زندہ رہیں وکٹوریا

اسوقت آپکی آنکھوں سے جوش ترنم میں پھر آنسو جاری ہوگئے۔ چنانچہ اسوقت کی ایک مشہور شاعرہ مس براؤننگ نے اسکو نہایت عمدہ طور پر اپنی نظم میں یوں منظوم کیا ہے۔

Strange blessing on the Nation lies.

Whose sovereign wept.

Yo wept to wear crown.

God save the weeping Queen.

ترجمہ۔ اُس قوم پر کمال برکت نازل ہوتی جس کا حکمران (اسکے لئے) آبدیدہ ہو۔ ہاں بیشک وہ (ملکہ وکٹوریہ) سر پر تاج رکھتے ہی آبدیدہ ہوئیں۔ خدا اس اشک افشاں ملکہ کو سلامت رکھے۔

اس کے بعد ملکہ وکٹوریہ محل میں تشریف لے گئیں اور جلسہ برخاست ہوا۔

فصل پنجم

ملکہ وکٹوریہ کی تخت نشینی پر علاقہ ہنوور کی علیحدگی

ملکہ معظمہ کی تخت نشینی سے ملک جرمن کا علاقہ ہنوور جو قریباً ڈیڑھ سو سال سے برطانیہ کے قبضہ میں آچکا تھا۔ اس وجہ سے علیحدہ ہوگیا۔ کہ بموجب معاہدہ ملک کے اُس پر عورت حکمران نہیں ہوسکتی تھی۔ مگر قبل اس کے کہ یہ سوال کسی اور طرف سے پیش ہوتا۔ مدبران سلطنت انگلشیہ نے ملکہ معظمہ کی منظوری سے خود ہی اسکا

باحسن وجوہ فیصلہ کر دیا۔ یعنے اُس علاقہ کی خود مختار بادشاہت ملکہ کے چچا ڈیوک اوف کیمبر لنڈ کو دیدی گئی۔ تاکہ معاملہ گھر کا گھر میں ہی رہے چنانچہ وہ ضعیف العمر ڈیوک اِس پر ۱۸۵۱ء تک حکمران رہے۔ اور پھر اُنکے مرنے پر اُنکا نابینا بیٹا ولیم چہارم کے نام سے تختِ ہنوور پر بیٹھا۔ اور آخرالامر ۱۸۶۶ء میں وہ بھی لاولد مر گیا۔ جس سے یہ علاقہ سلطنت پروشیا کے ساتھ شامل ہو گیا۔ بظاہر تو یہ ایک نقصان معلوم ہوتا ہے۔ مگر آئندہ حالات سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ کس قدر غیر متوقع فتوحات اِس ملکۂ با اقبال کے زمانہ میں انگلینڈ کو میسر ہوئیں۔ اور اِس قدر ملک بڑھ گیا۔ کہ جس کی بابت تخت نشینی کے وقت کسیکو سان و گمان بھی نہو سکتا تھا۔

فصل ششم

تخت نشین ہو کر ملکہ وکٹوریا کی پہلی کارروائیاں

شکرانۂ الٰہی:۔ شہنشاہی اعلان پڑھا جانے اور رسُوماتِ تخت نشینی ادا ہو چکنے کے بعد ملکہ وکٹوریہ جب اپنے محل میں واپس تشریف لائیں۔ تو اُنکی عجیب حالت تھی۔ انہوں نے اپنی والدہ سے کہا۔ کہ "کیا میں سچ مچ اِس وسیع سلطنت کی ملکہ ہو گئی ہوں"۔ اور جب اِس کا جواب اثبات میں دیا گیا۔ تو ملکہ نے فرمایا کہ اگر یہ صحیح ہے۔ تو للہ دو گھنٹے کے لئے مجھے علیحدہ چھوڑ دیجے۔ چنانچہ فی الفور سب مصاحبین اور خواصین اور اُنکی والدہ نے انہیں تخلیہ کے لئے تنہا چھوڑ دیا۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ انہوں نے اپنی والدہ سے دو گھنٹے کے لئے تخلیہ چاہا۔ بہرحال جس وقت ملکہ تنہا رہ گئیں۔ تو آپ نے دروازہ بند کر کے درگاہِ قادرِ مطلق

اور بارگاہِ احکم الحاکمین کے روبرو اپنا سر جھکا دیا۔ اور جبینِ نیاز کو زمین پر رکھ کر نہایت خلوص اور خشوع و خضوع کے ساتھ دو گھنٹے تک دار نالوں سے اُس کی اس لا انتہا مہربانی اور اپنی کمزوری کا اعتراف کر کے استعانت کی دُعائیں مانگیں۔ جو مقبول ہوئیں۔ اور واقعی جب ایک جلیل القدر شہنشاہ اپنے عجب و غرور اور مسرت و شادمانی کی تقریبات کے معراجِ اعلیٰ کو چھوڑ کر خدائے پاک کے حضور میں اپنی سر افگندگی اور عاجزی کا اقرار کر کے اعانتِ الہیٰ کا خواستگار ہو۔ تو اُس کی جناب سے نا اُمید نہیں ہوا کرتا۔ یہ نتیجہ تھا اُسی مذہبی تعلیم کی اُستواری کا جس کی اساس ملکہ کی والدہ نے نہایت استحکام سے ایامِ طفولیت سے ہی ملکہ کے دِل میں قائم کر رکھی تھی۔

ملکہ سابق کا لحاظ۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ ملکہ وکٹوریہ نے اپنی چچی ملکہ ایڈی لیڈ Queen adylade کو جو تعزیت نامہ اپنے چچا ولیم چہارم کی موت کی نسبت تحریر کیا وہ پرلے درجہ کی انسانیت سے لبریز تھا۔ ورنہ کوئی تو دولت کب اِن باتوں کیطرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ اِس تعزیت نامہ میں ملکہ وکٹوریہ نے ولیم چہارم کی موت پر اپنا دلی رنج و قلق اور اپنی چچی سے پرلے درجہ کی ہمدردی ظاہر فرمائی۔ اور پھر جب اِس کو لفافہ میں بند کیا۔ تو حسب دستور قدیم اس پر جناب ملکہ معظمہ ایڈی لیڈ صاحبہ کے الفاظ تحریر فرمائے۔ اِس پر ایک حاضر الوقت مصاحبِ سلطنت نے عرض کیا کہ "حضور عالی! اَب اُنکو ملکہ مُعظمہ لکھنا درست نہیں ہے۔ ملکہ معزول لکھنا چاہئے لیکن اِس ادب کی پتلی نے جواب دیا۔ کہ "بیشک یہ صحیح ہے۔ کہ اَب وہ ملکہ نہیں رہیں۔ اور ملکہ معزول ہی رہ گئی ہیں۔ لیکن سب سے پہلے مَیں ہی اِن الفاظ کو لکھ کر اُنکا دِل دُکھانا نہیں چاہتی" سچ ہے۔

نام نیک رفتگاں ضائع مکن تا بماند نام نیکت برقرار

قدردانی رُفقا:۔ کہتے ہیں کہ جس وقت ملکہ وکٹوریہ تخت نشین ہوکر گھر کو لوٹیں تو۔ آتے ہی اپنے پیارے کتے ڈاش نامی کو پیار کیا۔ اور فرمایا کہ آج تو اسے نہلانے کی بھی فرصت نہیں ہوئی۔ اس بات کو سرسری نہ سمجھنا چاہیئے۔ یہ طفلانہ حرکت نہ تھی۔ بلکہ اُس محبت کی برقراری کا ثبوت ملتا ہے۔ جو آپکو اپنے پہلے ملازموں اور رفیقوں سے تھی۔ چنانچہ اِس کے علاوہ یہ امر بھی لکھنے کے لائق ہے۔ کہ پادری ڈیوزصاحب جو آپکے ایامِ شہزادگی میں دینی اُستاد اور واعظ تھے۔ ایک معمولی حیثیت کے پادری تھے۔ اور جب شہزادی وکٹوریہ ملکہ انگلینڈ وگریٹ برٹن مشتہر ہوگئیں تو اُنہیں اِنکے حضور میں حاضر ہونیکا درجہ نہ رہا۔ لیکن ملکہ کب بھولتی تھیں۔ اِنہوں نے ارل گرے سے جو اس صیغہ کا مہتمم اعلیٰ تھا۔ ایما کرایا۔ کہ پادری ڈیوز کو اِنکی قابلیت کے موافق کوئی عُہدہ ملنا چاہیئے۔ چنانچہ اِس جہاندیدہ ارل نے بھی ایماء کو پالیا۔ اور جھٹ پادری صاحب کو ڈین اوف چسٹر کے معزز عُہدہ پر مُقرر کردیا۔ جس کے بعد وہ مدّت العمر ملکہ وکٹوریہ کے قصرِ شاہی میں بدستور اپنا کام کرتے رہے۔ اِس کے علاوہ ایک اور بھی مثال ہے۔ کہ انہوں نے اِس موقع اپنے متوفی باپ کے بوڑھے پنشنر سپاہی ہلین نامی کی بیمار لڑکی کو بھی فراموش نہ کیا۔ اور اپنی طرف سے اُس کی دلدہی میں کوشش فرمانے کے علاوہ اُس کے بیٹے کو ایک اسلئے فوجی عُہدہ پر مامور فرمادیا۔ اور ایسی ہی کئی اور مثالیں ہیں جنکے بیان کی یہاں کچھ ضرورت نہیں۔

خوش معاملگی۔ لارڈ ملبورن وزیرِ اعظم سلطنت سے ملکہ وکٹوریہ نے سب سے پہلے جو درخواست اپنے مُتعلق کی وہ یہ تھی۔ کہ ان کے والد متوفی کا قرضہ خزانہ شاہی سے ادا کرادیا جائے۔ چنانچہ اِس فرزانہ وزیر نے بھی اِس درخواست کی پذیرائی

میں دیر نہ کی۔ اور کل قرضخواہوں کو بلا کر دام تا درم بیباقی کر دی۔ ڈیوک متوفی اگرچہ ایک عمدہ وظیفہ سلطنت سے پاتے تھے۔ مگر انکی فیاضی اور رفاہ جوئی خلائق کے کاموں میں زائد از حد حیثیت لینے سے انکی آمدنی خرچ کو مکتفی نہوتی تھی اور اس طرح انکے مرتے وقت ایک کثیر رقم قرضخواہوں کی انکے ذمہ نکلتی تھی۔ انکے بعد انکا وظیفہ بند ہو چکا تھا۔ اور کوئی قانونی چارہ جوئی وصولیت قرضہ کے لئے نہ ہو سکتی تھی۔ اور پھر جب ملکہ وکٹوریہ تخت نشین ہوئیں۔ تو ایک زمانہ دراز اس قرضہ کو گذر چکا تھا۔ اور قانون کے لحاظ سے تو وہ زائد المیعاد سے بھی کچھ زیادہ ہی ہو چکا تھا۔ لیکن ملکہ کی خوش معاملگی ہرگز اس کی مقتضی نہوئی اور انہوں نے اپنا سب سے پہلا فرض باپ کے قرضخواہوں کی بیباقی کو ہی قرار دیا۔

نام میں سے الگزینڈرینہ کا اخراج:۔ یہ بھی ایک تاریخی بات ہے۔ کہ تخت نشین ہونے کے بعد ملکہ وکٹوریہ نے الگزینڈرینہ کا لفظ اپنے نام میں سے خود بخود ترک فرما دیا۔ اور ہمیشہ وکٹوریہ یا وکٹوریہ جارجنہ کے نام سے دستخط کرتی رہیں۔

جان بخشی:۔ ملکہ وکٹوریہ کے شہنشاہ ہونے کے بعد ایک دن ڈیوک اوف ولینگٹن صاحب نے جو افواج قاہرہ برطانیہ کے سپہ سالار تھے۔ ایک مفرور سپاہی کی نسبت حکمنامہ قتل ملکہ معظمہ کے دستخطوں کے لئے پیش کیا۔ یہ سپاہی تین مرتبہ فوج سے بھاگ چکا تھا۔ اور فوجی قوانین کے مطابق کورٹ مارشل سے اس کے لئے قتل کی سزا تجویز ہوئی تھی۔ جب یہ کاغذ ڈیوک موصوف نے ملکہ کے روبرو پیش کیا تو اس وقت کی حالت بھی عجیب تھی۔ کہ ملکہ وکٹوریہ کا دل کانپ اٹھا۔ اور انہوں نے ڈیوک سے فرمایا۔ "کیا آپ نے اس کی اچھی طرح تحقیق کر لی ہے

اور اس کا قتل ہونا ہی ضروری ٹھہر چکا ہے"۔ اسپر ڈیوک نے اُس کا مختصر حال بیان کیا۔ لیکن آپ نے پھر بھی فرمایا۔ کہ "آپ اسپر دوبارہ غور کریں"۔ ڈیوک ممدوح اس اشارہ کو بخوبی پا گئے۔ اور انہوں نے کہا۔ "گو اس کے خلاف شہادتیں کثرت سے موجود ہیں۔ مگر چند گواہوں نے اسکے موافق بھی بیان کیا ہے۔ ممکن ہے کہ زجر و فہمائش سے آئیندہ سمجھ جائے"۔ یہ سنتے ہی ملکہ وکٹوریہ نے ڈیوک کا تھینکس (شکریہ) ادا کیا۔ اور ساتھ ہی کاغذ مذکور پر لفظ **معاف** تحریر فرما کر اپنے دستخط سے مزین کر کے ڈیوک کیطرف سرکا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ "ایک عیسائی عورت کے لئے یہ سخت دردناک کام تھا۔ کہ وہ پہلے پہل ایک قتل نامہ کی تکمیل کرے"۔ کہتے ہیں کہ لفظ "معاف" لکھتے وقت بھی رقتِ قلب سے ملکہ وکٹوریہ کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد کونسلِ وزرا نے برائے آئیندہ ملکہ کی رحیم مزاجی اور رقتِ قلب پر خیال کر کے ایسے سخت کاروبار کا انکی خدمت میں پیش کرنا موقوف کر دیا۔ اور معمولی طور پر ضابطہ کی کارروائی ہونے لگی۔

پابندیِ اوقات:۔ ملکہ وکٹوریہ کو پابندیٔ اوقات کی جو تعلیم ابتداء سے انکی والدہ نے دے رکھی تھی۔ وہ دمِ مرگ تک برابر قائم رہی۔ چنانچہ تخت نشینی کے بعد ایک انکی مصاحب لیڈی چند روز دیر سے حاضر ہوتی رہی۔ تو آپ نے اسکو محسوس فرمایا۔ اور جب اُس کی یہی عادت ٹھہرنے لگی۔ تو ایکدن اُس کی حاضری کیوقتِ مقررہ پر واچ (گھڑی) لیکے کھڑی ہو گئیں۔ لیڈی صاحبہ حسبِ معمول دیر سے پہنچیں۔ مگر اس صورتِ معاملہ کے دیکھتے ہی ہوش پراں ہو گئے لیکن آپ نے نرمی سے کہا۔ کہ "دیکھو تمہارے وقت پر نہ پہنچنے سے میرا آدھا گھنٹہ ضائع ہو گیا ہے۔ آئیندہ ایسی حرکت کبھی نہو"۔ چنانچہ پھر کسیکی کیا مجال تھی۔ کہ وقت معینہ کی حاضری کو ترک کرتا۔

ہر کام میں غور کرنے کی عادت:۔ ملکہ معظمہ کے پاس بحیثیت حکمران ہونے کے جو ضروری کاغذات پیش ہوتے تھے وہ معمولی تو ہوا ہی نہ کرتے تھے۔ بلکہ وہ اکثر ایسے کاغذات ہوتے تھے۔ جو وزراء کی مجلس میں پیش ہو کر فیصلہ پا چکتے تھے۔ اور صرف حکمران کے دستخط ہونے باقی رہ جاتے تھے۔ چونکہ ملکہ وکٹوریہ ایک کم سن حکمران تھیں۔ اسلئے عام خیال تھا۔ کہ وہ لارڈ ملبورن کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کیطرح رہینگی۔ لیکن یہ خیال بالکل غلط نکلا۔ کیونکہ ملکہ وکٹوریہ نے کسی کاغذ پر سوائے کل حالات کے سننے اور اس پر اپنی رائے قائم کر لینے کے کبھی دستخط نہیں کئے۔ لارڈ ملبورن کئی کئی گھنٹے ملکہ کے سمجھانے میں صرف کر دیا کرتے تھے تب کہیں کاغذات پر دستخط ہوتے۔ اور جس میں کچھ شبہ یا نقصان دیکھتیں اسکو ملتوی کر دیتیں۔ چنانچہ لارڈ ملبورن کہا کرتے تھے۔ کہ **اس نوعمر ملکہ کی وزارت دس بادشاہوں کی وزارت سے بھی مشکل ہے** کیونکہ حل و عقد معاملات کی جو اعلیٰ قابلیت ملکہ وکٹوریہ میں موجود ہے۔ وہ وزرا کی پیش رفت نہیں جانے دیتی۔

اسی کے متعلق یہ ذکر بھی قابل تحریر ہے کہ ایک دفعہ ملکہ کے پاس لارڈ ملبورن نے چند ضروری کاغذات پیش کر کے عرض کیا۔ کہ انپر اسیوقت دستخط فرما دیجیے اسپر ملکہ نے فرمایا۔ کہ لارڈ صاحب! براہ مہربانی ایسا کبھی پھر نہ فرمائیے گا جبتک میں معاملہ کے جزو و کل پر حاوی نہو جاؤں۔ دستخط کس طرح کر سکتی ہوں" چنانچہ اس دور اندیش وزیر اعظم نے بھی اس کا کبھی برا نہ مانا۔ اور نہایت احتیاط سے حسب منشا کام کرتے رہے۔

دینداری:۔ ملکہ وکٹوریہ کی دینداری میں تخت نشینی کے بعد باوجود سلطنت کی مہمات عظیمہ کے بھی کبھی فرق نہیں آیا۔ وہی حسب قاعدہ عبادت اُن کا

معمول رہا۔ جو ایام ابتدائی سے تھا۔ اسی طرح گرجے جانا۔ اور اسی طرح اتوار کو
یوم السبت مانکر دنیوی کاروبار کو اس دن ملتوی کر دینا انکی عادت رہی۔ چنانچہ اسکے
متعلق ایک مزیدار واقع یہ ہے کہ ایک سنیچر کی سہ پہر کو لارڈ میلبورن نے ان سے عرض
کیا کہ "میں کل چند ضروری کاغذات پیش کرنے چاہتا ہوں۔" اسپر آپ نے کہا کہ
"ہاں اوقاتِ عبادت کے بعد اگر آپ چاہیں تو پیش کر سکتے ہیں۔ دوسرا دن اتوار کا
تھا۔ صبح کو حسب معمول لارڈ ملبورن گرجا جانے کے لئے حاضر ہوئے۔ اور ملکہ مع
اپنی والدہ کے انکے ساتھ گرجا گھر تشریف لے گئیں۔ جہاں اس دن یوم السبت (اتوار)
کی فضیلت پر پادری صاحب کا لیکچر ہوا۔ اور چونکہ لیکچر حوالجات کتبِ مذہبی سے لبریز
تھا۔ اسلئے موثر بھی ہوا۔ واپسی کیوقت ملکہ نے لارڈ ملبورن سے دریافت کیا۔ کہ
"آج کے وعظ کی نسبت آپکی کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا "وعظ واقعی عمدہ اور موثر
تھا۔ اور خوب ہی ادا ہوا ہے۔" اس کے بعد ملکہ نے کہا۔ کہ "آپ کے چلے جانیکے بعد میں نے
بھی اس کے نوٹس پادری صاحب کو لکھ کر بھیجدیئے تھے۔" یہ سنکر غالباً جس طرح
وہ فرزانہ مدبر ملکہ وکٹوریہ کی دینداری اور قابلیت پر عش عش کر اٹھا تھا۔ غالباً اب بھی
بہت لوگ صرف یہ واقع پڑھکر بھی مرحبا کہہ اٹھیں گے۔ کیونکہ شہنشاہی کے رتبہ پر
پہنچکر مذہبی خیالات میں اس قدر انہماک سوائے خاص وجودوں کے بہت کم میسّر
آتا ہے۔ بہرحال اس دن سے بعد کسیکو جرأت نہ ہوئی کہ اتوار کو کوئی کام ملکہ کے
حضور میں پیش کرے۔ اور وہ اس دن کو مذہبی قاعدہ کے موافق عبادت میں صرف کرتی تھیں

فصل ہفتم

ملکہ وکٹوریہ کا جشن تاج پوشی

یوں تو یوم تخت نشینی سے ملکہ معظمہ نے سلطنت کا کام باضابطہ طور پر کرنا شروع کر دیا تھا

اور باقاعدہ اعلان بھی ہو چکا تھا مگر دستور شاہانہ کے مطابق ۲۸- جون ۱۸۳۸ء کو یعنے تخت نشینی سے تریپن ہفتہ بعد آپکا جشن تاج پوشی عمل میں آیا۔

تخت نشینی سے تاج پوشی تک اسقدر تفاوت کی وجہ:- یہ بھی کہ ایک تو بسبب رشتہ داری قریبی شہنشاہ ولیم چہارم متوفی کے ملکہ معظمہ کو ان کا ماتم یک لخت اٹھا دینا پسند نہ تھا۔ اور اسی میں خاصکر یہ بھی مرکوز خاطر تھا کہ انکی چچی ایڈی لیڈ کا زخم بھی پرانا ہو جائے۔ اس کے سوا ایک خاص وجہ تھی۔ کہ تاج بادشاہی جو اس سے پہلے شہنشاہ ولیم اور انکے سابقین پہنا کرتے تھے۔ وہ بھاری تھا۔ یعنے اس کا وزن ساڑھے تین سیر کا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے تاج کا تحمل ایسی نازنین ملکہ کا سر نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے انکے لئے ایک نیا تاج برائے تاج کو تڑوا کر رنڈل اور برج نام انگلستان کے مشہور و معروف نامور کاریگروں سے ایک نیا نفیس تاج بنوایا گیا۔ جس میں پہلے درجہ کی خوبی اور لطافت یہ تھی۔ کہ وہ وزن میں صرف ڈیڑھ سیر تھا۔ اور جواہرات اس سے بھی کہیں زیادہ تھے۔ جو شہنشاہ ولیم کے تاج میں نصب تھے۔

ملکہ وکٹوریہ کا تاج:- ملکہ وکٹوریہ کے لئے جو تاج طیار ہوا تھا۔ اس میں ایک بہت بڑا لعل رنگی طرف جگمگا رہا تھا۔ اور اس کے بالمقابل ایک بہت ہی بڑا نیلم نہایت آب و تاب کے ساتھ نصب کیا گیا تھا۔ اور ان دو بے بہا دانوں کے علاوہ سولہ عدد معمولی نیلم گیارہ زمرد۔ چار یاقوت۔ تیرہ سو تریسٹھ چوکور الماس۔ بارہ سو تہتر گلابی ہیرے۔ ایک سو ینتالیس بڑے الماسوں کے دانے۔ چار صراحی دار بیش قیمت موتی اور دو سو تہتر معمولی منتخب موتی نصب تھے۔ یعنے کل تین ہزار جواہرات آبدار جگمگ جگمگ کر رہے تھے۔ اندر کیطرف مخملی ٹوپی نہایت نفاست سے لگائی گئی تھی سونے کا استعمال بہت تھوڑا کیا گیا تھا۔ یعنے صرف اتنا کہ جو جواہرات کو قابو رکھنے کیلئے

ضروری ہو۔ غرضکہ ان مجلی گوہران بے بہا کیطرف بھرپور نگاہ سے دیکھنا محال تھا اس تاج کے صرف جواہرات کی قیمت گیارہ لاکھ تیس ہزار روپیہ آنکی گئی تھی۔

عام طیاریاں:۔ اس تقریب سعید کی شرکت کے لئے سلطنت کیطرف سے جب دعوتی رقعات شہزادوں۔ امیروں اور لارڈوں کے نام جاری ہوئے۔ تو اسپر ایک ایسی خوشی تمام لوگوں کو ہوئی۔ کہ جو حدو پایان سے باہر ہے **محل ویسٹ منسٹر ابی** West Minister Abbey. اس مبارک دربار کے لئے اس عمدگی اور اہتمام سے سجایا گیا تھا۔ کہ جیسا اس جشن عظیم الشان کے لائق تھا۔ محل کیا تھا ایک طلسم کدہ بنا ہوا تھا۔ کہ جس کی آرائیشوں اور زیبائیشوں کو دیکھ کر عقل دنگ رہجاتی تھی۔ اس عالیشان محل کے ایک ایسے وسیع کمرے میں دربار سجایا گیا تھا کہ جس سے باقی شہر کا بھی جو بہین دیسار اس کمرے کے موجود تھے۔ تمام کارروائی کو اچھی طرح دیکھ سکیں۔

شائقین دیدار کا ہجوم:۔ ملکہ کا جلوس شاہانہ دیکھنے کے لئے شائقین کا اسقدر ہجوم تھا۔ کہ غالباً چشم فلک نے بھی ایسا ہجوم واشتیاق بہت کم دیکھا ہوگا۔ یعنے جس راستہ سے ملکہ کی سواری گذرنی تھی محل ویسٹ منسٹر ابی تک دورویہ لوگوں نے بیٹھنے کے لئے مکانات کرایہ پر ٹھہرا رکھے تھے۔ اور کرایہ بھی اس قدر گراں کہ فی شخص دو دو سو روپیہ تک۔ اس اشتیاق کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ صرف دو گھنٹہ کے لئے دو سو روپیہ جیسر نثار کرنے کو اس قدر ہجوم ہوا۔ کہ بمشکل دونوں طرف کے مکانات پر سے صرف سرہی سر نظر آرہے تھے۔

تاج پوشی کا دن:۔ چڑھا۔ تو گویا فرحت وشادمانی کا ایک سمندر ٹوٹ پڑا شائقین دیدار تو سویرے ہی سے آآکر اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تھے۔ دس بجے سے پہلے تمام شہزادے۔ نواب۔ امیر سفرائے دول عظام اور دوسرے بڑے بڑے لارڈز وغیرہ بھی

دربار میں آکر اپنے اپنے مقام پر نمبروار بیٹھ گئے۔ اور وفورِ شوق سے ملکہ وکٹوریہ کی تشریف آوری کا انتظار ہونے لگا جنکے جلوس میمنت مانوس کیواسطے ایک سنہری تخت نما شاہانہ کرسی نہایت خوبصورتی کے ساتھ ایک زربفت کی مسند مرتفع پر بچھی ہوئی تھی۔

ملکہ کی شاہانہ پوشاک:۔ ملکہ معظمہ کی پوشاک میں بھی اُس دن خاص شاہانہ تجمل مدنظر رکھا گیا تھا۔ یعنے نہایت اعلیٰ درجہ کی ارغوانی مخمل کا زردوزی لباس آپکے زیبِ بر اور نیا مرصع کار تاجِ شاہی برسر تھا۔ دہنے ہاتھ میں عصائے شاہی اور بائیں ہاتھ میں کرۂ طلائی۔ اور اِس کے علاوہ دستِ راست میں مُہر کی انگشتری پڑی تھی اِس کے سوا تین تلواریں کمر سے لٹک رہی تھیں جنکی تشریح یہہ کیجاتی ہے۔ کہ عصاء سے شاہی رعایا مقصود ہے۔ اور کُرہ سے کُرۂ زمین کی بادشاہت۔ اور انگشتری حکومت کی نشانی۔ تین تلواروں میں ایک سے سیاست یعنے انصاف مقصد تھا۔ دوسری سے حفاظتِ رعایا و ملک مُراد تھی۔ اور تیسری تلوار رحم کی تھی۔ جو کُند تھی۔ غرضکہ یہہ صورت تھی جس کا نظارہ دینا اُس دن اہلِ عالم کو منظور تھا۔ اور جو فی الواقع مناسب و موزون مذاق تھا۔

ملکہ وکٹوریہ کا جلوس شاہانہ:۔ ٹھیک دس بجے دن کے ملکہ وکٹوریہ اپنے شاہی محل سے ایک آٹھ گھوڑوں کی نایاب شاہی گاڑی پر اِس اہتمام سے سوار ہو کر روانہ ہوئیں کہ آٹھ مصاحب خواصوں نے آپکا گاؤن اُٹھایا ہوا تھا۔ اور پچاس مُغزز سہیلیاں پیچھے چل رہی تھیں۔ ملکہ کے بالمقابل اُنکی والدہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ جس وقت یہہ ساٹھوں مُنتخب روزگار لیڈیاں چل رہی تھیں یہہ معلوم ہوتا تھا کہ جواہرات کا دریا چل رہا ہے۔ اور اُس کی تیز و تند موجیں نظر کو ٹکنے نہیں دیتیں۔ اِس بُقعۂ نورِ مجسم کے آگے پیچھے فوجی جلوس بھی چل رہا تھا جو نظارہ کی ہیبت کو اور بھی بڑھا دیتا تھا

غرضکہ اس ہیئت سے ملکہ معظمہ دونوں طرف سے تماشائیوں کی مبارک سلامت
کی آوازیں سُنتی اور سلام شوق لیتی ہوئیں نہایت تجمل شاہانہ کے ساتھ ساڑھے
گیارہ بجے محل ویسٹ منسٹر میں رونق افروز ہوئیں۔ اور جس طرح سوار ہوتے وقت
اکیس اتواپ کی شاہی سلامی سر ہوئی تھی۔ اُسی طرح اترنے کیوقت بھی اکیس اتواپ
کی سلامی سر ہونے کے ساتھ شاہی باجے نے قومی گیت کے ساتھ استقبال کیا۔
اور دربار میں داخل ہوتے ہی ؎

پئے تعظیم او برخاست ناگاہ   ز رُخ رنگ و ز سر ہوش و ز دل آہ

بہرحال جب آپ تخت شاہانہ پر متمکن ہوئیں۔ تو کنٹربری کے آرچ بشپ نے مندرجہ
ذیل الفاظ میں اہل دربار سے آپکو ملاقی کرایا۔
"لیڈیز اور جنٹلمین! ہر مجسٹی ملکہ معظمہ حامی دین جو بیشک و شُبہ اس ملک کی اصلی
مالک اور حکمران ہیں۔ اور جنکی حکومت کا سکہ ہم سبھوں کے دلوں پر جو اس دربار
میں اپنے اظہارِ عقیدت کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ بخوبی منقش ہو چکا ہے۔ ان کو
مَیں آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ کیا آپ انکو اپنا بادشاہ اور فرمانروا
تسلیم کرتے ہیں" اس پر چاروں طرف سے صدائے تہنیت نے تسلیم کا اقرار کیا۔
اور رسوماتِ تاج پوشی شروع ہوئیں۔

رسوماتِ تاج پوشی:۔ انگلستان کے قانون کے مطابق ضروری یہ تھا کہ
ہر ایک حلیف (قسم کھانیوالا) تاجِ شاہی پر ہاتھ لگا کر بادشاہ کے بائیں رُخسار پر
بوسہ دے۔ لیکن یہ رسم اس نوعمر نازنین اور بالخصوص دوشیزہ ملکہ کے لئے کسی طرح
مناسب نہ تھی۔ لہٰذا بذریعہ اعلانِ عام پہلے سے سب درباریوں کو مطلع کر دیا گیا
تھا۔ کہ حلف والے صرف ملکہ کے تاج کو ہاتھ لگا کر اُنکے بائیں ہاتھ پر گھٹنوں کے بل
کھڑے ہو کر بوسہ دیں۔ البتہ ملکہ کے چچا ڈیوک اوف کیمبرلینڈ اور ڈیوک اوف سسکس

حسب معمول رسم ادا کریں۔ پس اسی قاعدہ کے مطابق سب سے پہلے تو ملکہ کے چچاؤں نے حلف لیا۔ لکھا ہے کہ جس وقت ڈیوک آف سیسکس اس ادائے رسم کے لئے تخت کے پایہ پر چڑھنے لگے۔ تو بسبب ضعف پیری کے انہیں کسیقدر دشواری ہوئی۔ یہہ حالت دیکھتے ہی ملکہ وکٹوریہ خود تخت سے ایک زینہ نیچے اتر آئیں اور چچا کے گلے لپٹ کر خود بھی انکا بوسہ لے لیا۔ اور فرمایا کہ آپ زیادہ تکلیف نہ کریں۔ میں تو آپکی وہی بھتیجی وکٹوریہ ہوں" اس وقت کا حال ڈیوک سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ اس ادب و اخلاق مجسم بھتیجی کی اس قدر اُلفت دیکھکر وہ کس قدر خوش ہوئے ہوں گے۔ ہم تو صرف اتنا سُنتے ہیں کہ فرطِ انبساط سے اُنکے آنسو نکل پڑے تھے۔ العرض اسی طرح سب امیر تاج کو چھوکر اور ملکہ کے ہاتھ کو بوسہ دیکر یہہ رسم ادا کرتے گئے۔ کہتے ہیں کہ اُن میں سے ایک صاحب لارڈ رول نام ایسے ضعیف تھے کہ جنہیں اپنی جگہ سے اُٹھکر تخت پر چڑھنا مشکل تھا۔ وہ بیچارے قاعدہ کے موافق آکر چڑھنے لگے تو پاؤں لڑکھڑا گیا۔ اور گرنے کو تھے کہ دوسرے اُمرائے جو اُسوقت اُنکے پاس کھڑے تھے پکڑکر سہارا دیا۔ اور وہ بُوڑھا لارڈ دوبارہ چڑھنے لگا۔ مگر ملکہ معظمہ نے یہہ حالت دیکھکر فرمایا۔ کہ "آپ ٹھہریئے"۔ اور خود اپنا ہاتھ آگے کردیا کہ یہیں بوسہ دیدیا جائے۔ العرض اس عمدگی اور حُسن اسلوب سے یہہ دربار عصر کیوقت برخاست ہوا۔ اس دربار میں اٹھارہ ڈیوک۔ بائیس مارکوئیس۔ بانوے ارل۔ بیس وسکونٹ۔ بانوے بیرن۔ اور قریباً چھ سو معزز لارڈز ملکہ کے حلیف ہوئے تھے۔

شاہی دعوت:۔ دربار سے فراغت کے بعد سلطنت کیطرف سے ڈیوک آف ولینگٹن نے دو ہزار معزز رئیسوں کی دعوت کا بعد شام اہتمام کیا۔ اور سو خاص الخاص لوگوں کی دعوت خود ملکہ معظمہ نے اپنے محل پر کی۔ اس کے علاوہ ہزارہا بلکہ لاکھوں لوگوں کو کھانا تقسیم کیا گیا۔ اس دعوت میں ایک خاص بات یہہ بھی قابلِ ذکر ہے

کہ ایک بچھڑا ثابت بریان کیا گیا تھا۔ جسکو گوسالہ شاہی کا خطاب ملا۔ اور اسکو عجائب پرست لوگوں نے اس کثرت سے دیکھا کہ جس کا اندازہ نہیں۔ حتّیٰ کہ آخر الامر اس کے دیکھنے کے لئے چار آنہ کا ٹکٹ مقرّر کیا گیا۔ اور اس پہ بھی ساڑھے تین ہزار آدمیوں نے اُسے دیکھا۔ اس کے علاوہ اُن دنوں ہی ایٹروں میں مفت تماشا دکھانے کا حکم دیا گیا۔ اور لوگ مفت سیر کرتے رہے۔

تاج پوشی کا خرچ:۔ رسوماتِ تاج پوشی کے اخراجات کا اندازہ صرف سات لاکھ روپیہ کیا گیا تھا۔ جو ایک ایسی رقم ہے کہ غالباً ایشیائی رئیس بھی ایسی مواقعات پر اس سے کم صرف نہ کرتے ہونگے۔ مگر جب یہ دیکھا جائے کہ تاجِ شاہی اور دیگر ملبوسات کی لاگت اس سے علاوہ ہے۔ اور یہ رقم صرف نصف تو محل ویسٹ منسٹرایبی کی آرائش پر صرف ہوئی تھی اور نصف دعوتوں اور خیرات میں۔ تو کچھ کم بھی نہیں کہی جاسکتی۔

فصل ہشتم

تبدّلِ وزارت ملکہ وکٹوریہ کی خود رائی اور مخالفین کی ہرزہ درائی

تاج پوشی کے بعد حسب دستور و قانونِ مُلک چونکہ لارڈ ملبورن صاحب کی وزارت کی میعاد ختم ہوگئی تھی اسلئے وزارت کے لئے قاعدہ کے موافق نیا انتخاب ہوا۔ اور

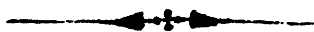
سر رابرٹ پیل صاحب Sir Robert Peel. فرقہ کنسرویٹو

کے پیشرو انتخاب میں کامیاب ہوگئے۔ پُرانی کیبی نٹ نے باضابطہ استعفے داخل کئے۔ اور نئے وزیرِ اعظم اپنی کیبنٹ مرتب کرنے لگے۔ لیکن اتفاق سے پہلی کیبی نٹ کے وزراء میں سے چند ایک کی لیڈیاں پہلے سے ملکہ معظمہ کی مصاحبت میں داخل تھیں اور پیل نئے وزیر اعظم نے اپنا سکہ جمانے کے لئے یہ خواہش کی کہ جس طرح

کونسل وُزرا سے سابق علیحدہ ہوگئی ہے۔ ایسے ہی وہ لیڈیاں بھی ملکہ معظمہ کی مصاحبت سے الگ کر دیجائیں۔ لیکن ملکہ معظمہ نے اپنی قدیمانہ طرز قدردانی اور حقوقِ صُحبت کے خیال سے لارڈ پیل کی اِس درخواست کو قطعی نامنظور کردیا۔ اور فرمایا کہ "یہہ لیڈیاں ہماری پرائیویٹ مصاحبت میں ہیں۔ اِنپر سلطنت کا کوئی زور نہیں چل سکتا۔" لارڈ پیل نے اِس امر کو اپنے مطالب کے لئے موافق نہ جانا۔ اور کہا کہ جبتک یہہ لیڈیاں ملکہ معظمہ کے پاس رہینگی اُنکی قابو یافتگی کے سبب نئی وزارت کامیاب نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ اِس معاملہ کو اُنہوں نے پارلیمنٹ میں بھی پیش کردیا۔ جسپر ملکہ معظمہ کو اَور بھی ناگوار ہوا۔ اگر وہ آہستگی کے ساتھ جُملہ مراتب کا نشیب و فراز سمجھا دیتے تو شاید کارروائی اُنکے حسب مُراد ہو جاتی۔ لیکن اُنہوں نے چونکہ ہینکڑی اور سختی دکھائی۔ لھذا ملکہ معظمہ بھی اپنی بات پر اڑ گئیں۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ لارڈ پیل نے بغیر اِنکے علیحدہ کرائے۔ وزارت سے استعفا دیدیا۔ اور ملکہ معظمہ نے بھی بلا خوف او ملتہ لائم اِس کو منظور کرلیا۔ اور فی الفور اپنے پُرانے خیرخواہ لارڈ ملبورن کو طلب فرماکر بدستور وزارت کے قائم کرنے اور اُسی کیبنٹ کے مرتب فرمانے کا حکم صادر فرما دیا۔ اِس سے مخالفین کو اَور بھی رشک وحسد پیدا ہوا۔ اور اُنہوں نے اِس تغیر وتبدل کا نام بیڈ چیمبر کوسچن Bed Chamber Ques[illegible] یعنے مسئلہ خوابگاہ قرار دیکر مُلک میں اِس عصمت مآب ملکہ کی بدنامی کرنی شروع کردی

ملکہ کا استقلال ۔ کہتے ہیں کہ اِس عمل درآمد کے بعد جب ملکہ وکٹوریہ ایک گھوڑدوڑ میں شریک ہوئیں۔ تو سر رابرٹ پیل کی خاص جماعت نے ہِس ہِس یعنے آوازۂ نفرین خاص اُنکے سامنے بھی بلند کرنے سے پہلوتہی نہ کی۔ اور ہر چند کہ انگلستان کو ابھی ملکہ سے پہلے بادشاہونکی خود رائی کے سبق بھولے نتھے۔ جنکے موافق ملکہ کو ہر طرح ایسے شوخ چشم لوگوں کی واجب گوشمالی کا اختیار تھا۔ مگر اُنہوں نے

ہمیشہ تحمل اور بُردباری کو اپنا اصول بنائے رکھا۔ اور اِن فضول اور لغو بکواسوں کیطرف کوئی بھی توجہ نہ فرمائی۔ جو انکی کوہ وقاری اور رحم مجسّم ہونے کی کافی دلیل ہے۔ بہر حال اِس کے بعد یہ معاملہ رفت گذشت ہوگیا۔ اور خود اُن لوگوں کو بھی اپنی بدزبانی اور بڑھی ہوئی آزادی کی ڈینگ کا سخت افسوس ہوا۔ کیونکہ اِس محض اہتمام سے دراصل خود انکے اپنے ملک کی بھی خفت تھی۔ اور ملکہ معظّمہ کا دامن اِس سے بالکل پاک وصاف تھا۔ اور تاریخ دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سوائے اِس ملکہ کے بہت ہی کم لوگ تختِ انگلستان پر اِس پرہیزگاری اور عصمت مآبی کے ساتھ حکومت کر گئے ہیں۔ جیسی کہ ملکہ وکٹوریہ نے کی۔ جس کی اصل وجہ ہے کہ ابتداء سے ہی انکی والدہ کی نہائت قابل داد تعلیم و تربیت نے اِن کے دل میں دینداری اور اخلاقی خیالات مرتسم کر دیئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ فطرتاً جس شخص کے دل پر ایسے خیالات کا غلبہ ہو وہ کبھی فضولیات کیطرف راغب نہیں ہو سکتا۔ البتہ لارڈ ملبورن کے فریق کی طرفداری ملکہ نے ضرور کی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو بسبب اِس کے کہ حضور ممدوحہ انہیں کے عہدِ وزارت میں تخت نشین ہوئی تھیں۔ اُن سے موافق ہونا فطرتی امر تھا۔ اور دوسرا سر رابرٹ پیل کی درخواست فی نفسہٖ بھی معقول نہ تھی۔ اور پھر اِس پر اِس قدر کد کرنا اور بھی لغو تھا۔



باب سوم

وکٹوریہ کی شادی خانہ آبادی اور خانہ دار زندگی

فصل اوّل

ملکہ وکٹوریہ کا عالمِ شباب

ملکہ وکٹوریہ جب تختِ سلطنت پر بیٹھی تھیں اُنکا سن اٹھارہ برس اور ایک مہینے کا تھا۔ جو عین شباب کے دِن ہوا کرتے ہیں۔ اور ملکہ کا حُسن و جمال تو کچھ اَور ہی شے تھا۔ قد کی موزونیت۔ نازنین جسم کا سڈول اور نازک ہونا۔ رنگ کا گُلِ گلاب سے بھی دو قدم بڑھ کے رہنا بڑی بڑی آنکھوں کا رسیلا پن۔ نازک ہونٹوں کی تاب و حُمرت۔ چہرہ کی صفائی۔ کُشادہ پیشانی۔ مُتبسم صورت۔ چاند سے چہرہ کے ساتھ زُلفِ سیاہ کا جماؤ۔ اور اسپر بانکا اور شاہی بناؤ۔ بقول مولینا غنیمت

نگارین دُخترے غارت گرِ ہوش ۔۔۔ چہ دُختر یا قیامت دوش بردوش

عیاں از جبہہ و مطلع الفجر ۔۔۔ نہاں در گیسوے او لیلۃ القدر

غزالِ چشم تکلیف رم ہوشی ۔۔۔ غزالہ مستئی او عید آغوشی

غرضکہ دستِ قدرت نے ملکہ کے وجود کو حُسن و جمال کے سانچہ میں ڈھالدیا تھا۔ اور بلا مبالغہ جس طرح اقبال و عزت۔ نیکی اور بزرگی میں برطانیۂ اعظم کی یہ مبارک خاتون بے نظیر و عدیل تھیں ویسے ہی خوبصورتی میں بھی اپنا سہیم و شریک نہ رکھتی تھیں

ملکہ کے طلبگار:- ملکہ وکٹوریہ ابھی تخت سلطنت پر جلوہ گر بھی نہ ہوئی تھیں۔ کہ انکے طلبگاروں کا ہجوم ہوگیا۔ اور واقعی ایسی خوبصورت۔ ایسی باسلیقہ۔ ایسی پاکیزہ طبیعت اور ایسی بلند پایہ لڑکی کے جس قدر خواہاں نکلتے کم تھے۔ معمولی حیثیت والوں کا یوں تو حوصلہ بھی نہ ہوسکتا تھا کہ باقاعدہ پیام و سلام کریں وہ اپنے عشق کی سرگذشتیں اور افتادیں بذریعہ تحریر ہی لکھ لکھ بھیجتے تھے۔ اور اسی میں اپنی بھڑاس نکال لیتے تھے۔ اور برابر والے شہزادے جو اس حسب و نسب کے تھے۔ اُن میں سے کئی آوارہ و سرگشتہ ہوگئے۔ اور کئی حالت جنون میں چلتے پھرتے نظر آئے۔ شاہ جارج چہارم نے اپنے حین حیات پرنس الگزنڈر کو جو ہنڈ کا شہزادہ تھا۔ اس ازدواج کے لئے پسند کیا تھا۔ اور بعض ممبران خاندان شاہی کو پرنس جارج شہزادہ کیمبرج کا بھی خیال تھا۔ لیکن کارکنان قضا و قدر نے یہ دُرِ بے بہا شاہی خاندان گوتہا کے شہزادے فرانسس چارلس آگسٹس البرٹ کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ توکسی دوسرے کو کس طرح باریابی اور مقبولیت ہوسکتی تھی۔ اور ملکہ کے بزرگوں نے بھی ابتداء سے ہی یہی رشتۂ خجستہ کا خیال اپنے دل میں رکھا ہوا تھا۔ اسلئے باقی درخواستوں پر کوئی التفات نہ ہوسکتی تھی۔ یہ واقعہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عشاق وکٹوریہ میں کئی ایک لارڈ اور وزراء بھی شامل تھے۔ مگر عرض حال کا موقع کسے ہوسکتا تھا ایک دن ایک لارڈ نے بڑی خوبصورت وضع بنا کے ملکہ کی خدمت میں عرض کیا کہ براہ مہربانی آپ سرسری طور پر فرماویں کہ موجودہ گروپ (مجمع) میں سے آپ کسے ترجیح دے سکتی ہیں۔ ملکہ وکٹوریہ نے فرمایا کہ مجھے پہلے سمجھا دیا جائے۔ کہ یہ سوال کیسا ہے۔ اور بات کیا ہے۔ لارڈ نے عرض کیا۔ کہ سائل کو اس سے زیادہ کہنے کا اس وقت حوصلہ نہیں۔ وہ آپ کے جواب پر موقوف ہے۔ آپ سرسری طور پر فرماویں۔



H.M. QUEEN YICTORIA

ملکہ وکٹوریہ عالم تاب

یہ بات سنتے ہی ملکہ وکٹوریہ فوراً اصل مطلب پر پہنچ گئیں۔ اور نہایت حزم واحتیاط سے جواب دیا کہ ڈیوک اوف ولینگٹن تم سب میں قابلِ ترجیح ہیں اس سے سب کے خیالاتِ لاطائل رفوچکر ہوگئے۔ اور ملکہ کی فراست ولیاقت نے ایسا بے بدل کام کیا کہ پھر کسیکو کچھ کہنے کی جرأت ہی نہ ہو سکی۔ کیونکہ ڈیوک اوف ویلنگٹن سوال کیوقت نوّے ۹۰ برس کے تھے۔

فصل دوم

شہزادہ البرٹ کا ابتدائی حال اور شادی کا خیال

فرانسس چارلس آگسٹس البرٹ۔ خاندانِ سیکس کے لائق فرمانروا کوبرگ اوف گوتھا کے فرزند دوم تھے۔ جو ملکہ وکٹوریہ کی والدہ ڈچس اوف کینٹ کے حقیقی بھائی ہوتے تھے۔ اور اس طرح گویا پرنس البرٹ ملکہ کے ممیرے بھائی تھے یہ شہزادہ ۲۶۔ اگست ۱۸۱۹ء کو روزینا نام قصبہ میں جو کوبرگ سے چار میل کے فاصلہ پر تھا پیدا ہوا۔ اور یہ وہی سال ہے جس میں ملکہ وکٹوریہ ۲۴ مئی کو پیدا ہو چکی تھیں۔ شہزادہ البرٹ کی والدہ شہزادی لوئیتا بڑی لائق اور حسین شہزادی تھی۔ مگر شوہر سے ناموافقت کے باعث آخر طلاق دیا گیا۔ اور پھر ۱۸۳۲ء میں وہ بیچاری مر بھی گئیں۔ لیکن مرنے اور طلاق سے پہلے بھی بوجہ باہمی شکر رنجی کے ڈیوک اوف کوبرگ خود ہی البرٹ کی تعلیم وتربیت کے کفیل تھے۔ چار سال کی عمر میں انکی تعلیم وتربیت کے کام پر ایم فلارسچٹر صاحب ایک لائق ادیب مقرر ہوئے۔ اور شہزادہ کی طبعیت میں چونکہ جودت وذہانت کافی موجود تھی اسلئے وہ بہت جلد ترقی کرتے گئے۔ اخلاق، سیاست مدن، خانہ داری

حکمت وغیرہ علوم ضروریہ کے سوا موسیقی اور ورزش میں شہزادہ نے خاص امتیاز حاصل کر لیا۔ اور گھڑ دوڑ وغیرہ تو اُنکی معمولی کھیلیں تھیں۔ لیکن ساتھ ہی مزاج میں پہلے درجہ کی تہذیب اور حکمت بھری ہوئی تھی۔ خوبصورتی تو اِس گھرانہ کا خاص حصّہ تھی۔ مگر شہزادہ اِس میں بھی نمبر اوّل پانے کا مستحق تھا۔ اور اسکے ساتھ استقلال کی طاقت شہزادہ کی رگ و پے میں سمائی تھی۔

۱۸۳۶ء میں جبکہ ملکۂ وکٹوریہ ابھی نابالغ تھیں۔ ڈیوک اوف کوبرگ اُنکے ماموں اپنے دونوں لڑکوں کو سیر و سیاحت اور تعلقاتِ یگانگت کے استحکام کے لئے ساتھ لیکر لنڈن تشریف لائے۔ اور حسب قاعدہ اپنی بہن ڈچس اوف کینٹ کے ہاں فروکش ہوئے۔ جہاں اِس سے پہلے اُن کے بھائی پرنس لیوپولڈ بھی مدّتوں رہ چکے تھے۔ اِسی اقامت میں ملکۂ وکٹوریہ اور پرنس البرٹ کی بے تکلفانہ ملاقاتوں کا آغاز ہوا۔ سیر و تفریح میں دونوں باہمی اتفاق سے شریک ہوتے رہے۔ اور اِدھر اُدھر کی گشتیں بھی دونوں نے بہت اچھی طرح کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دونوں کے بزرگوں کے دلوں میں جو خیال مدّتوں سے موجود تھا۔ اُس کا خود اُنکے سینوں میں بھی گذر ہونے لگا۔ ملکۂ وکٹوریہ چونکہ اپنی ذات کے لئے مذہبی خیالات کی زیادہ پابند تھیں۔ اِسلئے اُنہیں اِن ملاقاتوں میں شہزادہ البرٹ کی نسبت یہ دیکھکر کہ وہ بھی پکا عیسائی اور پراٹسٹنٹ طریقہ کا پیرو ہے۔ نہایت اطمینان ہوا۔ اور نیز چونکہ شہزادہ بھی ملکہ کیطرح فن موسیقی کا شائق اور خود ایک اچھا موسیقی دان تھا۔ اِسلئے اِس میں بھی اُنکی تسلّی ہو گئی۔ اس کے علاوہ ایک حُسن اتفاق یہ بھی قابل دید تھا۔ کہ جس پادری نے ڈچس اوف کینٹ کی رسم نکاح خوانی ادا کی تھی۔ اُسی نے اِس شہزادہ کو بھی اصطباغ دیا تھا۔ اور نیز شہزادہ کی طرح وضع باوجود جرمنی ہونے کے اکثر انگریزی ہوا کرتی تھی

پرنس البرٹ شوہر نامدار ملکہ وکٹوریہ



اور یہ سب باتیں ایک دوسرے کی پسندیدگی کے لئے کافی ووافی تھیں۔
ان سب اتفاقات کی خاص وجہ تھی کہ شہزادے کے والدین نے ابتدا سے
ہی یہ نیت رکھ چھوڑی تھی۔ اور چونکہ جسوقت شہزادی وکٹوریہ پیدا ہوئی تھیں
اُسوقت انکے تخت نشین ہونیکا خیال تک نہ تھا۔ اس لئے فریقین کے اہلِ خاندان
کا ایسے رشتہ کی نسبت خیال کرنا کچھ بیجا بھی نہ تھا جوں جوں شہزادی وکٹوریہ کے
ملکہ ہونے کی اُمیدیں ہوتی گئیں۔ اس کام میں توقف و تعلل بھی پڑتا گیا۔ کہ
مقتضائے وقت یہی تھا۔ مگر پھر بھی شہزادہ لیوپولڈ اپنے ایام قیام انگلستان
میں اس امر کی نسبت کوشش کرتے رہے۔ اور یہ ورود بھی اسی غرض سے
تھا۔ جس سے اتحادِ فیمابین کو کافی ترقی ہوئی۔ اور جسوقت ملکہ وکٹوریہ تخت شاہی
پر بیٹھیں تو شہزادہ البرٹ نے اُسوقت بھی (جبکہ وہ یونیورسٹی بان کے طالب علم تھے)
مندرجہ ذیل مبارکباد کا خط ملکہ کیخدمت میں لکھا۔
"پیاری وکٹوریہ! اب خدا نے تمہیں یوروپ کی ایک وسیع سلطنت کی ملکہ
کر دیا ہے۔ لاکھوں آدمیوں کی خوشی اور ناخوشی کی کلید تمہارے ہاتھ میں آگئی ہے
جس کے لئے میری دُعا ہے۔ کہ خدا تمہارا معین و مددگار ہو۔ اور تمہاری سلطنت عرصۂ
دراز تک قائم رہے۔ اور تمہاری دلی کوششوں اور بہترین انتظاموں کا معاوضہ
تمہاری رعایا کیطرف سے اظہارِ احسانمندی و اخلاص کے ذریعہ ملتا رہے"!
اس کے بعد تاج پوشی کے جلسے میں وہ پھر مع اپنے والد اور بھائی کے ملکہ
وکٹوریہ کے خاص مہمان ہوئے اور اس موقع پر اکثر بھی خلا ملا ہوا تھا۔
ملکہ وکٹوریہ کا البرٹ کو اپنی تصویر بھیجنا:۔ انگلستان کے جشنِ عظیم سے
رخصت ہو کر جب شہزادہ مختلف ممالک کی سیر کرتا کراتا اپنے گھر پہنچا تو اُسی دن ملکہ
وکٹوریہ کیطرف سے اُس کو ایک نادر تصویر پہنچی جو ایسا موقع تاک کر عمداً بھیجی گئی تھی

کہ شہزادہ کے گھر میں قدم رکھتے ہی ملجائے۔ اِس تصویر کے پہنچنے سے اہل خاندان
کو اِس معاملہ میں کسیقدر اطمینان ہو گیا۔ کہ اب ضرور معاملہ حسب مُراد طے ہو جائیگا
اور اِس اُمید کو اِس طرح سے ایک اور بھی تقویت ہوئی۔ کہ ملکہ نے پرنس لیوپولڈ کو
اپنے ایک خط میں شہزادہ البرٹ کی صحت کا خیال رکھنے اور اِس سے وقتاً
فوقتاً اطلاع دیتے رہنے کی بابت یہہ جُملہ لکھکر تاکید فرمائی کہ "پرنس البرٹ کی بابت
مَیں آپ سے ملتمس ہوں کہ آپ اُس کی صحت اور خبر گیری کا انتظام اپنے ہاتھ میں
رکھیں۔ کیونکہ پرنس مجھے دُنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے"

مایوسی۔۔ اِس کے بعد شہزادہ لیوپولڈ نے جو اُس وقت بیلجیم کے بادشاہ تھے۔
اور ملکہ کیطرح البرٹ کے بھی ماموں تھے۔ ملکہ وکٹوریہ کے پاس بذریعہ تحریر اِس مبارک
ازدواج کی تحریک کی۔ مگر خُدا معلُوم کس سبب سے ملکہ وکٹوریہ نے ایک ایسا
بین بین جواب دیا کہ جس سے اقرار یا انکار کُچھ بھی مترشح نہو۔ آپ نے لکھا۔ کہ
"ماموں جان! ابھی مجھے تین چار سال تک اِس معاملہ میں مجبور نہ کیجیے۔ اُسوقت
اقرار یا اِنکار۔ جو کُچھ مناسب ہو گا۔ عرض کر دیا جائے گا" اِس تحریر سے گو انکار تو نہ تھا
مگر اکثر اہلِ خاندان کا دِل ٹوٹ گیا۔ اور باہمی گفتگو ہونے لگی۔ کہ "کیوں ایک
موہوم اُمید پر شہزادے کی جوانی کو خراب کیا جا رہا ہے" مگر اِس مایوسی
سے شہزادے نے ہمت نہ ہاری۔

فصل سوم

شادی کی بحث و پز

آخرش خود ہی شہزادہ کی آہ عاشقانہ اور صبر مُخلصانہ نے کام کیا۔ اور ملکہ کو خود بخود

اپنے پہلے خیال کی غلطی معلوم ہوئی۔ چنانچہ اپنے روزنامچہ میں اس کو اُنہوں نے صاف طور پر تسلیم کیا ہے۔ کہ۔

میں اس بیباکانہ تحریر کے لئے قابلِ معذرت بھی نہیں ہوں۔ اُسوقت مجھے یہی خیال تھا۔ کہ میں انگلستان کی ملکہ ہوں۔ اور محل کنسنگٹن میں تنہا آزادانہ زندگی بسر کر رہی ہوں۔ ابھی اٹھارہ برس کا سن ہے۔ شادی کی کیا جلدی ہے۔ ناحق بیٹھے بٹھائے پابہ زنجیر ہونا کیا ضرور ہے۔ مگر اب میں اپنی اس جلد بازی سے شرماتی ہوں۔ اور سخت حیران ہوں۔"

شہزادہ کا پھر انگلستان آنا:۔ اس کے بعد یہ تصفیہ ہوا۔ کہ اگر شہزادہ جوابِ شافی اور قولِ فیصل کا مُستدعی ہے۔ تو ایک دفعہ پھر انگلستان آئے وہاں کیا دیر تھی۔ چنانچہ وہ عاشقِ صادق فی الفور جرمنی سے چلکر بیلجیم ہوتا ہوا اور بزرگوں کی دُعا کو مددگار بناتا ہوا انگلستان آیا۔ اور بدستور ملکہ وکٹوریہ کے محل خاص میں رہنے لگا۔ اس موقع پر جس قدر سوالات تھے وہ سب حل ہو گئے اور ملکہ کو خود ہی دعوت دینی پڑی۔

ملکہ کا اظہارِ محبت اور شہزادہ کی عقلمندانہ قبولیت:۔ انگلستان آنے پر سب سے پہلے ملکہ وکٹوریہ کیطرف سے اس امر کا اظہار ہوا۔ کہ وہ شہزادہ کو اپنا جوڑا بنانے پر خوش ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے ایک محفلِ رقص میں شہزادہ کے ساتھ شامل ہو کر ایک نادر گلدستہ دینے سے اس امر کا اشارۃً اظہار بھی کیا۔ لکھا ہے۔ کہ شہزادہ اُس وقت تنگ کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اور اس کی گنجائش نہ تھی کہ وہ اُس گلدستہ کو سینہ محبت خزینہ پر آویزاں کر سکے۔ مگر اُنہوں نے نہایت خوشی سے چاقو لیکر اپنی صدری کو چاک کیا۔ اور اُس گلدستہ کو لگا کر ملکہ کی نظروں میں اپنی عقلمندی کا ثبوت دیا۔ لیکن رمز و کنایہ۔ اشارہ و استعارہ کسی میں بھی اپنی

طرف سے شہزادہ نے پہل نہیں کی۔ جس پر ملکہ وکٹوریہ نے ایک دن خود اُنہیں اپنے خاص کمرے میں بُلا کر پُوچھا۔ کہ "آپ انگلستان کو کیسا پسند کرتے ہیں"! اِس پر شہزادے نے صرف دو حرفہ جواب دیا۔ کہ "میں دِل سے پسند کرتا ہوں" اپنی طرف سے بات آگے نہ چلائی۔ لہذا پھر دوسرے دن اسیطرح پھر اُن کو پُوچھا گیا۔ مگر اُس مستقل مزاج نے پھر بھی یہی سادہ جواب دیدیا۔ تیسرے دن ملکہ نے صاف الفاظ میں خود کہا۔ کہ "آپ انگلستان رہنا۔ اور میرے رنج و راحت کا شریک ہونا منظور کریں گے"! شہزادہ نے ملکہ وکٹوریہ کا یہ جان بخش کلمہ سُنکر اور تخلیہ کا موقع غنیمت جان کے نہائیت موثر اور مودبانہ جواب دیا۔ کہ "میں تو اسی اُمید پر عمر کاٹ رہا ہوں۔ مگر میں نے عدم مساوات کے خیال سے سوال کرنا مناسب نہ سمجھا تھا۔ اگر آپ منظور فرماویں۔ تو میری عین تمنّا اور معراج ہے"! چنانچہ اِس پر قول و قرار طے ہو گئے۔

ملکہ وکٹوریہ کا خط شہزادہ لیوپولڈ کے نام:۔ شہزادہ البرٹ کیطرف سے جواب خاطر خواہ پانے پر ملکہ اِس قدر خوش ہوئیں کہ اُنہوں نے اُسی دِن اپنے ماموں شہزادہ لیوپولڈ بادشاہ بیلجیم کو اور اپنے دلی بہی خواہ بیرن سٹاکمر کو جو خطوط لکھے وہ ذیل میں درج ہیں جن کا اندراج خالی از دلچسپی نہو گا۔

"میرے سب سے پیارے ماموں! اِس خط کے مُلاحظہ سے غالباً آپ نہائیت خوش ہوں گے کیونکہ آپکی مُدّت سے یہ تمنّا تھی۔ واقعی البرٹ قیامت کا حسین ہے اُس کے اوضاع نہائیت پسندیدہ ہیں۔ جنمیں تصنّع کی بو تک نہیں۔ اور اُس کی مصاحبت بہت ہی دلپذیر ہے۔ چنانچہ میں نے شہزادہ البرٹ سے آج صبح اپنا مصمم ارادہ ظاہر کر دیا ہے۔ اور اِسکو سُنکر اُس نے جن محبّت بھرے الفاظ میں اپنی گرمجوشی اور ثابت قدمی دکھائی اُس نے میرے دِل میں گھر کر لیا ہے۔

میں نے اُس کو اچھی طرح آزما کر فیصلہ کیا ہے کہ وہ میری اور میں اُس کی رضا جوئی میں ایک دوسرے کے غلام رہیں گے۔ جتنے ہفتے اُس کی صحبت میں گذرے وہ بڑے قیمتی تھے۔ مجھے وقت گذرتا معلوم ہی نہیں ہوا۔ لیکن بہرحال جبتک پارلیمنٹ سے یہ معاملہ طے نہ ہولے ابھی کسی سے اس کا تذکرہ نہ فرمائیے گا۔

آپکی فرمانبردار بھتیجی
وکٹوریہ جارجنہ"

اِس کے علاوہ بیرن سٹاکمر کو یہ چٹھی بھیجی گئی

"میں اپنے آپ کو اس قدر بیخواس پاتی ہوں۔ کہ یہ بھی نہیں جانتی کہ خط کا ابتدا کن الفاظ سے کروں مگر خط میں جو خبر درج کرتی ہوں اُس سے مَیں معافی کی مُستحق ٹھہر جاؤں گی۔ اصلیت یہ ہے۔ کہ البرٹ نے میرا دل چھین لیا ہے" اور آج صبح ہم نے باہمی فیصلہ کر لیا ہے۔ اُمید ہے کہ البرٹ مجھے ہمیشہ اِسی طرح خوش رکھے گا۔ اور میری تمنا ہے۔ کہ مَیں بھی اُسے بہت ہی خوش رکھوں۔ اور اس میں حتی الامکان کوشش کروں گی۔ اس سے زیادہ لکھنے کی اِس وقت فُرصت نہیں۔ میرے عزیز ماموں تمہیں خود سُنا دیں گے۔"

شہزادہ کو جو خوشی اُس وقت ہوئی ہوگی اُس کا اندازہ کون کر سکتا ہے خُدا نے اِنسان کو دِل کا ٹکڑا تو بہت چھوٹا دیا ہے۔ مگر خُدا جانے اِسمیں دُنیا بھر کے رنج وغم اور تمام عالم کی خوشی کس طرح سمٹ سما کر سما جاتی ہے بہرحال اِس کے بعد شہزادہ البرٹ ۱۴ نومبر ۱۸۳۹ء کو انگلستان سے روانہ وطن ہوا۔ اور ملکہ وکٹوریہ نے اس معاملہ میں باقاعدہ کارروائی شروع کی

کونسل شاہی میں مسئلہ شادی: چونکہ پارلیمنٹ اور دیوانِ وُزرا کی منظوری کے بغیر ایسے اہم معاملہ کا تصفیہ نہ ہو سکتا تھا۔ اسلئے ملکہ وکٹوریہ نے سب سے پہلے لارڈ ملبورن سے اِس کا تذکرہ فرمایا۔ جو دِل سے اِس ازدواج کا موئد اور ملکہ کی رضاجوئی کا خواہشمند تھا۔ اور اگرچہ ایک دوشیزہ کے لئے یہ مُشکل کام تھا۔ مگر لارڈ ملبورن کے حوصلہ دلانے پر ملکہ نے اپنی درخواست کا مضمون قلمبند کیا۔ اور ۲۳ نومبر ۱۸۳۹ء کو دیوانِ وُزرا میں تشریف لاکر اُسکو پڑھ سُنایا۔ جِس کا مُدعا یہ تھا۔ کہ آج آپ صاحبوں کو اس غرض سے جمع کیا گیا ہے۔ کہ مَیں نے اپنے مونسِ تنہائی اور ہمراز و دمساز ہونے کے لئے شہزادہ البرٹ کو پسند کیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ سلطنت کیطرف سے آپ جیسے بلند خیال لوگوں کی موجودگی میں مجھے کسی اَور مددگار کی ضرورت نہیں۔ مگر اپنے ذاتی افکار اور پرائیوٹ معاملات میں ضرور اس کی حاجت ہے"۔

اسپر لارڈ لینسڈون نے تائید کی۔ اور لارڈ ملبورن تو پہلے سے ہی مُستعد تھے اُنہوں نے اِس ضرورت پر بخوبی توجہ دلاکر ڈیوک اوف کیمبرج کی تائید مزید سے معاملہ کو ملکہ وکٹوریہ کے حق میں طے کر دیا۔

ملکہ کے لئے یہ موقع نہائت ہی مشکل تھا جسے وہ خود بھی محسوس کرتی تھیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے روزنامچہ میں خود تحریر کیا ہے۔ کہ مَیں جب دو بجے دیوانِ وُزرا میں گئی۔ تو کمرہ بالکل بھرا ہوا تھا۔ اور مجھے اپنے خیالات کے باعث یہ بھی ٹھیک معلوم نہ ہو سکا۔ کہ وہاں کون کون لوگ موجود ہیں۔ البتہ جاتے ہی لارڈ ملبورن پر میری نظر جا پڑی۔ جو میری طرف محبت سے دیکھ رہے تھے۔ بہرحال مَیں نے اپنا بیان پڑھکر سُنادیا۔ اور اُس میں کوئی لغزش مجھ سے نہیں ہوئی۔ البتہ پڑھتے وقت میرے ہاتھ کانپ رہے تھے"۔

دیوانِ وزراء میں اِس معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر بہت اچھی طرح بحث کی گئی۔ اور چونکہ ہنوور کا علاقہ عورت کے زیرِ حکم نہ ہو سکتا تھا۔ اِسلئے یہ بھی اُمید کی گئی۔ کہ اگر ممکن ہو گا۔ تو وہ شہزادہ البرٹ کے زیرِ حکومت ہو سکے گا۔ اور اِس کے سوا چونکہ اِس ازدواج سے لنظر بظاہر ضرور کسی اولاد کے پیدا ہونیکا خیال ہو سکتا تھا۔ جس کی ضرورت بقائے سلطنت کے لئے نہایت ہی ضروری تھی۔ ماسوا اِس کے شہزادہ البرٹ کی خوبو اور عادات و اطوار بھی چونکہ بہلے درجہ کے شریفانہ تھے اور باعتبارِ حُسن و جمال کے بھی وہ ہر طرح ملکہ وکٹوریہ کی شوہریت کے قابل تھا۔ اِسلئے شادی کی قرارداد تو بلا کسی ردوکد کے ہو گئی۔ اور شاہزادہ کو بھی باقاعدہ طور پر اِس کی اطلاع دیدی گئی۔ کہ دسویں فروری کو یہ تقریبِ سعید ادا کیجائے گی۔

فصل چہارم

شادی کی تکمیل

شہزادہ البرٹ کا انگلستان آنا۔ اِس مسرت انگیز منظوری کی اطلاع کے بعد شہزادہ البرٹ ۲۸ دسمبر ۱۸۳۹ء کو اپنے آبائی وطن سے انگلستان روانہ ہوا۔ جس موقع پر اسکو تمام اُمراء و اعیانِ وطن نے ایک نہایت مکلف دعوت دی۔ اور نہایت عزت و حُرمت اور اِس کے ساتھ ہی محبت آمیز افسوس و رقت کے ساتھ اِس گوہرِ گراں بہا کو رخصت کیا۔ اور جب ایامِ شادی قریب ہونے لگے تھا کو ایوانِ شاہی میں شہزادہ کو آرڈر آف دی گارٹر کا اعزاز نہایت شان و شوکت کے ساتھ پیش کیا گیا۔ جس کے بعد شہزادہ موصوف مترل منزل

روانہ ہوکر ۹ فروری ۱۸۴۰ء کو بندر آبنائے ڈور پر رونق افروز ہوئے۔ جو انگلستان کا مشہور بندر گاہ تھا۔ اور یہاں شہزادہ کا استقبال نہایت کروفر سے کیا گیا۔ بلکہ اُس رجمنٹ کا نام بھی جو اسکے استقبال پر مامور تھی انہیں کے نام پر البرٹ رجمنٹ قرار دیا گیا۔ وہاں سے لنڈن کا صرف تھوڑا سا فاصلہ رہجاتا ہے۔ شہزادہ کا شوقِ ملاقات تو حد سے بڑھا ہوا تھا۔ مگر اُس کا ضرب المثل استقلال ہمیشہ ساتھ تھا۔ لہذا اُس نے ایک خط ملکہ کے نام روانہ کیا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ

"مَیں آج پھر اُس مسرت انگیز ملک میں آگیا ہوں جہاں میرا مقصد دلی تمہارا دیدار ہے۔ اور میرے لئے یہ نہایت ہی مبارک موقع ہے۔ مگر کل شام تک انتظار دشوار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن خیر جس طرح اتنا زمانۂ وقت گذر گیا ہے۔ یہ بھی گذرے ہی گا۔ اور مَیں ابھی ابھی مبارک صبح کا نورانی چہرہ یہاں دیکھ لوں گا"

چنانچہ ۱۰ فروری کو دوپہر کیوقت شہزادہ البرٹ ایوان بکنگھم میں رونق افروز ہوگئے۔ اور یہی وہ دن تھا جس کی انتظار فریقین کو مدتوں سے لگ رہی تھی شہزادہ اُسوقت کیسا خوش تھا۔ اور وہ اِس دولتِ بے قیاس کے حصول کا کیسا کچھ آرزومند تھا۔ یہ اُس کے ایک مندرجۂ ذیل خط سے معلوم ہوگا جو اُسنے اپنی دادی کو اُسی دن رسوماتِ شادی سے تین گھنٹے قبل لکھا تھا۔ وہ خط یہ ہے۔ کہ

"میری پیاری دادی صاحبہ! اِس وقت سے تین گھنٹے تک آپ کا ناچیز پوتا اپنی پیاری دُلہن کے ساتھ گرجا میں نکاح کی رسومات ادا کرنے کو طیار ہوگا۔ جس کی برکت کے لئے مجھے آپ سے دُعا کی التجا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے

کہ آپ کی دُعا میری معین و مددگار اور آئندہ بھی میری زندگی کے خوش و خرم ہونے کا باعث ہوگی۔ اور مجھے پختہ یقین ہے۔ کہ آپ بھی (دُعا) دِل سے چاہیں گی۔ اور اب اِسی پر ختم کلام ہے"۔

شادی کا دِن:۔ ۱۰۔ فروری سنہ ۱۸۴۰ء کی تاریخ جو اِس مُبارک مناکحت کے لئے تجویز ہو چکی تھی۔ اُس دِن کی خوشی و خرمی کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے کہ تمام باشندگانِ انگلستان جس میں یکساں سرشار و مدہوش نظر آتے تھے اور اشتیاقِ جلسہ میں جاموں سے باہر نکلے جاتے تھے۔ قصرِ بکنگھم سے سینٹ جیمس کے شاہی گرجا تک جس میں یہ تقریب سعید ادا ہونیکو تھی۔ باقاعدہ دو رویہ شائقینِ دیدار اور مبارکباد کہنے والوں کا ہجوم حد و شمار سے بھی زیادہ تھا۔ بدستور دو طرفہ مکانات گراں قدر کرایوں پہلے لیکر لوگوں نے اِس مبارک جوڑے کے دیکھنے کو چشمانِ انتظار وا کی ہوئی تھیں۔ چنانچہ سب سے پہلے شہزادہ البرٹ شاہی فوجی وردی فل ڈریس پہنے۔ اور گارٹر کا تمغہ لگائے ہوئے۔ پھولوں کی خوشبو پھیلاتے۔ اور ایک عجیب آن بان سے سلام لیتے لواتے مع اپنے والد اور بھائی کے بارہ بجے سے قبل گرجا گھر پہنچ گئے۔ اور اِنکے بعد ملکہ وکٹوریہ بھی سوا بارہ بجے ایک پُر تکلف جامہ عروسی پہنے ہوئے۔ مع ڈچس اوف سدرلنڈ گرجا گھر تشریف لائیں۔ یہ جوڑہ نہایت کاریگری اور بڑے درجہ کی محنت سے طیار ہوا تھا۔ یعنے اُس کو دو سو آدمیوں نے آٹھ مہینے کی مصروفیت سے بنایا تھا۔ اور اعلیٰ درجہ کی سفید ساٹن پر کلابتونی کام کی وہ بہار دکھائی تھی۔ کہ دیکھنے سے ہی متعلق تھی۔ صرف کلابتون کی قیمت ہی دس ہزار روپیہ تھی۔ تو کُل طیاری کا کیا حال۔

رسوماتِ شادی:۔ جب یہ مبارک و متبرک جوڑا گرجا میں جمع ہو گیا۔ تو

تمام انگلستان کے رئیسوں - نوابوں - امیروں - لارڈوں اور معززین کے سامنے (جو اسوقت اِس تقریب پر موجود تھے) ارچ بشپ اوف کنٹربری نے نکاح خوانی کی مراسم ادا کیں۔

ملکہ کی صاف باطنی اور سچا انکسار:۔ قاعدہ قدرت اور اصولِ مذہب کے موافق قبولیت کے وقت جو الفاظ مرد و زن کیطرف سے مُقرر ہیں۔ اُن میں عورت کیطرف سے اپنے خاوند کے خوش رکھنے اور اُس کی خدمت گذاری کو اپنا فخر جاننے کا بھی اقرار ہوا کرتا ہے۔ اِسلئے ارچ بشپ نے نکاح خوانی سے پہلے ملکہ وکٹوریہ سے دریافت کیا۔ کہ "اگر آپ چاہیں۔ تو آپکی طرف سے جو اقرار ہونیوالا ہے اُس کے الفاظ مناسب طور پر بدل دیئے جائیں" جسپر ملکہ نے نہایت صفائی سے کہدیا۔ کہ مَیں نکاح کی مراسم میں اپنی ملکہ ہونے کے باعث ہرگز کوئی تبدیلی پسند نہیں کرتی۔ مَیں یہاں اپنے شوہر کی اُسی طرح بیوی بننے کے اقرار کو آئی ہوں۔ جس طرح عام عورتیں کرتی ہیں۔ اور حتی المقدور اِسی کی کوشش بھی کروں گی"۔

غور کرنے کی بات ہے۔ کہ ایک ایسی جلیل القدر ملکہ جس کے زیر حکم کروڑہا مخلوقِ الٰہی ہو اور جس کے ایک اشارہ پر سلطنت کے معاملات زیر و زبر ہو سکتے ہوں۔ ایک معمولی شہزادے کے ساتھ بھی نکاح کرتے ہوئے کس طرح مذہب اخلاق اور انسانیت کی پابندی کا خیال رکھتی ہے۔ ہندوستان کے لئے یہ بات گو کچھ اچنبا نہو۔ مگر یورپ کی سرزمین (جس میں عورتوں کا اعزاز اور اختیار بہت ہی کچھ بڑھا ہوا ہے) ایسی باادب عورت بہت کم دکھا سکتی ہے ہوں:۔ بہرحال اِس کے بعد مراسم نکاح مذہبی طریق سے نہایت سادگی کے ساتھ ادا ہوئیں۔ اور قومی طریق پر نکاح کے بعد دُلہن دولہا نے

اپنی اپنی انگشتری بدلکر ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ جسپر شاہی مبارکباد سرہوئی۔ اور ایک غلغلہ مبارکباد لاکھوں زبانوں سے بلند ہوکر آسمان تک جا پہنچا۔ اور ملکہ وکٹوریہ مع اپنے شوہر نامدار شہزادہ البرٹ کے مبارکباد لیتی اور دیدار پُر بہار دیتی ہوئیں محل بکنگھم سے ہوکر ونڈسر کے محل میں ہنی مون Honey moon. کی ادائے رسوم کے لئے تشریف لے گئیں۔ یہ مقام لنڈن سے بائیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ لیکن جوش مسرت کسی خاص جگہ کا پابند نہیں۔ لنڈن سے ونڈسر تک برابر مبارکباد کا تانتا لگا ہوا تھا۔ جدھر سے سواری جاتی تھی یہی شور بلند ہوتا تھا (دیکھو وہ وکٹوریہ دل کا فاتح آرہا ہے) غرضکہ تین دن اسیطرح عالم مسرت و بہجت میں کاٹ کر یہ مسرور جوڑا لنڈن واپس ہوا۔

جلسہ ہائے تہنیت:۔ لنڈن میں اس مظفر و منصور جوڑے کے پہنچنے پر پھر باقاعدہ جلسہ ہائے تہنیت شروع ہوئے۔ اور ۱۰ فروری ۱۸۴۰ء کو محل بکنگھم میں ایک عالیشان دربار کر کے ملکہ وکٹوریہ اور اُنکے شوہر نامدار نے سب سے پہلے پارلیمنٹ انگلستان کے دونوں فریق یعنے ہوس اوف لارڈز اور ہوس آوف کامنز کیطرف سے تہنیت نامے قبول فرمائے۔ اور پھر لنڈن کے پادریوں اور کارپوریشن اور کیمبرج یونیورسٹی اور چرچ اوف سکاٹلنڈ کیطرف سے تہنیت نامے لیکر معقول جواب سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ اور پھر اُسی دربار میں انگلستان کیطرف سے شہزادہ البرٹ کو نائٹ گرانڈ کراس کا خطاب مع تمغہ عطا کیا گیا۔

دعوت شادی:۔ کے شاہی جلسے جس اہتمام سے دیئے گئے تھے۔ انکی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ صرف ایک بات اُن میں سے قابل یادگار ہے۔ کہ عروسی کیک جو اس موقع پر طیار کیا گیا تھا۔

وہ وزن میں تین سو پونڈ اور قیمت میں اکیس سو روپیہ کا تھا۔ اور اُس پر عجیب عجیب نقش و نگار کیے گئے تھے۔ چار آدمیوں نے اُسے اُٹھا کر بمشکل میز پر رکھا تھا۔ کیونکہ یہ نو فٹ مدور اور سولہ انچ اونچا تھا۔ اور مزے میں نہایت ہی لطیف و شیریں تھا۔ اِس کے علاوہ مہمانوں کو طرح طرح کے دلکش ناٹک اور ڈرامے بھی دکھائے گئے تھے۔ اور تمام سرکاری مکانات پر روشنی کیگئی تھی۔

شادی کا خرچ:۔ یہ بات سُنکر بھی ایشیائی لوگ کچھ کم تعجب نہ کریں گے کہ ملکہ وکٹوریہ کی شادی پر صرف ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا۔ کیونکہ یہاں چھوٹے چھوٹے والیانِ ریاست اور معمولی رئیسوں کے ہاں بھی جب کبھی ایسی تقریبات ہوتی ہیں تو لاکھوں کا ہی وارا نیارا ہو جاتا ہے۔ اِس لاکھ روپیہ میں کپڑوں اور زیورات کی قیمت شامل نہیں ہے۔ اور نہ اِن چیزوں کا وہاں کچھ دستور ہے۔ بہرحال اُس روپیہ میں سے سینتالیس ہزار اسّی روپے تو صرف گرجا گھر کی آرائش اور درستی پر صرف ہوئے تھے۔ چھ ہزار آٹھ سو روپیہ روشنی پر خرچ کیئے گئے تھے۔ اکیس ہزار ایک سو پچاس روپے ناٹک والوں کو دیئے گئے تھے۔ اور سترہ ہزار دو سو تیس روپیہ شہزادہ البرٹ کی دعوت کا نذرانہ اُنہیں پیش کیا گیا تھا۔ باقی معمولی چھوٹی چھوٹی رقوم تھیں۔ جو سب ملکر ایک لاکھ ہوتی ہیں جسپر سوائے اِس کے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ ہر ملکے وہر رسمے۔

شہزادہ البرٹ کے عزیزوں کی روانگی:۔ اِن جملہ رسومات کی ادائیگی اور اِس کنوارے جوڑے کی مناکحت اور پھر مناکحت کے بعد اُنکی دِلی موافقت دیکھنے کے بعد شہزادہ البرٹ کے والدماجد ڈیوک اوف کوبرگ اور اُنکے بھائی آرنسٹ نے روانگی وطن کا عزم کیا۔ جس کا شہزادہ کو بھی ملال

تو گذرا۔ مگر دل تو اپنا رہا ہی نہ تھا۔ اُس نے چٹ دوسری طرف متوجہ کر کے سب ملال رفع کر دیا۔ اور اُنھوں نے باطمینانِ تمام ۲۸۔ فروری ۱۸۴۰ء کو انہیں روانہ وطن فرما دیا۔ ایشیائی خیال کے مطابق شہزادہ البرٹ تو غالباً اُسوقت یہی کہتے ہوں گے۔ کہ ؎

جو دِل قمار خانہ میں بُت سے لگا چکے　　　وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

اور اِنکے بزرگ یہہ فرماتے ہوں گے۔ کہ ؎

اے تاجِ برٹن عزتِ مہماں نگاہدار　　　ایں نورِ چشمِ ماست کہ در بر گرفتۂ

فصل پنجم

پرنس البرٹ کے حقوق و مناصب اور ملکہ کی مُحبّت و طاعت

پرنس کا خطاب اور وظیفہ:۔ شہزادہ البرٹ کو بعد اِس شادی خانہ آبادی کے سلطنت انگلستان کیطرف سے پرنس کنسرٹ (شوہرِ تاجدار) کا خطاب اور تین ہزار پونڈ سالانہ کا وظیفہ دیا گیا تھا۔ مگر ساتھ ہی یہہ شرط بھی لگادی گئی تھی کہ پرنس کنسرٹ کو معاملاتِ سلطنت میں کوئی حق مداخلت کا نہوگا یہہ شرط گو سلطنتی لحاظ سے بجا ہو مگر پرنس کے لئے واقعی دلشکن تھی۔ کیونکہ ایک شوہر کے لئے اِس سے زیادہ دقت اور کیا ہوگی۔ کہ وہ اپنی بیگم کے معاملات میں مداخلت کا اختیار بھی نہ رکھے۔ گو بعض کوتہ اندیش یہہ خیال کرتے تھے کہ شہزادہ کی سابقہ عزت و حیثیت کے لحاظ سے یہی کچھ بہت ہے۔ کہ وہ ملکہ کا شوہر کہلائے۔ چنانچہ ایک کتاب میں اُس زمانہ کے مخالفین کا خیال اِس طرح

درج ہے۔ کہ۔

"اِس کم مایہ جرمنی شہزادہ نے اپنی عزت و آبرو اور آزادی کا تبادلہ ملکۂ انگلستان کے شوہر ہونے سے کیا۔ تو تجارتی لحاظ سے کچھ بُرا نہیں کیا۔ کہ آپکے اپنے گھر کی جو عزت و حُرمت تھی وہ بھی گھر میں رہی۔ اور ایک تاج و تخت کی ملکہ منافع میں ہاتھ آئی۔"

مگر جو لوگ کچھ معمولی سی عقل و جُرات بھی رکھتے ہیں وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہہ پابندی کیسی کچھ دِلشکن تھی۔ اور کس طرح ایک دانشمند اور لائق شوہر اِس نابودگی کو پسند کر سکتا ہے۔ لیکن آفرین ہے شہزادہ البرٹ کا کہ وہ دِل کا پکا اور عشق کا صادق شہزادہ کبھی اِن امورات سے دِل شکستہ نہوا۔ اور اُن سے بھی لاکھ درجہ کی تحسین و آفرین کے لائق ملکہ وکٹوریہ کی ذات تھی جنہوں نے اپنے طرزِ عمل سے شہزادہ کو ایسا خوش رکھا۔ کہ ان باتوں کیطرف اُسکو توجہ فرمانے کا موقع یا شکایت و شکستہ دلی کا بہانہ بھی نہ پیدا ہونے دیا۔ اور واقعی یہہ وہ طرزِ عمل ہے۔ کہ جسکی پیروی ہر ملک و ملت کی مستورات کے لئے باعث خوشحالی اور موجب خوش اقبالی ہو سکتا ہے۔ اُنہوں نے کبھی ایک منٹ بلکہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہہ خیال نہیں کیا کہ مَیں ملکۂ انگلستان ہوں۔ اور پرنس البرٹ میرے معمولی جاگیرداروں سے کچھ زیادہ مرتبت کے مالک نہیں ہیں۔ بلکہ اُنہوں نے ہمیشہ شادی سے لیکر شہزادہ کے دمِ واپسین تک یہی ثابت کیا۔ کہ مثل عام عورتوں کے وہ بھی اپنے سرتاج شوہر کی ایک عام فرمانبردار بیوی ہیں۔ اور اسیطرح اُنکے احکام کی تعمیل فرمائی جیسے کہ اگر کسی اپنے سے کمتر گھرانے میں بھی پرنس مذکور بیاہے جاتے تو کوئی عورت اِس سے بڑھکر نہ کر سکتی۔ بلکہ اِس سے بھی بڑھکر اُنہوں نے تو وہ وہ طریق اظہارِ محبت

واطاعت کے اختیار کئے۔ کہ شاید کوئی ہی کر سکتا ہو۔ یعنے اُنہوں نے امورات سلطنت میں خود اپنی ہی مداخلت بہت کم کردی۔ اور اس بات کو سب پر زیادہ ترجیح دیدی کہ وہ اپنے ممتاز شوہر کے ساتھ پرائیویٹ طور پر با امن اور با آرام زندگی بسر کریں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملکہ وکٹوریہ اس امر سے کہ پرنس البرٹ شادی کے بعد کس قسم کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں گے خود بھی بخوبی واقف تھیں۔ اور قبل شادی کے اُنہوں نے شاہزادہ کو بھی واقف کردیا تھا۔ چنانچہ ایک مقام پر وہ اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتی ہیں۔ کہ۔

"میں اپنی طرف سے تاحدامکان شاہزادہ البرٹ کی اُس تکلیف کے بُھلا دینے میں سخت کوشش کرتی رہوں گی جسکو اُنہوں نے میری محبت کے باعث لطیب خاطر اُٹھانا منظور کرلیا ہے۔ گو مَیں نے تو اُنہیں کہہ بھی دیا تھا۔ کہ یہ سخت تکلیف ہے جو آپ میرے لئے برداشت کرتے ہیں۔ مگر اُنہوں نے اِسی میں اپنی رضامندی فرمائی"۔

بہرحال یہی خوش نصیب جوڑا تھا جس نے اس امر کو اس طرح نباہا کہ بُہت کم لوگ ایسا نباہ سکتے ہیں۔

امور خانہ داری میں شاہزادہ البرٹ کا انتظام:۔ گو سلطنت کے معاملات میں براہ راست شاہزادہ کو مداخلت کا استحقاق نہ تھا۔ مگر امورِ خانہ داری میں تو کسی اَور کا اختیار ہی نہ چل سکتا تھا۔ جو ملکہ وکٹوریہ نے تمام وکمال شہزادے کے سپرد کردیئے تھے۔ اور اگرچہ اِس معاملہ میں بھی۔ سابقہ تعلقداروں اور بوڑھے ملازموں اور مصاحبوں کی قابو یافتگی کے سبب شہزادہ کو بہت آسانی کے ساتھ کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ مگر ملکہ وکٹوریہ کی دلدادگی اور فریفتگی نے آخر اُسیکا بول بالا رکھا۔ اور کل امورات خانہ داری کا وہی مدار المہام یا نائب السلطنت

ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ ایکدفعہ اِس معاملہ کے متعلق ملکہ کی پرانی گورنس بیرونس لیہزن صاحبہ نے ملکہ سے شکایت بھی کی کہ آپ کے شوہر صاحب اب خود بخود سب کاموں پر حکومت کرنے لگے ہیں۔ حالانکہ آپ کے معاملات پر کوئی استحقاق اُنکو حکومت کا حاصل نہیں۔ مگر ملکہ نے فرمایا۔ کہ "میں نے شادی کے دن گرجا میں بیشمار مخلوقِ الٰہی کے روبرو خُدا کو حاضر وناظر جانکر اپنے شوہر کی اطاعت و محبت اور عزت وحُرمت کرنیکا اقرار کیا ہے۔ اور اب میں کسی طرح اُس مقدس عہد کو منسوخ نہیں کرسکتی۔ اور نہ کرنا چاہتی ہوں۔ اور وہ ہر طرح سے مجھپر حکومت کرنے کے مُختار ہیں"۔

چنانچہ اُس دِن سے پھر کسیکو جُرأت نہ ہوئی۔ اور شہزادہ بمنزلہ ایک خود مُختار پرائیویٹ سکرٹری کے کُل امورات خانہ داری پر حاوی ہو گیا۔ لیکن اُس نیک نہاد نے بھی کبھی ملکہ کی رضامندی کے خیال کو جانے نہ دیا۔ بلکہ ملکہ کی طفیل تمام انگلستان والوں کی بھلائی کا جویاں رہنے لگا۔

شہزادہ کی مُشکلات:۔ شہزادہ کو بحیثیت ملکہ کا شوہر ہونیکے اپنی کردار وگُفتار کی جسقدر احتیاط خود رکھنی پڑتی تھی۔ غالباً انگلستان بھر میں کسی دوسرے شخص کو نہ رکھنی پڑتی ہوگی۔ یعنے وہ ہر امر میں مصلحت اور احتیاط کا پابند ہو گیا۔ کوئی کیسی ہی عام بات ہو۔ مگر وہ رائے زنی سے پرہیز کرتا۔ کہ مبادا لوگ یہہ سمجھیں کہ یہہ ملکہ کے خیالات ہیں۔ پس اُسکو علاوہ اُن کاروبار کے جو خانگی نگرانی یا پرائیویٹ سکرٹری کی حیثیت سے اُس کا فرضِ منصبی بن گئے تھے۔ اور علاوہ اُس عشق ومحبت کی نگاہداشت کے جس کی خاطر اُس نے اِس قدر بوجھ اُٹھایا تھا اپنی زبان پر بھی حکومت کرنیکا سخت نازک کام ادا کرنا پڑا۔ اور کردار ورفتار کی پابندی کا بھی ویسا ہی سخت نگران رہنا ضروری

معلوم ہوا عام لوگ اُس کی دوستی شناسائی یا نفرت و عداوت کو خاص ملکہ کی ذات سے منسوب کرنے میں بڑے دلیر بنے ہوئے تھے۔ اور اُس کو سوائے اِس کے چارہ نہ تھا۔ کہ وہ لوگوں کے ساتھ محض بلا کسی رائے قائم کرنے کے عام طور پر بلا غرض اور بے اصول تعلقات رکھے۔ اور گو امورات سلطنت میں بلا واسطہ مداخلت کا اُس کو حق نہ تھا۔ مگر پھر بھی اپنی پیاری بیگم کو مفید مشوروں سے محروم رکھنا بھی اُسے پسند نہ تھا۔ لیکن اُن میں یہانتک احتیاط تھی۔ کہ کسی کو کسیطرح بھی سان و گمان تک نہو سکے۔ کہ اِس میں کوئی بھی دوسرا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ غرضکہ ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ اند　　باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

کا مضمونِ شہزادہ کے عین حسب حال تھا۔ کیا دوسری زندگی۔ اِس سے بڑھکر کسی کی اَور کیا ہوگی۔ چنانچہ اُنھوں نے اپنے ایک دوست ڈیوک اوف ولنگٹن کو ایک خط میں لکھ بھی دیا تھا۔ کہ۔

"مجھے اپنی ہستی کے خیال کو اپنی پیاری ملکہ کی ہستی کے خیال میں بالکل محو کردینا پڑا ہے۔ میں نے اپنی ذاتی اغراض کو بالکل رخصت کردیا ہے۔ تاکہ کہیں بھی عوام کے سامنے جوابدہی کی نوبت نہ آئے۔ اور اپنی خود رائی کو بھی بالکل چھوڑ دیا ہے۔ یعنے اپنی زندگی اور حالت کو بالکل ملکہ کی حالت کا ہی ایک حصّہ سمجھ لیا ہے۔ مجھے بحیثیت اُس کے خیر اندیش شوہر ہونے کے اُس کی تمام فروگذاشتوں کو جو عورت ذات ہونے کے باعث امورات سلطنت یا معاملات خانہ داری کے متعلق اُس سے ہوئی ہیں۔ یا ہوں۔ اپنی فکر و تدبیر سے پورا کرنا پڑتا ہے۔ اور اُس کے تمام معاملاتِ سلطنت۔ پولیٹکل۔ سوشیل اور ملکی حالات کی نگرانی حد سے بڑھی ہوئی احتیاط کے ساتھ کرنی پڑتی ہے۔ تاکہ اُسکو مجھ سے

کافی مدد مل سکے۔ غرضکہ میں نے اپنی تمام تر کوششیں اُس کے کاروبار کے لئے وقف کردی ہیں۔ کیا بحیثیت امورِ خانہ داری کے منصرم اعلیٰ اور پرائیویٹ سکریٹری ہونے کے اور کیا باعتبار سلطنتی کاروبار کے اُس کا ایک مشیر با تدبیر بننے سے"

اِن باتوں پر خیال کرنے سے انسان بخوبی سوچ سکتا ہے۔ کہ اعلیٰ مناصب و مدارج کے حصول میں کس قدر تفکرات و خطراتِ انسان کو لاحق ہوتے ہیں اور بڑے بڑے کاموں کی طلبگاری میں کہانتک مشکل اور دشواری ہوا کرتی ہے۔ اور خاص خاص آدمی ہی اُن کے قابل ہوا کرتے ہیں۔ سچ ہے۔ ؎

سرِ مدِ غمِ عشق بوالہوس را ندہند　　سوزِ پرِ پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار　　این دولتِ سرمد ہمہ کس را ندہند

لیکن بہر حال یہ اُس خوش نصیب جوڑے کے لئے عزّت و فخر کا موجب ہے کہ اُنہیں کبھی میل و کدورت کا خیال تک نہیں آیا جس کا باعث جس طرح شہزادہ البرٹ کا اِستقلال اور جوشِ محبّت صاف صاف اپنا وجود دکھا رہا ہے ویسا ہی ملکہ وکٹوریہ کا خیال اُلفت بھی بدیہی طور پر اس میں نظر آرہا ہے۔ کیونکہ ملکہ کی شکر گذاری سو انعاموں کا ایک انعام اور ہزار سلطنتوں کی ایک سلطنت تھی۔ جو وہ ہمیشہ ملحوظ رکھتی رہیں۔ چنانچہ ملکہ ایک خط میں لکھتی ہیں۔ کہ

"میرے نزدیک تمام دُنیا میں بہترین اور عزیز ترین اور نوابوں رئیسوں میں افضل ترین اگر کوئی شخص ہے تو میرا پیارا شوہر البرٹ ہی ہے"

یہی باتیں تھیں جنہوں نے شہزادہ کو اپنی ہستی ملکہ کی ہستی میں گم کردینے کی ہمیشہ پٹی پڑھائی تھی۔ اور اس مہر و محبّت کے آگے دُنیا بھر کی دولت و حشمت کو بھی

گرد سمجھ رہا تھا۔

ایام زچگی و بیماری میں رفق و محبت: ایام بیماری اور زچگی میں بھی شاہی جوڑے کا طریق بالکل عام شریف خاندانوں کا مانا و مثل تھا یہ نہیں کہ بیمار کو امارت اور بادشاہت کے زعم میں صرف نوکروں کی خدمت اور ڈاکٹروں کی حذاقت وطبابت پر چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ خود ایک دوسرے کی بیمارداری اس محبت ویگانگت سے کیجاتی تھی کہ جس کا کوئی حد وحساب نہیں۔ ایسے موافقات جس طرح ہر ایک خاندان میں ہمیشہ پیش آتے رہتے ہیں اسی طرح خاندانِ شاہی بھی اُس سے خالی نہ تھا۔ لیکن بالخصوص ملکہ کے ایام زچگی زیادہ تر قابلِ لحاظ تھے۔ اور نیز جب ۱۸۵۳ء کے جون مہینے میں پرنس اوف ویلز کو چیچک نکلی تو اسی محبانہ اور بیتابانہ خبرگیری کا باعث تھا کہ سارا کا سارا خاندان اس میں آلودہ ہوگیا۔ یعنے شہزادہ البرٹ۔ پرنسس رائل۔ پرنسس ایلس۔ شہزادہ لیوپولڈ البنی اور حتّیٰ کہ خود ملکہ معظمہ بھی اُس سے محفوظ نہ رہیں۔ مگر خیریت گذری کہ بلا نقصان صحت ہوئی۔ غرضکہ ایسے موقعوں پہ بھی شاہی خاندان کی محبت ویگانگت میں مثل آجکل کے جنٹلمینوں یا خشک مہذبوں کے کوئی فرق نہ آتا تھا۔ اور ان باتوں میں پرنس البرٹ ہی سب کے پیشرو یا زیادہ محبتی ثابت ہوتے تھے چنانچہ ملکہ ایک جگہ اپنے روزنامچہ میں لکھتی ہیں۔ کہ۔ البرٹ کی محبت اور جانکاہی کا میں کن الفاظ میں شکریہ ادا کروں۔ وہ اندھیرے کمروں میں میری خاطر بیٹھنے میں خوش رہے۔ اور انہوں نے ہمیشہ خود ہی مجھکو مسہری سے اُٹھایا اور لٹایا۔ اور ایک سے دوسرے کمرے میں اپنے سہارے لیجاتے رہے۔ ماسوا اس کے جب میں نے انہیں بلایا وہ شوق اور محبت سے دوڑے آئے۔ اور میرے نزدیک انہوں نے جس

محبت اور چاہت سے میری خبرگیری کی ہے۔ اُس سے بہتر کوئی مہربان سے مہربان دائی اور والدہ بھی نہیں کرسکتی۔

فصل ششم

شاہی جوڑے کا طریقِ معاشرت

ملکہ وکٹوریہ کی شادی خانہ آبادی کے بعد ڈچس اوف کینٹ ملکہ کی دانشمند والدہ نے جو ابتدا سے ملکہ کو اپنے پاس بلکہ ہر وقت زیرِ نظر رکھنے کی عادی تھیں نہایت فراست و عقلمندی سے اپنی اقامت خود بخود دوسرے محل میں اختیار کرلی تھی۔ کیونکہ وہ بخوبی جانتی تھیں کہ مہماتِ سلطنت اور پبلک زندگی کے لوازمات کا جس قدر ہجوم بحیثیت ملکہ انگلستان ہونے کے ملکہ وکٹوریہ کے گرد و پیش موجود رہتا ہے۔ اُس سے جو وقت بچے وہ اُنکے اپنے خوش کرنے کے لئے کہانتک ضروری ہے۔ پس اُنہوں نے نہایت دُور اندیشی سے اپنی موجودگی اور تسلط کا نمبر بڑھانا مناسب نہ سمجھا۔ مگر ساتھ ہی اپنی بزرگانہ دُعاؤں اور روزانہ تشریف آوری میں بھی کبھی کوتاہی نہیں کی۔

تقسیم اوقات:۔ شادی کے بعد ملکہ وکٹوریہ بالعموم قصر بکنگھم میں اپنے شوہر نامدار کے ساتھ رہا کرتی تھیں۔ اور ہر کام کے لئے وقت معین تھے۔ صبح کو یہ خوش نصیب جوڑا اُٹھکر حوائجِ ضروریہ اور عبادتِ مذہبی سے فراغت کے بعد ٹھیک ۹ بجے ناشتہ کی میز پر پہنچ جاتا تھا۔ جو ایسے مناسب موقع پر چنی جاتی تھی۔ کہ جانب باغ کی سرسبزی و شادابی اور طیور خوش الحان کی نغمہ سنجی کا بھی ساتھ ساتھ نظارہ ہوتا جائے۔ اور لطف آتا جائے۔ بچے بھی ساتھ بٹھائے جاتے

ناشتہ کے بعد گھنٹہ بھر تک قصرِ شاہی کے متعلقہ باغات میں گلگشت ہوتی
اور پھر دس بجے کے بعد دونوں صاحب اپنے اپنے فرائض منصبی کیطرف توجہ
فرماتے۔ جنکے لئے لگاتار دو گھنٹے کافی وقت تھا۔ بارہ بجے کے بعد اُن سے
نمٹ لیتے۔ تو پھر تصویرکشی اور نقاشی پر توجہ کرتے۔ کیونکہ ملکہ وکٹوریہ اور
پرنس البرٹ دونوں اِس میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ دو بجے پھر ناشتہ کی میز
سجائی جاتی۔ اور باہمی شرکت سے کھانا کھایا جاتا۔ جس میں قریب گھنٹہ
بھر صرف ہوتا۔ کیونکہ انگریزوں میں کھانے کو بہت جلد کھانیکا رواج نہیں
بلکہ نہائت آہستگی کے ساتھ باتوں باتوں کی ضمن میں کھانا بھی کھالینے کا
دستور ہے۔ اِس کے بعد وزیر سلطنت کی حاضری کا وقت تھا۔ جو ضروری کاغذات
کو پیش کر کے مناسب احکامات لیتے تھے۔ پھر چار اور پانچ بجے کے درمیان
ملکہ اپنے شوہر کے ساتھ ایک ہی گاڑی میں بیٹھکر سیر کو تشریف لیجاتیں۔ اور
لوگ اِس مہر و ماہ کے قِران سے آنکھیں منوّر کر لیتے۔ اگر شہزادہ صاحب کسی
دِن گھوڑے کی سواری پسند فرماتے۔ تو ملکہ کے ساتھ اِن کی والدہ اور چند
اَور معزز لیڈیاں سوار ہوتیں۔ اِس سیر و گلگشت سے شام کو واپسی ہوتی
تو سب سے پہلے ملکہ اور شہزادہ مذہبی طریق پر شام کی عبادت کرتے۔
کیونکہ دونوں سچے عیسائی تھے۔ اور مذہبی خیالات کی قدر و منزلت اُنکے
دلوں میں بخوبی جاگزین ہو چکی تھی۔ اِس کے بعد پھر شہزادہ صاحب ایک
قسم کی ڈبل چس شطرنج کھیلتے۔ جن میں اُنہیں خاص مشق تھی۔ اِس میں کبھی
کوئی دوست اُنکا شریک ہوتا۔ اور کبھی ملکہ معظمہ بھی دِل بہلاتیں۔ بعد ازاں
پھر سب چھوٹے بڑے ممبرانِ خاندان ایک جا جمع ہو کر رات کا کھانا تناول
فرماتے۔ اور پھر نو اور دس کے درمیان اپنے اپنے پلنگوں پہ پہنچ جاتے۔

بیرونی رہائش اور آزاد زندگی ۔ شاہی خاندان کو آزاد زندگی اور
مضافات کی عام رہائش کا بہت ہی شوق تھا۔ اور یہ شوق اکثر بادشاہوں کو
ہوا کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس کے پورا کرنے پر قادر نہیں ہوا کرتے۔ بادشاہوں
کو جہاں اس قدر عام و تام اختیارات خلق خدا پر حکومت کرنے کے متعلق
خدا نے دے رکھے ہیں۔ وہاں انکی ذاتی لذتوں کا بھی بہت کچھ ستیا ناس ہو جانا
ضروری ہے۔ کہ ہر وقت انکو اپنی جان کا فکر لگا رہتا ہے۔ اور مثل دیوانی قیدیوں
کے وہ اپنی زندگی زبردست پہروں اور پختہ فصیلوں والے محلات کی
چار دیواریوں میں رہنے سے بسر کرتے ہیں۔ تفکرات سلطنت ہر وقت انکی
جان کھائے جاتے ہیں۔ کھلی آب و ہوا۔ بے تکلفانہ ہنسنا بولنا۔ بے کھٹکے جہاں
جی چاہے چلنا پھرنا انکے لئے سخت مشکل ہو جاتا ہے۔ اور یہی کہ وہ گفتگو میں
بھی سخت محتاط ہو کر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور کوئی شک و شبہ
نہیں کہ بادشاہوں کو جو تکالیف و مصایب تاج پہننے کے ساتھ اٹھانی پڑتی
ہیں۔ وہ اس سے بدرجہا صعب و سخت ہوتی ہیں جو ایک عام شخص کو اپنے حصول
معاش کے لئے اٹھانی پڑتی ہیں۔ لیکن انسان بالطبع اپنی حالت کو پسند نہیں کیا کرتا
اسی سے عام لوگ بھی ان لذات الہی اور فیضان خداوندی کی قدر نہیں کرتے
جو انکو عمومیت کے باعث حاصل ہوا کرتی ہیں۔ اس موقع پر ایک روایت یاد آئی
ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں کسی مفلس و بینوا نے آپ کے
حضور میں حاضر ہو کر اپنی مفلسی اور ناداری کا بہت کچھ گلہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا
کہ تمہاری تندرستی اور آزادی ہزار دولتوں کی ایک دولت ہے۔ اس کا شکریہ
ادا کیا کرو۔ اس نے بگڑ کر کہا کہ جناب تنگدستی میں سب فضول ہیں۔ بیکار بیٹھے ہیں
پیسہ پاس نہیں۔ بیمار ہو جائیں تو کیا مصیبت ہے۔ خیر یہ قصہ کہانی سن کے

آپ شہر کی سیر کو تشریف لے گئے۔ تو وہ شاکی قسمت بھی ساتھ تھا۔ چلتے چلتے ایک قصرِ عالیشان کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا۔ کہ تو بھی اگر تم قسمت کے ایسے ہی شاکی ہو۔ تو کسی سے تمہاری قسمت کا تبادلہ کرادیں؟ اُس نے کہا از ہیں چہ بہتر۔ اگر ایسی ہی مہربانی فرمانی ہو۔ تو اسی محل والے کی قسمت سے میری بدقسمتی کا تبادلہ کرا دیجے۔ جو کروڑوں روپیوں کا مالک اور ہزاروں ملازموں کا آقا ہے یہ سُنکر آپ نے مالکِ محل سے ملاقات فرمائی۔ اور عندالدریافت اُس نے اپنے حالِ زار اور بدتر از موت زندگی کے وہ دہول دہار افسانے سُنائے۔ کہ مُفلس صاحب کے ہوش پرّان ہو گئے۔ اور اُنہوں نے چپکے سے عرض کیا۔ کہ حضرت مَیں اپنی خواہش کو واپس لیتا ہوں۔ اور مجھے یہ تبادلہ ہرگز منظور نہیں۔ غرضکہ جو لُطف آزاد اور بے تکلف زندگی کے عوام کو میسّر ہیں۔ بادشاہوں کو ہمیشہ اُنکی آرزو رہی ہے۔ لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔ مگر خُدا کی مہربانی سے یہ خوش قسمت جوڑا اِس میں بھی بخوبی کامیاب ہوا۔ اور اُنہوں نے جس قدر زمانہ اپنی بیرونی اور آزادانہ رہائش میں گذارا ہوگا۔ شائد کسی بادشاہ کو بھی نصیب نہ ہوا ہو۔ اور اِس پر شادی کے بعد فی الفور ہی عمل درآمد بھی شروع ہو گیا۔ یعنے شادی کے بعد پہلی سالگرہ بھی ملکہ معظمہ کی ایک سرسبز گاؤں **کلیر مونٹ** نامی میں ہوئی۔ جہاں یہ نہایت آزادی اور بے تکلفی اور بے نمائشی کے ساتھ رہتے تھے۔ اور نہایت عمومیت کے ساتھ تنِ تنہا اِدہر اُدہر چل پھر کر اور غریبوں کو جھونپڑیوں میں جا کر اُٹھنے بیٹھنے اور اُن کی عجیب و غریب داستانیں سُننے سے جی بہلایا کرتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ سیر کرتے کرتے بارش آگئی تو یہ ایک پاس کی جھونپڑی میں چلے گئے جہاں ایک بڑھیا رہا کرتی تھی۔ اُس نے اِس خوبصورت جوڑے کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کیا۔ اور چلتے ہوئے اپنے

ایک چھتری بھی عاریتاً دی۔ اور تاکید کر دی، کہ بھلے آدمیو! غریب بڑھیا کا ایک ہی چھاتا ہے۔ اِسے خراب ہونے دینا۔ اور یاد سے جلدی واپس کر دینا۔

شاہی جوڑے کی سادگی:۔ اس کے بعد ۱۸۴۸ء میں قصبہ آبرڈین شائر کے پاس ایک وسیع قطعہ اراضی ملکہ اور اُس کے شوہر نے اِسی غرض خاص کے لئے خرید لیا۔ کہ وہاں چلکر رہینے اور اُس کو آباد کرنے سے لطف زندگی اُٹھایا کریں گے۔ چنانچہ فی الواقع یہ وہاں جاتے اور نہائیت سادگی کے ساتھ بالکل عامیانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ چنانچہ گریول صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

"قصبۂ آبرڈین شائر میں خاندانِ شاہی بغیر کسی شان وشوکت اور جاہ وتمکنت کے نہائیت سادگی سے بود و باش کرتا ہے۔ نہ تو اُنکے اظہارِ مرتبہ اور حفاظت کے لئے کوئی باڈی گارڈ وہاں مقرر ہے۔ اور نہ کوئی اَور طریق نمائش ملحوظ ہوتا ہے۔ صرف ایک سپاہی اِس سادہ محل سے دور پہرے اس غرض سے پہرہ دیتا ہے۔ کہ بدمعاشوں کو اُدھر جانے سے مزاحم ہو۔ ورنہ ہیچ۔ ملکہ اور شہزادہ مثل عام آدمیوں کے اِدھر اُدھر ہمسائیوں کی جھونپڑیوں اور آس پاس کے مکانات میں چکر لگاتے پھرتے ہیں۔ ملکہ دن بھر مکان کے اندر باہر اِز سادہ وضعی سے آتی جاتی ہیں۔ کہ کوئی پہچان نہیں سکتا۔ سٹاف بھی کوئی بھاری ساتھ نہیں۔ عورتوں میں صرف لیڈی ڈوتھرو۔ مس ڈلین۔ اور مس ہڈیارڈ تین عورتیں ہیں۔ جو اُنکے بچوں کی نرسیں اور گورنس ہیں۔ اور بردل میں شہزادوں کے اُستاد سمیت تین آدمی ہیں"

اِس کے علاوہ خود ملکہ معظمہ اپنے روزنامچہ میں لکھتی ہیں۔ کہ

"آج مجھے ایک بڑھیا کی جھونپڑی میں جانے کا موقع ہوا۔ جو چھیاسی سال کی عمر کے باوصف صحت و توانائی خاصی رکھتی ہے۔ اُس نے میری بڑی خاطرداری

کی اور دیر تک چرخہ کاتتے ہوئے میرے ساتھ چھوٹی چھوٹی باتیں کرتی رہی آتے ہوئے میں نے اُسے ایک اوڑھنے کا گرم کپڑا دیا۔ تو اُس نے مجھے بہت سی دُعائیں دیں۔"

دوسری جگہ لکھتی ہیں۔ کہ

"آج ہم تین جھونپڑیوں میں گئے۔ ایک تو مسز لیمن کے ہاں۔ کہ اُس کا لڑکا بیمار ہے دوسرا الیزنامی ربابی کے ہاں۔ اور تیسرا ایک اور بڑھیا کے گھر۔ وہاں سے ہو کے مسز گرانٹ کے گھر گئے۔ اور اُس کو ایک پوری گرم پوشاک اور رومال دیا جسے اُس نے بڑی محبت سے قبول کر کے بڑی بڑی دُعائیں دیں۔ کہ خدا تمہیں برکت دے۔ اور سلامت رکھے۔ تم ہر سال یوں ہی مجھپر مہربانی کئے جاتی ہو۔ اور میں ہوں کہ دن بدن بوڑھی ہوئی چلی جاتی ہوں"۔

غرضکہ ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ جن سے بخوف طوالت درگذر کیا جاتا ہے۔ اور فی الواقع اس قسم کا طریق معاشرت ملکہ وکٹوریہ کا ہی حصّہ تھا۔ اولاد کے متعلق آئندہ باب میں ذکر کیا جائے گا۔

فصل ہفتم

ملکہ وکٹوریہ کا آمد و خرچ

آمدنی:۔ ملکہ وکٹوریہ کو سلطنت کیطرف سے بحیثیت سلطانہ ہونے کے چالیس لاکھ روپیہ سالانہ ملا کرتے تھے۔ اور اسی میں اُن کی اولاد کے وظائف بھی شامل تھے اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

اخراجاتِ خانگی کے لئے ...... چھ لاکھ روپیہ۔

ممبرانِ خاندانِ شاہی کے وظائف کے لئے .. تئیس۲۳ لاکھ بارہ ہزار چھ سو روپیہ۔
مُلازمانِ قدیم الخدمت کی پنشن کے لئے .... چوالیس۴۴ ہزار دو سو چالیس روپیہ۔
انعام وغیرہ کے لئے .... ایک لاکھ تینتیس۳۳ ہزار روپیہ۔
درباری اخراجات کے لئے .... تین لاکھ تریسٹھ ہزار روپیہ۔
متفرق .... ڈیڑھ لاکھ روپیہ۔
یہ تو شاہی تنخواہ تھی۔ اور اس پر ملکہ کو اختیار تھا۔ کہ اگر زیادہ خرچ ہو جائے۔ تو بل بنا کر پارلیمنٹ کی منظوری کے بعد خزانہ عامرہ سے اَور بھی رقم لے سکیں۔ گو اس کا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔
لیکن اس کے علاوہ دس لاکھ روپیہ کے قریب اَور رقومات بھی ملکہ معظمہ کے لئے سلطنت سے دیجاتی تھیں۔
ڈچس ہونے کے نام سے ضلع لانگسٹر کی آمدنی ... ساڑھے چار لاکھ روپیہ۔
اسی ضلع کی وائن شراب کا ٹیکس .... آٹھ ہزار تیس۳۰ روپیہ۔
لنڈن کے حق وطن داری کے لئے .... ایکہزار دس روپیہ۔
جہازات کی سیر و تفریح کے لئے ... تین لاکھ ستانوے ہزار تین سو بیس روپیہ
اخراجات معمولی کے لئے ...... تین لاکھ باون ہزار چار سو نوے روپیہ
رسالہ باڈی گارڈ کے اخراجات کے لئے۔ تین لاکھ گیارہ ہزار پانسو روپیہ۔
اس کے سوا ملکہ وکٹوریہ کو ذاتی املاک سے بھی معقول آمدنی تھی جسکی تعداد اسٹھ ہزار پانسو بیس روپیہ سالانہ ہوتی ہے۔ بدیں تفصیل۔
پرگنہ برڈین کی آمدنی .... تئیس۲۳ ہزار نو سو بیس روپیہ۔
پرگنہ ہمپشائر کی آمدنی .... اکتیس۳۱ ہزار روپیہ۔
پرگنہ سرے کی آمدنی .... چھ سو نوے۹۰ روپیہ۔
یہ جملہ رقوم چھپن۵۶ لاکھ دو ہزار تیس روپیہ کی ہوتی ہیں۔ مگر ان میں پونڈ دس روپیہ کے

حساب سے شمار ہوا ہے۔ حالانکہ اَب اُس کی قیمت دو چند ہے۔ لہٰذا ایک تو اسکو ڈیوڑھا کر لینا چاہیئے۔ اور دوسرا جرمنی کے علاقہ کوبرگ کی آمدنی کا حصّہ جو بحیثیت اپنی والدہ کی جانشینی کے انکو ملتا رہا ہے۔ وہ اِس سے علیحدہ سمجھنا چاہئیے۔ اور نیز اِس کے بعد بھی ملکہ وکٹوریہ نے کلرمونٹ میں ساڑھے سات لاکھ روپیہ کی اراضی خرید کی تھی۔ اور اُس کی آمدنی بھی ہوا کرتی تھی۔ قصّہ مختصر یہ کہ ملکہ کی کل آمدنی آجکل کے حساب سے ایک کروڑ روپیہ سالانہ کے قریب تھی۔

خرچ:۔ خرچ کے مدوار دکھانے کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ مدوار آمدنی خود ہی خرچ کا پتہ دے رہی ہے۔ خاندانِ شاہی کی تنخواہات پر کل اِس مد کا مُقرّرہ روپیہ صَرف ہوتا تھا۔ اور ملازمانِ سابق کی پنشنوں کا بھی ویسا ہی حال تھا۔ باقی مدّات بھی خرچ سے خالی نہ تھیں۔ لیکن باایں ہمہ ملکہ وکٹوریہ ہمیشہ ہر ایک مد میں سے کچھ نہ کچھ بچت ضرور کر لیتی تھیں۔ اور بالخصوص قومی و ملکی چندوں میں نہایت دریا دلی مگر مآل اندیشی کے ساتھ حصّہ لیتی تھیں۔ کوئی مفید فنڈ غالباً ایسا نہ ہوگا۔ جس میں اُنکی طرف سے کوئی رقم درج نہ ہو۔ غریبوں کی خبرگیری بھی اکثر فرماتی تھیں۔ اِس کے علاوہ اپنی آمدنی میں سے ٹیکس بھی ادا کرتی تھیں حالانکہ بادشاہوں کی ذات قانوناً نفاذِ احکامِ قانون سے بری ہے۔ مگر انہوں نے اپنے آپکو ہمیشہ عملی انسانیت کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔ اور کوئی ذاتی مفاد شہنشاہی سے نہیں اُٹھایا۔

اپنی ذاتی آمدنی سے ملکہ وکٹوریہ نے ونڈسر اوسبرن کے دو نہایت عالیشان محل خود بنوائے تھے۔ جنپر لکھو کھا روپے صَرف آگئے۔ اور اُن کی آرائش پر بھی لاکھوں کا ہی خرچ ہوا۔ اور اِس کے علاوہ قصر بالمورل بھی خود خرید کر تعمیر کرایا تھا۔ ۱۸۵۳ء میں قصرِ ونڈسر میں اتفاقاً آگ لگ گئی تھی۔ اور آناً فاناً

ادھر سے اُدھر تک پھیل گئی تھی۔ جس کو ملکہ وکٹوریہ اور پرنس البرٹ نے بڑی جوانمردی سے خود فرو کیا۔ لیکن جن ملازموں اور غریبوں کا اس میں نقصان ہوا تھا۔ اُس کو آپ نے اپنی جیب خاص سے پُورا فرما دیا تھا۔

اس باب میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اِس سے ہمارے دیسی رئیسوں اور عام شریفوں کو زیا ستثنائے اُن رسوم کے جو خاص انگلستان یا انگریزی قوم سے مخصوص ہیں) کافی طور پر فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اور اپنی خانہ داری کو ایسے سلیقے اور ایسے قُدرتی پسندیدہ طریق سے باآسایش بنانا چاہیئے کہ جس میں دینی و دُنیوی فلاح ہو سکے۔ میاں بیوی کا اتفاق ایک ایسی نعمت ہے۔ کہ جس گھر میں وہ موجود ہو۔ اُس کو آلام و مصائب دُنیوی بہت زیادہ نہیں ستاتے۔ اور خیر و برکت کا اُس گھرانہ پر سایہ ہوجایا کرتا ہے۔ اور اِسیطرح میاں بیوی کی ناموافقت ایک ایسا عذاب الیم ہے۔ کہ جس گھر میں یہ موجود ہو۔ وہاں سے خیر و سعادت رُخصت ہو جاتی ہے۔ اور بجائے لُطفِ طبیعت کے نامرادی اور ناشادی کے ساتھ ایّامِ زندگی بسر کرنے پڑتے ہیں۔ پس اِس کا سب کو پُورا پُورا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور سلیقہ شعاری۔ کارکُنی اور کامیابی سے اِس کو مجلّٰی و مُنوّر کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
گر نبشت است پند بر دیوار



باب چہارم

شاہی اولاد۔ اُس کی تعلیم و تربیت۔ شادیاں اور مصارف وغیرہ

فصل اوّل

ملکہ وکٹوریہ کی اولاد

ملکہ وکٹوریہ کی شادی ۱۰ فروری ۱۸۴۰ء کو ہوئی تھی۔ اور اُسی سال سے سلسلۂ توالد و تناسل بھی شروع ہوا۔ ۱۸۵۷ء تک کُل نو اولادیں ملکہ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ جن میں سے چار شہزادے اور پانچ شہزادیاں تھیں۔ اور اُنکی تفصیل یہ ہے۔

ولادتِ اوّل۔ ۲۱ نومبر ۱۸۴۰ء کو ہوئی۔ جب **پرنسس رائل** (بڑی شہزادی) پیدا ہوئیں۔ اِنکی پیدائش سے پرنس کنسرٹ البرٹ کچھ شکستہ دل سے ہوگئے تھے۔ کیونکہ اگر بارِ اوّل لڑکا ہوتا۔ تو زیادہ خوشی ہوتی۔ مگر ملکہ وکٹوریہ نے فرمایا۔ کہ "گھبراؤ مت۔ انشاءاللہ آئندہ سال لڑکا ہوگا"۔ چنانچہ خدا نے اگلے سال لڑکا ہی عنایت فرمایا۔ اِس شہزادی کا پورا نام **پرنسس وکٹوریہ ایڈلیڈ میری لوئیسا** رکھا گیا۔ اور پرنس لیوپولڈ بادشاہ بلجیم اِس کے

دینی باپ مقرر ہوئے۔

ولادتِ دوم۔ ۹۔ نومبر ۱۸۴۱ء کو ہوئی۔ اور اس میں شہزادہ ایڈورڈ البرٹ پیدا ہوئے۔ اور یہی ولیعہد قرار پاکر پرنس اوف ویلز کے نام سے مخاطب ہوئے۔ چنانچہ یہی اس وقت بفضلِ خدا ایڈورڈ ہفتم کے نام سے ملکہ معظمہ کے جانشین ہوکر بادشاہ گریٹ برٹن وشہنشاہ ہندوستان مقرر ہوئے ہیں۔ فریڈرک ولیم چہارم شہنشاہ جرمنی انکے دینی باپ بنائے گئے تھے۔ اور انکے اصطباغ کی رسم نہایت شان وشوکت سے انکی موجودگی میں عمل میں آئی تھی۔

ولادتِ سوم۔ ۲۵۔ اپریل ۱۸۴۳ء کو ہوئی۔ اور اس میں شہزادی ایلیس پیدا ہوئیں۔ جن کا پورا نام پرنسس موڈ میری ایلیس رکھا گیا۔ انکے دینی باپ ڈیوک اوف کیمبرلنڈ ہنوور کے بادشاہ مقرر ہوئے تھے۔

ولادتِ چہارم۔ ۶۔ اگست ۱۸۴۴ء کو ہوئی۔ اور اس میں ڈیوک اوف ایڈنبرا پیدا ہوئے۔ جن کا پورا نام الفرڈ آرنسٹ البرٹ ڈیوک اوف ایڈنبرا ہے۔ نکولس شہنشاہ روس انکے دینی باپ قرار دیئے گئے۔

ولادتِ پنجم۔ ۲۵ جنوری ۱۸۴۶ء کو ہوئی جس میں شہزادی ہیلینہ پیدا ہوئیں جن کا پورا نام آگسٹہ وکٹوریہ ہیلینہ رکھا گیا۔

ولادتِ ششم۔ ۱۸ مارچ ۱۸۴۸ء کو ہوئی۔ اور اس میں پرنسس لوئیسا پیدا ہوئیں انکا پورا نام پرنسس لوئیسا کیرولائن البرٹہ ہے

ولادتِ ہفتم۔ یکم مئی ۱۸۵۰ء کو ہوئی جس میں ڈیوک اوف کیناٹ پیدا ہوئے۔ جن کا پورا نام آرتھر ولیم پیٹرک البرٹ ڈیوک اوف کیناٹ ہے۔ یہی شہزادہ صاحب پہلے ہندوستان میں صوبۂ بمبئی کے سپہ سالارِ افواج

مقرر ہوئے تھے۔ اور اب پھر بعد حضور ایڈورڈ ہفتم اپنے بڑے بھائی کے ہندوستان کے کمانڈر انچیف مقرر کئے گئے ہیں۔

ولادتِ ہشتم۔ ۷۔ اپریل ۱۸۵۳ء کو ہوئی۔ جس میں **ڈیوک اوف ایلبنی** پیدا ہوئے۔ اِنکا پورا نام شہزادہ **لیوپولڈ جارج ڈنکن البرٹ** تھا

ولادتِ نہم۔ ۱۴۔ اپریل ۱۸۵۷ء کو ہوئی اور اِسمیں شہزادی بیٹریس پیدا ہوئیں۔ جن کا پورا نام **پرنسس بیٹرس میری وکٹوریہ فیوڈور** ہے۔

بس یہی نو اولادیں ملکہ وکٹوریہ کے پیٹ سے ہوئی ہیں جن میں سے ہر ایک کی پیدایش کے ایک ایک ماہ بعد اصطباغ دینے اور نام رکھنے کی رسوم مذہبی طور پر نہایت شان و شوکت سے ادا ہوئیں۔ اور یہ ساری ہی اولاد بلاتفریق ذکور و اناث یا خورد و کلاں کے ملکہ وکٹوریہ اور اُنکے شوہر نامدار پرنس کنسرٹ البرٹ کو نہایت ہی عزیز رہی۔ اور انکی تعلیم و تربیت نہایت ہی قابلانہ اور سادگی سے عمل میں آئی۔ جس کا ذکر فصلِ آئندہ میں مفصّل طور پر آئے گا۔

اِن نو اولادوں میں سے چھ اِسوقت زندہ ہیں۔ جن میں سے چالیس پوتے اور پوتیاں اور نواسے نواسیاں بھی ہوئی ہیں۔ جن میں سے نو ضائع ہو کر اکتیس ۳۱ اِس وقت صحیح و سلامت موجود ہیں۔ اِس کے علاوہ سینتیس ۳۷ پر پوتے پر پوتیاں اور پرنواسے پرنواسیاں ہیں جو سب زندہ ہیں۔

پر پوتوں پر پوتیوں۔ پرنواسوں پرنواسیوں میں بائیس ۲۲ لڑکے اور پندرہ ۱۵ لڑکیاں ہیں۔

چھ پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں خاص پرنس اوف ویلز موجودہ شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی ہیں۔

اٹھاراں پوتے اور پوتیاں اور نواسے اور نواسیاں شہزادی بیگم فریڈرک کی ہیں

گیاراں پوتے پوتیاں۔ نواسے اور نواسیاں شہزادی ایلیئس متوفی کی ہیں۔
چھ پوتے پوتیاں۔ نواسے نواسیاں ڈیوک ریکس کو برگ گوتھا کی ہیں۔
اِس حساب سے گویا ملکہ وکٹوریہ کی آل اولاد کے وہ ممبر جو صحیح طور پر ملکہ کے خون سے تعلق رکھتے ہیں ۸۸ ہوئے۔ جو ملکہ نے اپنی عین حیات دیکھ لئے۔ اور غالباً یہ تعداد کسی اَور بادشاہ کی اولاد کی ہرگز ہرگز نظر نہ آئے گی۔ اِن ۸۸ میں سے اِس وقت ۷۴ زندہ وسلامت موجود ہیں۔ جو قرونِ آئندہ میں یورپ کی جلیل القدر سلطنتوں کے فرمانروا نظر آئیں گے۔

فصل دوم

اولادِ شاہی کی تعلیم و تربیت

شاہی اولاد کی تعلیم و تربیت میں جو کاہش ملکہ وکٹوریہ اور اُنکے شوہر نامدار کو رہی ہے۔ غالباً اُس سے زیادہ کسی شخص کو نہیں ہوسکتی۔ اور اِن عقلمند والدین نے جس طرح اپنا یہ فرض ادا کیا ہے۔ یقیناً اِس سے بہتر کوئی شخص ادا نہیں کرسکتا۔ ملکہ معظمہ بخوبی دیکھ چکی تھیں۔ کہ اِنکی والدہ نے اِنکی تعلیم و تربیت کے اصول کیسے اعلیٰ رکھے تھے۔ اور وہ کہانتک مفید اور کارآمد ثابت ہوئے۔ اور یہ بھی اُنکے زیر نظر تھا۔ کہ بالخصوص شاہی اولاد کو کس درجہ کی قابلیت اور لیاقت کی ضرورت لازمی ہے۔ لہذا اُنہوں نے ابتدا سے ہی نہایت توجہ کے ساتھ اپنی اولاد کی پرورش فرمائی۔ اور اُنکی تعلیم و تربیت کا بہت سا حصّہ خود اپنے متعلق رکھا ابتدائی کام تو ملکہ معظمہ اور اُنکے شوہر نامدار خود کرتے رہے۔ لیکن جب ذرا زیادہ اہتمام کی ضرورت ہوئی تو قابل لائق لوگ بھی منتخب کئے گئے۔

شاہی جوڑے کو جو اہتمام تربیت اولاد کے متعلق تھا۔ وہ اس ایک چھوٹی سی چٹھی کے پڑھنے سے بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ یہ چٹھی پرنس کنسرٹ نے ملکہ معظمہ کے اور اپنے لائق اور وفادار دوست لارڈ ملبورن کے نام مارچ ۱۸۴۶ء میں لکھی تھی۔ اُس وقت تک ملکہ معظمہ کو صرف پانچ ہی اولادیں ہوئی تھیں۔ جن میں سے بڑی شہزادی پرنسس آف ویلز اور شہزادی ایلیس ہی تعلیم پانے کے قابل تھیں۔ کیونکہ باقی دو تو بہت ہی چھوٹے تھے۔ اسپر بھی دیکھئے کہ کس قدر اضطراب اس شاہی جوڑے کو تعلیم و تربیت اولاد کے متعلق تھا۔ چٹھی مذکور کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ

"آجکل ہمیں اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کیجانب سخت مصروفیت ہے۔ جس میں بہت سی مشکلات نظر آرہی ہیں۔ کیونکہ موجودہ طرز تعلیم کچھ زیادہ مفید بھی نہیں معلوم ہوتا۔ اور آئندہ بھی اس سے ترقی کی اُمید نظر نہیں آتی۔ لہذا اس میں خواہ مخواہ ترمیم و ایزادی کی ضرورتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ لارڈ سٹاکمر بالکل ٹھیک کہتے ہیں کہ جس طرح عام لوگ بسبب اپنی کاروباری مصروفیت کے تعلیم و تربیت اولاد کے فرائض کافی طور پر ادا نہیں کرسکتے۔ ویسے ہی ہم بھی بوجہ چند در چند مصروفیتوں کے اس فرض کی ادائیگی اچھی طرح نہیں کرسکتے۔ لہذا لارڈ مذکور کی رائے ہے۔ کہ کوئی معتبر اور لائق شخص اس کام کے لئے مقرر کیا جائے۔ اور اگر کوئی لائق اور نیک چلن لیڈی ملجائے۔ تو اُنکے نزدیک اور بھی بہتر ہو۔ لیکن ایسا آدمی کہاں سے ملیگا۔ جو صفاتِ حسنہ کا مجموعہ ہو۔ اور پھر دُنیا و مافیہا سے قطع تعلق کرکے ہمارے بچہ خانہ کی چاردیواری میں رہنا پسند کرے۔ بہر حال آپ چونکہ ملکہ وکٹوریہ کے بہترین مشیر اور میرے دلی دوست ہیں۔ اسلئے غور و فکر کامل کے بعد کوئی برجستہ رائے یا انتظام ایسا تحریر فرمایئے کہ جس سے یہ کارروائی اچھی طرح طے ہو سکے۔"

اِس تحریر کو صرف اِسلئے نقل کیا گیا ہے۔ کہ ناظرین اِس شوق و اضطراب کا اندازہ کر سکیں۔ جو اِس تاجدار جوڑے کو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے متعلق تھا۔ اور اِس پر اتنا اَور سوچ لیں۔ کہ اگر اِس قدر اضطراب و شوق کسی معمولی خاندان کے والدین میں بھی پیدا ہو جائے۔ تو وہ کہاں تک کامیاب ہو سکتا ہے۔ سراقم کے نزدیک تو اِس قدر اہتمام و شوق کے بعد اگر قضا و قدر ہی مخالف نہو جائیں۔ تو کامیابی باسباب ظاہر ضروریات سے ہے۔ مَیں نے اکثر غور کیا ہے۔ کہ اعلےٰ درجہ کے امتحانوں میں کون اشخاص زیادہ شریک اور کامیاب ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی کئی بار سرکاری مُلازمت کے صیغہ پر بھی نظر دوڑائی ہے۔ کہ اِس میں کون لوگ باریاب ہیں۔ تو اکثر قصباتی بلکہ دیہاتی لوگوں کی ہی کثرت دیکھی گئی ہے۔ شہروں کے رہنے والے یا خاندانی رئیس زادے تعلیم پر بھی صرف ایک فیشن کے لئے توجہ کرتے ہیں۔ وہ دِلی کوشش اور کاہش نہ اُنکے اپنے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ نہ اُنکے والدین کے خیالات میں آتی ہے۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اِنکا حِصّہ حیاتِ زمانہ ہا کاروباری زندگی میں بہت کم ہوتا جاتا ہے۔ آگے چل کے آپ دیکھیں گے کہ ملکہ معظمہ کے اُن شہزادوں کو جنہیں کروڑہا بندگانِ خدا اپنا سرتاج اور حکمران سمجھتے ہیں۔ کیسی کچھ محنت حصُولِ علم و عمل میں اُٹھانی پڑتی تھی۔ اگر ہمارے شہری باشندگان اور خاندانی رئیسوں کیطرح یہ لوگ یہ خیال کرتے۔ کہ روٹی تو با فراغت ملجاتی ہے زیادہ مغزپچی کی ضرورت ہی نہیں۔ تو وہ اِس کے مستحق اور شایان تھے۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ اُنکے نزدیک یہ خیال پھٹکنے تک نہیں پایا۔ بلکہ اُنہوں نے اِس طرح تعلیم حاصل کی ہے۔ کہ گویا اُنہوں نے وہی کام کرکے روٹی کھانی ہے۔ ؎

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

خیر یہ قصّہ تو بہت طول طویل ہے۔ اب اصل مطلب کیطرف رجوع کیا جاتا ہے۔ کہ ملکہ معظمہ اور اُنکے شوہر نامدار نے لارڈ ملبورن۔ لارڈ سٹاکمر۔ ڈاکٹر ٹہڈ فورس بشپ اوف اکسفورڈ اور سر جیمس کلارک کے ساتھ اِس معاملہ پر مفصل غور و خوض کے بعد اولادِ شاہی کے لئے لائق اتالیقوں اور گورنسوں کی ضرورت محسوس کر کے بڑی عمدگی سے اِس کا انتظام کر دیا۔ پہلے پہل شاہی اولاد کی اُستانی گری لیڈی لٹلٹن ایک لائق اور مشہور نیک مزاج خاتون کے سپرد ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ ترقیِ اولاد کے ساتھ اتالیق اور اُستاد بھی بڑھتے گئے۔ مگر پھر بھی ملکہ معظمہ اور اُنکے شوہر نامدار تا دمِ واپسین اِس معاملہ میں اِس قدر مصروفیت اور توجہ رکھتے تھے۔ کہ گویا وُہی اِس کام پر مقرر ہیں۔ اور بالخصوص چونکہ دونوں پکے عیسائی تھے۔ اِسلئے دینی تعلیم پر تو خاص توجہ تھی۔ اور ملکہ یا پرنس دونوں میں کوئی روزانہ اِس تعلیم کو خود دیکھتا اور شہزادوں کے ذہن نشین کراتا تھا ملکہ نے لیڈی لٹلٹن کو سب سے پہلے جو ہدایت کی تھی وہ یہ تھی۔ کہ

"مَیں اپنی اولاد کو ایسی تعلیم دینا چاہتی ہوں۔ جس سے اُنکے دِلوں میں خدا اور مذہب کی محبت جلوہ گر ہو۔ تاکہ جس محبت اور سرگرمی کو اپنی مخلوق کی نسبت ہم سے دیکھکر خدا خوش ہو سکتا ہے۔ وہ اِنکی فطرت میں پڑ جائے۔ مَیں ایسی مذہبی تعلیم دلوانا بھی نہیں چاہتی جس سے خواہ مخواہ موت اور عذاب کی ایک ڈراونی شکل سے خوف دلایا جاتا ہے۔ یا جس سے مذہبی فرقہ بندی کا میلان پایا جاتا ہے۔ مَیں یہ چاہتی ہوں کہ یہ خدا کو محبت کرنی سیکھیں۔ تاکہ خود بخود ہی مخلوقِ الٰہی سے محبت کرنے کا خیال پیدا ہو جائے"

اِس کے علاوہ ملکہ معظمہ مذہبی تعلیم اور عباداتِ روزانہ کے موقع پر خود موجود ہوتی تھیں۔ اور اُن کی سخت تاکید رکھی جاتی تھی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ

ہونا چاہیئے۔ کہ اولاد دیندار ہو۔ ہندوستان میں آج تک جو تعلیم محض نوشت و خواند کی لیاقت حاصل کرنے کے لئے دیجاتی رہی ہے۔ آخرکار اُس کی نسبت اہل الرائے کو اب معلوم ہوا ہے کہ وہ مفید نہیں پڑی۔ کیونکہ سوائے دینی تعلیم کے اخلاق کا درست ہونا سخت محال ہوا کرتا ہے۔ نوشت و خواند کا علم بذاتہ کوئی اثر اخلاق پر نہیں ڈالتا۔ بلکہ جو جو مواد انسان کے اندر موجود ہوں۔ اُنکو روشن اور مُجلیّٰ کرتا ہے۔ ایک چور اگر لکھنا پڑہنا سیکھ جائے۔ تو علم سے وہ یہہ فائدہ لیگا۔ کہ چوری نہایت عُمدہ طرح ایسے طریق سے کرسکے۔ کہ جس سے بہُت کم لوگ اُس پر شُبہ کرسکیں۔ اور وہ پکڑا جانے سے محفوظ رہے۔ علیٰ ہٰذا اگر کوئی دوسرا کاریگر نوشت و خواند سیکھ جائے۔ تو وہ اپنے ہُنر و فن کے زیادہ بہتر ہونے کی تدابیر سوچے گا۔ لیکن یہہ کوئی ضرور نہیں کہ نوشت و خواند کا علم خود بخود انسان کے اخلاقِ رزیلہ کو اخلاقِ شریفہ سے تبدیل کردے۔ یہہ کام مذہبی تعلیم کا ہی ہے کہ معیوب کاموں کو بُرا جانتے اور بحالتِ اِرتکاب اُنکے باعث قہر و غضبِ الٰہی میں مُبتلا ہوجانے۔ اور اسی طرح نیک کاموں کو اچھا سمجھنے اور اُنکی مشکوری کی حالت میں خدا کے افضال و انعام کی اُمیدوں کو انسان کے دِل میں مُرتسم کردیتی ہے۔ اور واقعی وُہی لوگ اپنی قوم اور مُلک کے لئے کارآمد مفید اور نیک نمونہ بن سکتے ہیں۔ جن کی دینداری قابلِ تعریف ہو۔ پس ملکہ وکٹوریہ کی والدہ نے بھی اِسی کا زیادہ اہتمام رکھا۔ اور خود ملکہ نے بھی اپنی اولاد کے لئے اِسی کی سرگرمی رکھی۔

لیکن یہی نہیں کہ صرف مذہبی تعلیم دیکر شہزادوں اور شہزادیوں کو پادری یا پادرنین بنا دیا جاتا۔ بلکہ اِس کے ساتھ اُنکو ہر طرح کی دُنیوی تعلیم بھی اِسی طرح دیجاتی تھی۔ کہ گویا وُہی اُنکے لئے موجب کامیابی ہے۔ اور اِس کے لئے خاص انتظام

کئے گئے تھے۔

باغ تربیت۔ قصرِ آستبورن میں جو ملکہ معظمہ نے اپنے ذاتی روپیہ سے تعمیر کرایا تھا۔ ایک خاص سلسلۂ تعمیرات اسی غرض سے بنوایا گیا تھا۔ کہ اولادِ شاہی کی تعلیم و تربیت میں کارآمد ہو۔ اس چھوٹے سے خانہ باغ کا نام **سوس کالج** رکھا گیا تھا۔ لیکن دراصل وہ شہزادہ کالج تھا۔ اس باغ میں جو سلسلۂ عمارات تھا وہ اس انداز سے بنایا گیا تھا۔ کہ ہر ایک علم و فن کے لئے جُدا جُدا کمرے مقرر تھے۔ جن میں شہزادے اُس علم و فن کی عملی تعلیم لیا کرتے تھے۔ مثلاً۔

عجائب خانہ جو اُس میں مہیا کیا گیا تھا۔ اس میں ہر قسم کے قدرتی پیداوار کے نمونے فراہم کئے گئے تھے۔ تاکہ نباتات۔ جمادات اور معدنیات کے متعلق اولادِ شاہی کی تعلیم عملی طور پر کارآمد ہو سکے۔ اور وہ کتابوں میں چیزوں کے نام ہی نہ پڑھ جائیں۔ بلکہ اُن کی صورتیں اُنکے دماغ میں سما جائیں۔ اور وہ اُنکی نسبت پوری پوری واقفیت حاصل کر سکیں۔

فلاحت و باغبانی کی تعلیم۔ کے لئے یہ قاعدہ مقرر تھا۔ کہ اسی سوس کالج میں ایک ایک چھوٹا قطعہ اراضی (جسے کیاری یا روش کہنا چاہیئے) ہر ایک شہزادہ اور شہزادی کے نام سے منسوب تھا۔ اور یہ لازم کر دیا گیا تھا۔ کہ اُس قطعۂ اراضی کی باغبانی۔ آبیاری اور کاشتکاری کے فرائض وہی شہزادہ یا شہزادی ادا کرے۔ جس کے نام سے وہ منسوب ہے۔ ہندوستان کے باشندے سنکر دنگ رہجائینگے۔ کہ ملکہ وکٹوریہ کے وہ شہزادے جو کروڑوں رعایا کے سرتاج اور حاکم ہیں۔ اور جنکے بیش قرار وظائف سلطنت کیطرف سے مقرر ہیں صرف علم فلاحت سیکھنے کے لئے گھنٹوں اُسی سوس کالج میں ہل چلایا کرتے تھے اور مثل عام باغبانوں اور کسانوں کے پودوں کے سینچنے کاٹنے اور پیوند کرنے میں

اوقاتِ عزیز کا معقول حصہ صرف کیا کرتے تھے۔

باورچی گری۔ کا یہ حال تھا۔ کہ شہزادیاں اپنے ہاتھ سے ساگ پات کی مختلف ترکاریاں بوتیں اور بعد پختہ ہونے کے کاٹ کر خود اپنے ہاتھ سے شاہی دسترخوان کے لئے طیار کرتیں۔ چنانچہ تمام شہزادیاں ہر قسم کے اچار۔ مربہ جات۔ اور چٹنیوں اور طرح طرح کی مٹھائیاں بنانے میں بہت اچھی مہارت رکھتی ہیں۔ والدین کا بھی یہی حال تھا۔ کہ چھوٹی سی شہزادی جو چیز پکا کر لائی اُسے حقارت سے کبھی نہ دیکھا۔ بلکہ شوق سے خود کھائی اور نہائیت اچھی طرح اس کے نقائص یا عمدگی جتادی۔ اَب دوسری دفعہ وہ خواہ مخواہ بھی اچھی بنے گی۔ اور التزام ایسا کہ روز کوئی نہ کوئی چیز شاہی اولاد کے ہاتھ کی پکی ہوئی دسترخوان پر آئے۔

نجاری و آہنگری کی تعلیم کے لئے مختلف کمرے مقرر تھے۔ جن میں شہزادے یہ تمام کام نہائیت محنت سے سیکھا کرتے تھے۔ چنانچہ ایسی تصویریں بھی دیکھنے میں آئی ہیں کہ کہیں تو شہزادے آہنگری کا کام کر رہے ہیں۔ کہیں جہازی رسّے طیار کر رہے ہیں۔ کہیں آرہ کشی ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ

معماری کی تعلیم بھی لازمی تھی۔ اور اس کے لئے ایک پزاوہ اُسی باغ میں بنوا دیا گیا تھا۔ جس میں شہزادے اپنے ہاتھ سے اینٹیں بنا کر پکایا کرتے تھے۔

شاہی ناٹک کے لئے بھی ایک عمارت بنوائی گئی تھی۔ اگرچہ اس میں بہت کم کام کرنے کا اتفاق ہوا۔ مگر پھر بھی یہ مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایکدفعہ انگلستان کے مشہور اخلاقی شاعر ٹامسن کے منظومات شہزادوں اور شہزادیوں کو یاد کروا کر ان سے باقاعدہ ایکٹ کروایا گیا تھا۔

تصویر کشی کی تعلیم بھی اِسی اہتمام سے دیجاتی تھی۔ کہ تمام اولادِ شاہی

ایک بہترین فوٹوگرافر اور ایک اعلیٰ نقاش کا کام جانتی ہے۔ اور ہر روز اُس کے لئے ایک وقت دیا جاتا ہے۔

اور اُس کے علاوہ اَور تمام علوم بھی نہایت عمدگی کے ساتھ سِکھلائے جاتے تھے جن کا نتیجہ یہہ ہوا۔ کہ اولادِ شاہی نے ہر علم و فن میں کمالیت پیدا کر لی۔ اِسپر **ورزش اور ہوا خوری** کی بھی سخت پابندی تھی۔ گو یوروپین اقوام کے لئے اَب ہوا خوری ستہ ضروریہ میں شامل ہو گئی ہے۔ مگر خاندانِ شاہی میں بھی اسکا ویسا ہی پاس کیا جاتا تھا۔ اور اکثر اوقات اولادِ شاہی کو اپنے والدین کے ساتھ پیادہ پا ہوا خوری کرائی جاتی تھی۔

سیر وسفر۔ جوان ہونے پر سیر وسفر کا بھی ہر ایک کے لئے نہایت پختہ التزام تھا اور غالباً کوئی شہزادہ ایسا نہوگا جس نے دُنیا کے مختلف حصّوں کی سیر سے تجربات حاصل نہ کئے ہوں۔ اور واقعی حکمران خاندان کے لئے تو ایسی سیاحت بہ نسبت عوام کے اَور بھی سخت ضروری ہے۔ کیونکہ یہہ لوگ جب تک مختلف اقوام کے رنگ ڈھنگ۔ قطع وضع۔ رنگ وروغن۔ رسم ورواج۔ صنعت وحرفت علوم وفنون۔ غرضکہ پُورے پُورے طریقِ تمدن سے واقف نہو جائیں۔ اچھی طرح سے اُنکی حکومت ونگہداشت کے فرائض کو ادا نہیں کر سکتے۔ اِسی غرض کے حصول کے لئے تمام شہزادوں کو متفرق طور پر مختلف سلطنتوں اور دور دست مقامات کی سیاحت کو بھیجا گیا۔ چنانچہ موجودہ شہنشاہ عالم پناہ **ایڈورڈ ہفتم** بحالت ولیعہدی ہندوستان بھی بہت اچھی طرح دیکھ چکے ہیں۔ اور اِسی طرح **شہزادہ کینناٹ** بھی ہندوستان کی سیر کرنے کے علاوہ پہلے ۱۸۸۳ء میں بمبئی کے عہدہ سپہ سالاریِ افواج پر اور اَب پھر سپہ سالاریِ ہند کے عہدہ جلیلہ پر آنیوالے ہیں۔ علیٰ ہٰذا **ڈیوک اوف ایڈنبرا** بھی ۱۸۷۰ء

میں ہندوستان کی سیر کر گئے تھے۔ اور اس کے علاوہ مصر۔ قسطنطنیہ۔ روس۔ فرانس۔ جرمن۔ ڈنمارک۔ بیلجیم۔ غرضکہ تمام بڑی بڑی سلطنتوں میں سب صاحبان جا جا کر مشاہداتِ عینی سے اپنے دل و دماغ کو تازہ کر چکے ہیں۔ اَب غور کرو کہ اس سے بہتر تعلیم اَور کیا ہوگی۔ اسی کے ضمن میں اس قدر اَور بھی لکھدینا مناسب ہے۔ کہ ۱۸۶۰ء میں ایک پمفلٹ کسی روشن خیال شخص نے گمنام چھاپکر اس عنوان سے شائع کیا تھا۔ "ولیعہد انگلستان کا طریق تعلیم و تربیت کیسا ہونا چاہیئے" اور اس میں شہزادہ کی تعلیم و تربیت سابقہ کو ناکافی سمجھکے بہترین انتظام کی سکیم پیش کی گئی تھی۔ یہ پمفلٹ اگر کسی دیسی رئیس کی نسبت شائع ہوتا۔ تو وہ سخت جھلاتا۔ کہ کسیکو اُس کے طریقِ تعلیم پر اعتراض یا صلاحکاری کا کیا حق ہے۔ مگر ملکہ معظمہ اور اُنکے شوہرِ نامدار نے اس پر بخوبی نوٹس لیا۔ اور اپنے مشیروں کے مشورہ سے اُس پمفلٹ کی بہت سی اصلاحات قبول فرمالیں۔ اور کچھ خیال نہیں کیا کہ اس کے لکھنے والا کون ہے۔ ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش گر نوشت است پند بر دیوار

یہ ہیں اصلی طریقے فائدہ اُٹھانے کے۔ اور یہ ہیں وہ طریق تعلیم جن سے یقینی اور واقعی فوائد پہنچ سکتے ہیں۔ اور بڑی خوش نصیبی ہو۔ اگر ہندوستان کے والیانِ ریاست بھی اپنی اولاد کے اسی طرح تعلیم دینے کیطرف توجہ کریں یعنے اُنکو بھی سب سے پہلے مذہبی تعلیم کا خیال ہو۔ اور پھر اپنی ملکی اور قومی ضروریات اور رسم و رواج کی واقفیت کرائی جائے۔ اور ساتھ ساتھ علوم و فنون مروجہ کے مطالعہ پر توجہ ہو۔ ورنہ آجکل کے طرز تعلیم سے کہ صرف رئیسوں کو صاحب بہادر بنا دیا جاتا ہے۔ وہ پرانے رئیس ہی بہت اچھے تھے جو معمولی تعلیم پاکر نہایت صلاحیت سے اپنے ملک کا کام کرتے تھے۔

فصل سوم

اولادِ شاہی کی شادیاں

اولادِ شاہی کی شادیوں پر جو اہتمام اور مسرت ملک میں ہوتی رہی اور جو عالیشان جلسے اور دعوتیں دیجاتی رہیں۔ اُنکی تفصیل کی یہاں کچھ زیادہ ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ مختصر طور پر یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ یہ سب شادیاں نہائت سادگی اور صفائی سے عمل میں آتی رہی ہیں۔ انگلستان میں ہندوستان کے سے مراسم شادیوں کے نہیں ہوا کرتے۔ کہ جہیز اور زیورات کی طیاری میں لاکھوں کروڑوں روپیہ کے اخراجات اور وقت عزیز کا بہترین حصہ صرف کرنا ہی گویا شادی کی عظمت کی دلیل سمجھا جائے اور بالخصوص ملکہ وکٹوریہ کا خاندان تو ان نمائشوں کا کبھی روادار نہیں ہوا بلکہ اُس نے یہی اصول رکھا ہے۔ کہ جوڑا ٹھیک ملے۔ خوبصورتی میں۔ لیاقت میں تمیز میں۔ وقار میں دونوں ایک دوسرے کے ہم پلہ رہیں۔ اور واقعی بہت اچھے جوڑے ملے۔

ملکہ کے پانچ داماد ہوئے ہیں جو سچ مچ اپنے حسن صورت وسیرت اور جاہ وحکومت کے اعتبار سے پرلے درجہ کے لائق تعریف بادشاہانِ وقت ہوئے ہیں۔ یعنے ایک تو بادشاہِ جرمن موجودہ شہنشاہ کے والد۔ دوسرے ہسّے کے گرانڈ ڈیوک لوئیس چہارم۔ تیسرے شہزادہ فریڈرک سیلسوگ ہولسٹن کے فرمانروا۔ چوتھے جان مارکوئیس اوف لورن۔ اور پانچویں بلگیریا کے شہزادہ ہنری جو بیٹنبرگ کے حکمران ہیں۔

ملکہ کے چار شہزادے تھے۔ اُنکے لئے بھی ایسی منتخب روزگار بیگمیں تلاش

ہوئیں۔ جو یوروپ بھر میں ہر طرح سے قابلِ تعظیم اور لائقِ عزت ہیں۔ کیا باعتبار خاندان اور کیا بلحاظ حُسن ولیاقت۔ یعنے آپکی بہوؤں میں۔ ایک تو شاہ ڈنمارک کی شہزادی ہے۔ دوسری شہنشاہِ روس کی شہزادی۔ تیسری پرشیا کی شہزادی اور چوتھی والڈک پیرمونٹ کی شہزادی۔

اِن رشتہ داریوں سے جو کچھ ترقی باہمی اتحاد دول کی ممکن ہے۔ وہ کچھ پوشیدہ نہیں۔ اور اِس سے ملکہ وکٹوریہ اور اُنکے شوہر نامدار کی پہلے درجہ کی دانشمندی اور معاملہ فہمی کا پتہ چلتا ہے۔ کہ خاندانی اعزاز و احترام اور اولادِ شاہی کی حیات آرام کے لحاظ کے ساتھ پولیٹکل پہلو سے بھی یہ رشتے نہائیت ہی مناسب اور موزون واقع ہوئے۔

اِس قدر تمہید کے بعد اَب سب شادیوں کا بقید تاریخ ذکر کیا جاتا ہے۔

شادی اوّل:۔ ہر رائل ہائینس وکٹوریہ ایڈلیڈ میری لوئیسا بڑی شہزادی کی بعمر سترہ سال دوماہ واقعہ ۲۵ جنوری ۱۸۵۸ء کو ہر رائل ہائینس فریڈرک ولیم ولیعہد پروشیا کے ساتھ عمل میں آئی جو بعد میں شہنشاہ جرمن ہوکر ولیم چہارم کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔ اِن سے تین شہزادے اور چار شہزادیاں ہوئیں جن میں سے ایک موجودہ شہنشاہ جرمن ہیں۔ جو اِس وقت یوروپ میں ایک اعلیٰ درجہ کی جلیل القدر سلطنت کے فرمانروا ہونے کے علاوہ پرلے درجہ کے شجاع اور آزاد اور فیاض مشہور ہیں۔

شادی دوم۔ ہز رائل ہائینس البرٹ ایڈورڈ پرنس اوف ویلز شہزادہ ولیعہد بہادر (موجودہ شہنشاہ) کی بعمر بائیس سال چار ماہ واقعہ ۱۰ مارچ ۱۸۶۳ء کو ہر رائل ہائینس پرنسس الگزنڈرہ شہزادی ڈنمارک کے ساتھ نہائیت کرو فر شاہانہ کے ساتھ ہوئی۔ جنہیں پانچ اولادیں ہوئیں۔ دو شہزادے تین شہزادیاں

شادی سوم۔ ہر رائل ہائینس پرنسس ایلیس موڈ میری کی بعمر انیس سال

تین ماہ واقعہ یکم جولائی ۱۸۶۲ء کو ہز رائل ہائینس پرنس آف ہسے ڈارم اسٹاڈٹ لوئیس چہارم کے ساتھ عمل میں آئی۔ جن سے ایک شہزادہ اور چار شہزادیاں ہوئیں

شادی چہارم۔ ہز رائل ہائینس الفرڈ آرنسٹ ڈیوک اوف ایڈنبرا کی بعمر ۲۹ سال چھ ماہ واقعہ ۲۳ جنوری ۱۸۷۴ء کو ہز رائل ہائینس گرانڈ ڈچس میری الگزینڈرنہ شہزادی روس کے ساتھ ہوئی۔ جن سے ایک شہزادہ اور چار شہزادیاں ہوئیں

شادی پنجم۔ ہز رائل ہائینس پرنسس ہلینہ آگسٹا وکٹوریہ کی واقعہ ۵ جون ۱۸۶۶ء کو پرنس کرسچین اوف شیلسوگ ہولسٹن سے عمل میں آئی۔ جن سے دو شہزادے اور دو شہزادیاں ہوئیں۔

شادی ششم۔ ہز رائل ہائینس پرنسس لوئیسا کیرولائن البرٹہ کی بعمر ۲۳ تیئیس سال واقعہ ۲۱ مارچ ۱۸۷۱ء کو مارکوئیس اوف لورن کے ساتھ ہوئی۔

شادی ہفتم۔ ہز رائل ہائینس پرنس آرتھر ولیم پیٹرک البرٹ ڈیوک اوف کیناٹ کی بعمر ۲۹ انتیس سال ساڑھے دس ماہ کے واقعہ ۱۳ مارچ ۱۸۷۹ء کو ہز رائل ہائینس پرنسس لوئیسا مارگیرٹ الگزینڈریا وکٹوریہ آگسٹس دختر سوم پرنس فریڈرک چارلس آف پرشیا کے ساتھ عمل میں آئی۔ جنکو دو اولادیں بحصۂ اناث و ذکور برابر برابر حق تعالی نے عطا فرمائیں۔

شادی ہشتم۔ ہز رائل ہائینس پرنس لیوپولڈ جارج ڈنکن البرٹ ڈیوک اوف البنی کی بعمر ۲۹ تیئیس سال واقعہ ۲۷ اپریل ۱۸۸۲ء کو پرنسس اوف والڈیک پیرمانٹ ہیلن کے ساتھ ہوئی۔ جن کا صرف ایک ہی شہزادہ بطور یادگار باقی ہے۔

شادی نہم۔ ہز رائل ہائینس پرنسس بیٹرس میری وکٹوریہ فیوڈور کی بعمر ۲۸ اٹھائیس سال تین ماہ بتاریخ ۲۳ جولائی ۱۸۸۵ء ہز رائل ہائینس پرنس ہنری اوف بٹنبرگ کے ساتھ عمل میں آئی۔

ناظرین سطور بالا کے پڑھنے کے بعد واقف ہو گئے ہوں گے کہ علاوہ اَور مراتب کے شادی کے معاملہ کو شاہی خاندان نے کس عمر کو ترجیح دی ہے۔ یعنے شہزادیوں کے لئے اوسطاً بیس اکیس سال کی عمر اور شہزادوں کے لئے بالا وسط ستائیس اٹھائیس برس اور فی الواقع یہی عمر شادی کے لائق بھی ہوا کرتی ہے۔ ورنہ ہندوستان میں جو دستور کم عمری شادیوں کا چلا جاتا ہے۔ اگر چندے اَور بھی ایسا ہی رہا۔ تو آئندہ نسلیں نہایت پست قامت اور کم ہمت و ضعیف ہو جائیں گی۔

اخراجاتِ شادی کے متعلق بھی شاہی خاندان نے کبھی اسراف کو راہ نہیں دیا۔ ہمیشہ سادگی کے ساتھ جملہ شادیاں ہوا کیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب باوجود شہنشاہ ہونے کے اپنی شادی پر ملکہ وکٹوریہ نے لاکھ روپیہ سے کم ہی صرف کیا تھا۔ تو شہزادوں کی شادیوں میں کہاں تک صرف کی روادار ہو سکتی تھیں۔ اور یوں دعوتوں جلسوں اور دھوم دھام میں کبھی فرق نہیں پڑا۔

یہ بات بھی قابل نوٹ کرنے کے ہے۔ کہ جس طرح اَور تمام مائیں اپنی بیٹیوں کی شادی کر کے رخصت کیوقت دل شکستہ اور مغموم ہو جایا کرتی ہیں۔ اس کلیہ سے ملکہ وکٹوریہ بھی مستثنےٰ نہ تھیں۔ بلکہ چونکہ انکو اپنی اولاد سے بڑے درجہ کی محبت تھی۔ اسلئے وہ اس جدائی کی تکلیف کو بہت زیادہ محسوس کرتی تھیں۔ چنانچہ بڑی شہزادی کی رخصت کیوقت کا تذکرہ ملکہ معظمہ نے اپنے روزنامچہ میں اس طرح کیا ہے۔ کہ

"میں رخصت کے دن نہایت مغموم اُٹھی۔ اور اپنی پیاری لڑکی کو اُس کے کمرے سے اپنے کمرے میں لانے کے لئے نہایت دلگدازی سے گئی۔ اور جب میں اُسے اپنے کمرے میں لائی۔ تو پونے گیارہ بجے تھے۔ اور وہ بھی سخت مغموم اور چشم پُر آب تھی۔ بہر حال ہم دونوں غمناک خیالات کو دُور کر کے بغلگیر ہوئیں مگر خیالات دُور نہوتے تھے مجھے رہ رہ کر سخت رقت ہوتی تھی۔ کہ میری پیاری لڑکی اَب مجھ سے مادام الحیات

بچھڑتی ہے۔ میرے دل میں اُس تصور سے ایک درد پیدا ہوتا تھا۔ اور وہ آنسوؤں کا دریا میری آنکھوں کے رستے بہا دیتا تھا۔"

یہ اُس فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے جس سے کوئی شخص بری نہیں ہو سکتا۔

خیر اب یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ سب شادیاں بظاہر پوری عقلمندی سے کی گئی تھیں۔ اور چونکہ نیت بخیر اور تقدیر موافق تھی۔ اسلئے بفضلِ خدا کسی معاملہ میں کوئی خرابی بھی رونما نہوئی اور سب اپنے اپنے گھروں میں خوشحالی کے ساتھ آباد رہے۔ مگر اولاد کی محبت و اطاعت بھی قابلِ تعریف ہے۔ کہ انہوں نے ملکہ معظمہ سے علیحدہ رہنے کی حالت میں بھی اپنے دلوں کو ہر وقت اپنی والدہ کے پاس رکھا۔ اور ہمیشہ اُنکی خوشنودی کی کوشش کرتے رہے۔

اخیر میں یہ بھی لکھدینا ضروری ہے کہ ازدواجِ ثانی کو بھی شاہی خاندان نے فطرتِ انسانی کے مطابق پاکر نہایت فراخ دلی سے قبول کیا ہے چنانچہ عند الضرورت ملکہ معظمہ نے اپنی صاحبزادیوں پر بھی سلسلہ جاری رکھا۔ یعنی جو کچھ ایک شریف دل اور مآل اندیش خاندان کے لئے مناسب تھا اُس سے کبھی بوجہ بادشاہت انکار نہیں کیا۔

فصل چہارم

اولادِ شاہی کے وظائف

شہزادے

۱- پرنس آف ویلز شہزادہ ولیعہد بہادر کے لیے۔ چالیس ہزار پونڈ سالانہ کا وظیفہ اور اس کے علاوہ ۱۸۶۳ء کی سند کے مطابق علاقہ کارنوال کی آمدنی تخمیناً چودہ ہزار پونڈ

علاوہ ازیں کے سوا پرنسس آف ویلز یعنی انکی بیگم صاحبہ کیلئے دس ہزار پونڈ سالانہ کا وظیفہ مقرر تھا۔ یہ وظائف اور جاگیرات جو پہلے موجودہ شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کو بحیثیت ولیعہدی ملتی تھیں قاعدۂ سلطنت کے مطابق اب انکے ولیعہد کو ملا کرینگی۔ اور اس کے ساتھ یہ امر بھی سلطنت سے طے ہو چکا ہے۔ کہ اگر خدانخواستہ پرنس اوف ویلز کی بیگم بیوہ ہو جائے۔ تو پھر وہ صرف تیس ہزار پونڈ سالانہ پنشن کی مستحق ہوگی باقی داخلِ خزانہ۔

۲۔ ڈیوک اوف کیناٹ کو پچیس ہزار پونڈ سالانہ ملتا ہے۔ اور انکی بیگم کے لئے بیوگی کی حالت میں چھ ہزار پونڈ کی پنشن مقرر ہے۔

۳ و ۴۔ ڈیوک اوف البینی اور ڈیوک اوف اڈنبرا کو بھی اسیطرح پچیس پچیس ہزار پونڈ سالانہ کی پنشن تھی۔ مگر انکا انتقال ہوگیا۔ اور انکی بیواؤں کو بھی چھ چھ ہزار پونڈ سالانہ ملتا ہے۔

۵۔ ڈیوک اوف کیمبرج کو تیرہ ہزار پونڈ سالانہ ملتا ہے۔

شہزادیاں

۱۔ پرشیا کی شہزادی فریڈرک کو ...... آٹھ ہزار پونڈ۔

۲۔ شہزادی کرسچین کو .... چھ ہزار پونڈ۔

۳۔ پرنسس لوئیس کو .... چھ ہزار پونڈ۔

۴۔ پرنسس ہنری کو .... چھ ہزار پونڈ۔

۵۔ ڈچس اوف کیمبرج کو .... چھ ہزار پونڈ۔

۶۔ پرنسس اوف ٹیک کو .... پانچ ہزار پونڈ۔

۷۔ مکلن برگ کی گرانڈ ڈچس کو .... تین ہزار پونڈ۔

۸۔ شہزادی البینی کی بیوہ کو .... چھ ہزار پونڈ

۹۔ ڈیوک اوف ایڈنبرا کی بیوہ کو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چھ ہزار پونڈ۔
یہہ تمام رقوم اُسی رقم سے ملتی تھیں جو ملکہ معظمہ کو اولادِ شاہی کے وظائف کے لئے سلطنت سے ملتی تھی۔

فصل پنجم

خاندانِ شاہی کی رفاہ جوئی خلائق

شاہی خاندان نے جو بڑے بڑے رفاہ عام کے کام کئے ہیں۔ اُن کی فہرست بہت طول طویل ہوگی۔ مختصر طور پر یہہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ ہر ملکی بہی خواہی اور قومی ترقی کے معاملہ میں یہہ خاندان ہمیشہ پیش رو رہا ہے۔

ملکہ معظمہ۔ بیشمار ہسپتالوں۔ مفید یادگاروں اور عمدہ نمائشوں کی افتتاح کے لئے سب سے آگے رہی ہیں۔ اور اپنی جیب خاص سے بھی ہر ایک ایسے مفید کام کے لئے اُنہوں نے بلا تحریک خود ابتدا فرمائی ہے۔ جن کا تذکرہ ایک ضخیم کتاب چاہتا ہے۔

نمائش ۱۸۵۱ء:۔ پرنس کنسرٹ البرٹ ملکہ کے شوہر نامدار بھی باوصف جرمنی ہونے کے انگلستان کی صلاح و فلاح کے لئے اپنے تئیں وقف کر چکے تھے۔ اُنکے کارناموں میں سب سے بڑا کام ۱۸۵۱ء کی نمائش ہے۔ جو انہوں نے نہایت اہتمام کے ساتھ انگلستان کی فلاحت اور صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے لئے پوری محنت اور صرف کثیر سے منعقد فرمائی تھی۔ اس عالی قدر نمائش سے غرض یہہ رکھی گئی تھی کہ انگلستان کے لوگوں کو دنیا کی موجودہ ترقیات کا ایک پُر اثر سین دکھا کے دوسری اقوام کے دوش بدوش چلنے پر آمادہ

کیا جائے۔ چنانچہ اُس کا نتیجہ بھی ایسا ہی ہوا۔ کہ واقعی اُس کے بعد انگلستان نے اِس قدر ترقی تجارت۔ صنعت و حرفت اور فلاحت میں کر دکھائی۔ کہ اُس سے پہلے سو سال میں بھی نہ کی تھی۔ ابتداء میں تو صرف اِسلئے کہ بعض دور کی کوڑی لانے والے شہزادہ البرٹ کی مخالفت کو خواہ مخواہ بھی اپنا اصُول سمجھے ہوئے تھے۔ اِس نمائیش کی تجویز سے بھی مخالفت ہوئی۔ مگر شہزادہ کی نیک نہادی اور ملکہ وکٹوریہ کی امداد و اعانت سے بہت جلد یہہ غلط فہمی دور ہوگئی۔ اور نہایت اعلیٰ اہتمام کے ساتھ نمائیش کھولی گئی۔ اُس کے انعقاد کا پہلا جلسہ تو ماہ جون ۱۸۴۹ء کو قصر بکنگھم میں مُنعقد ہوا۔ مگر نمائیش مذکور یکم مئی ۱۸۵۱ء کو کھولی گئی جس کے لیے باور کا ایک نہایت عالیشان محل نئی تقسیم و تجویز سے بنوایا گیا تھا اور اِس میں بھی صنعت کی باریکیاں نہایت لطافت سے دکھائی گئی تھیں۔ اِس کے ستون بظاہر تو ستون تھے مگر در اصل وہ پانی کے نل کا کام دیتے تھے فاکس اور ہنڈرسن نامی کاریگروں کے زیر اہتمام یہہ عمارت عالیشان ختم ہوئی تھی۔ اور جوزف پیکسٹن ایک اُستاد فن کے مشورہ سے اِس کا نقشہ تجویز ہوا تھا اِس مکان میں چاروں قسم کی اشیاء جمع کی گئی تھیں۔ یعنے ایک تو تمام قسم کی زرعی پیداوار خام۔ دوم ہر قسم کے آلات کشاورزی جو مختلف ملکوں میں رایج تھے۔ سوم ہر قسم کی دُخانی کلیں جو مُختلف کاروبار میں کارآمد ثابت ہو چکی تھیں۔ چہارم معدنیات کے مُتعلق وہ تمام نمونے اور اشیاء جن میں انسان کے ہاتھ نے کوئی دستکاری کی ہو۔

غرضکہ یہہ نمائیش جب بن ٹھن کر اور سج سجا کر طیار ہوئی۔ تو یکم مئی ۱۸۵۱ء کو ملکہ وکٹوریہ نے اپنے دست خاص سے اِس کا افتتاح فرمایا۔ اِس موقع پر پچیس ہزار آدمی جمع تھے۔ اور تماشائیوں کا جم غفیر جو محل سے باہر تھا۔ اِس کا احصاء تو کون

کر سکتا تھا۔ ملکہ معظمہ نے اس موقع پر جو مطول۔ برجستہ اور عمدہ سپیچ فرمائی۔ اُس میں سے ایک پیرے گراف ضرور اس موقع پر لائق اندراج ہے۔ جس سے اس نمائش کی عظمت و شان کا پتہ ملسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ

"میری تاج پوشی کے جلسہ میں جس قدر لوگ دلچسپی کے ساتھ شامل ہوئے تھے شائد انگلستان میں ایسے شوق اور ہجوم کے جلسے بہت کم گذرے ہوں گے۔ لیکن آج کی نمائش کی دلچسپی اُس سے بھی ہزار گنہ زیادہ ہے۔ کیونکہ اس کو عین نیک خیالی اور ملکی رفاہ جوئی کے خیال سے میرے باغ محبت کے باغبان پیارے البرٹ نے نہایت کوشش اور محنت کے ساتھ میری رعایا کی اصلاح و فلاح کے لئے منعقد کیا ہے۔ اور میری دلی دُعا ہے۔ کہ خداوند عالم میرے پیارے البرٹ اور پیاری رعایا کو مادام الحیات خوش و خرّم رکھے۔"

یہ نمائش یکم مئی ۱۸۵۱ء سے ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۵۱ء تک برابر ساڑھے پانچ ماہ کھلی رہی۔ اور باسٹھ لاکھ لوگوں نے ٹکٹ خرید کر اُس کو ملاحظہ کیا۔ جس سے پچاس لاکھ روپیہ کی یافت ہوئی۔ اور جو نتیجہ قومی ترقی اور ملکی خوشحالی کا مدنظر تھا۔ وہ اس عمدگی اور کامیابی سے حاصل ہوا۔ کہ آج انگلستان کی حالت اُس کی شاہد ناطق ہے۔ چنانچہ اس طریق کو مفید اور مستحسن سمجھکر ۱۸۵۳ء میں ڈبلن میں ایک نمائش ہوئی اور ۱۸۵۵ء میں پیرس میں بھی ایک اسی طرح کی نمائش کھولی گئی۔ اور پھر بھی متعدد نمائشیں ہوتی رہیں۔ حتیٰ کہ گذشتہ سال میں بھی پیرس نے پھر ایک ایسی لاثانی نمائش منعقد کی تھی جو عرصہ تک یادگار رہیگی۔

نمائش ۱۸۸۶ء:- انڈین اینڈ کولونیل اگزیبیشن کے نام سے ۱۸۸۶ء میں پرنس آف ویلز بہادر موجودہ شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم نے بھی اپنے والد ماجد کی تقلید میں ایک نہایت ہی عالیشان اور رفیع المرتبت نمائش کی بُنیاد رکھی۔

جس میں لاکھوں روپیہ بطور چندہ ہندوستان کے والیانِ ریاست اور دوسرے اعیانِ سلطنت نے بھی پیش کیا۔ یہہ نمائش گاہ دُنیا بھر کی موجودات ضروری اور انسانی صنعت و حرفت کا ایک بے بہا مخزن تھی۔ جس میں تمام روئے زمین کے مُلکوں کی صنعت و حرفت اور دستکاری کے نمونہ جات اکٹھے کئے گئے تھے اور بالخصوص ہندوستان اور نو آبادیوں کے جُملہ اقسامِ معاشرت و تمدّن کو نہایت ہی اعلیٰ سکیل پر دکھایا گیا تھا۔ اِس کے مُفصّل حالات لکھے جائیں۔ تو خاص اُسی کیواسطے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہو۔ اِس نمائش کے پریسیڈنٹ اور بانی کار چونکہ خود پرنس اوف ویلز بہادر تھے۔ اسلئے اُنہوں نے بحیثیت پریزیڈنٹی ملکہ مُعظمہ کو جو ایڈریس دیا تھا۔ اُس میں اِس مبارک کام کو اپنے والد ماجد کی تقلید میں عامہ خلائق کی بہبودی اور بالخصوص تجارت کی ترقّی کے خیال سے ظاہر فرما کر ملکہ مُعظمہ سے افتتاح نمائش کی درخواست کی گئی تھی۔ جس کے جواب میں ملکہ وکٹوریہ نے فرمایا۔

کہ مَیں اِس ایڈریس سے جو تُم نے انڈین اینڈ کالونیل اگزیبیشن کھولنے کے مُتعلق دیا ہے نہائت محظوظ ہوئی ہوں۔ کیونکہ یہہ جیسا کہ تُم نے ظاہر کیا ہے تُمہارے والد بزرگوار پرنس کنسرٹ کی پیروی میں مُلکی بہی خواہی اور تجارتی ترقیات میں نہائت اعلیٰ فیض رساں ہونے کے لئے تُم نے تجویز کی ہے۔ جس کی کامیابی کی مجھے دِل سے اُمید ہے۔ اِس موقع پر تُمہارے اِس فقرہ سے بیشک میرا دِل بھر آیا ہے۔ کہ اگر پرنس کنسرٹ زندہ ہوتے۔ تو وہ تُمہارے اِس نیک خیال سے نہائت ہی خوش ہوتے۔ اور بالخصوص اپنے لختِ جگر کو اِس کا بانی کار دیکھکر اَور بھی باغ باغ ہو جاتے۔ بہر حال خُدا تعالیٰ تُمہارے اِس نیک ارادے میں برکت دے۔ اور اِس کی کامیابی سے تجارت کے فوائد عام و تام ہو کر لوگوں کی آسودگی

اور خوشحالی کا باعث ہوں - اور کامیاب سیر و سفر اور آمد و رفت کے ذرائع تمام دُنیا میں پھیل کر تجارتی ترقیات کو اوجِ کمال پر پہنچائیں - اور محنت صُلح اور اتفاق کی برکات میری سلطنت کی رعایا کی ہمنشین و ہمقرین رہیں"

چنانچہ یہہ نمائش گاہ نہائت اہتمام کے ساتھ کھولی گئی - اور دُنیا بھر کے روشن دماغ اور ذی استطاعت لوگ اِس کے دیکھنے کو گئے - اور بالآخر اختتام کے بعد بھی اِس کو توڑا نہیں گیا - بلکہ اُس محنت اور عمدہ فراہمی سے جو اشیائے نمائش کی خرید یا بہم رسانی میں کی گئی تھی - اِس کو بطور ایک امپیریل انسٹیٹیوٹ کے قایم و برقرار رکھا گیا ہے -

اِس کے علاوہ تمام خاندانِ شاہی کو ہمیشہ اُن چیزوں - نمائشوں اور یادگاروں سے خاص ہمدردی رہی ہے - جو بہی خواہی مُلک کے مُتعلق قایم کیجاتیں - چنانچہ سنہ ۱۸۶۰ء میں ملکہ معظمہ نے ایک عالیشان ہال بیس لاکھ روپیہ کی لاگت سے پرنس کنسرٹ کی یادگار میں خود صرف پبلک فوائد کے لئے قایم فرمایا - اور اِسی طرح ۱۸۸۱ء میں لارڈ بیکنسفیلڈ کی یادگار میں بھی ایک مینار بنوا کر نہائت دلچسپی اور ہمدردی کے ساتھ افتتاح فرمایا - اور مندرجۂ ذیل عبارت اِس پر کندہ کرائی گئی -

"لارڈ بیکنسفیلڈ متوفی وزیر اعظم کی شکر گذار اور سچی دوست کوئین وکٹوریہ نے یہہ یادگار قایم کی ہے"

ایسا ہی ۱۸۸۱ء میں امریکا کے پریزیڈنٹ مسٹر گارفیلڈ کی یادگار بھی ملکہ وکٹوریہ نے خود اپنے دستِ مُبارک سے قایم فرمائی - اور اُس پر مندرجۂ ذیل کتبہ نصب کرایا گیا -

"یادگار مسٹر گارفیلڈ متوفی پریزیڈنٹ امریکا - جو ملکہ انگلستان کیطرف سے بغرض اظہار شکر گذاری متوفی کی خدمات کے اور بغرض اظہار رنج و ہمدردی اُنکی بیوہ کے قایم کیگئی ہے"

باب پنجم

ملکۂ وکٹوریہ کا طریق جہانبانی

فصل اوّل

انگلستان کا طرز حکومت

بادشاہوں اور سلطنتوں کے لئے شخصی یا جمہوری دو لفظ تو بہت پرانے زمانے سے مشہور ہیں۔ جس کے مطابق شخصی سلطنت وہ کہی جاسکتی ہے۔ جس پر ایک بادشاہ صرف اپنی رائے اور مرضی کے مطابق حکومت کرتا ہو جیسے کہ روس اور ہسپانیہ وغیرہ۔ اور جمہوری سلطنت اُس کو کہا جاتا ہے۔ جس پر عوام الناس کی رائے سے اُن کے نائبوں کے مشورے کے مطابق حکومت کیجائے۔ جیسے کہ فرانس وغیرہ۔ کہ وہاں ہر پانچ سال کے بعد مُلک بھر میں سے ایک دو آدمی اپنے آپکو حکومتِ مُلک کے قابل سمجھکر اعلان کرتے ہیں۔ اور عوام الناس اُنکے حق میں ووٹ (رائے) دیتے ہیں۔ جسکی طرف غلبہ آرا ہو جاتا ہے۔ وہی بادشاہ بن جاتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ بادشاہت خاندانی نہیں ہوتی۔ بلکہ بطور عہدہ کے ایک خاص مدّت تک محدود ہوتی ہے۔ اور وہ بادشاہ بھی ایک اپنی قائم کردہ مجلس کا پیرو ہوتا ہے۔ اِسلئے اُس کو بادشاہ نہیں کہا جاتا۔ بلکہ پریسیڈنٹ کہا جاتا ہے۔

انگلستان کا طرزِ حکومت ان دونوں طریقوں کا معجون مرکب دونوں سے علیحدہ اور دونوں کا مجموعہ ہے۔ تاریخ انگلستان پر سرسری نظر سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ پہلے اُس ملک میں بھی شخصی حکومت ہی جلوہ گر رہی ہے۔ مگر رفتہ رفتہ حالاتِ زمانہ نے جوں جوں ترمیم کی ضرورت محسوس کرائی۔ توں توں اُسکا طرزِ حکومت بھی بدلتا گیا۔ بہرحال جو موجودہ طریق جہانبانی ہے۔ اُس کا خلاصہ یہہ ہے۔ کہ

خاندانی تاجداری۔ انگلستان میں بادشاہ شاہی نسل سے ہوتا ہے اور بطور وراثت تاج و تخت حاصل کرتا ہے۔ اور اپنے مدّت العمر اُس کا مستحق رہتا ہے۔ وارثوں میں اگر بڑی لڑکیاں موجود ہوں۔ اور ایک چھوٹا بچہ بھی زندہ ہو۔ تو وہی بچہ وارثِ تخت و تاج ہوگا۔ لڑکیاں محروم رہینگی۔ لیکن اگر مورث کی لڑکی موجود ہے۔ تو بھائی یا برادر زادہ کا کوئی استحقاق نہ ہوگا ملک کے تقسیم کرنے کا دستور نہیں رکھا گیا۔ بلکہ یہہ تو عام طور پر بھی انگلستان میں قانون ہے۔ کہ بڑا لڑکا جانشین ہوتا ہے۔ اور باقی اُس کے زبردست رہتے ہیں۔ بادشاہ کے لئے یہہ بھی ضروری ہے۔ کہ وہ مذہب عیسوی کے فرقہ پراٹسٹنٹ سے ہو۔ لیکن عملی طور پر سلطنت کو کسی مذہب یا فرقہ سے سروکار نہیں۔ تخت نشین مرد ہو یا عورت اُن کے اختیارات میں کوئی تفریق یا تخصیص نہیں۔

بادشاہ کے اختیار۔ بادشاہ یا ملکہ جو کوئی ہو اُس کی ذات قانون سے بری ہے۔ کسی قانون کا اُس کی ذات پر اصدار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مزید بر آں یہہ ہے۔ کہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ بادشاہ کی ذات سے کوئی جرم سرزد نہیں ہو سکتا بادشاہ یا ملکہ جو کوئی ہو۔ اُس کو کسی مجرم کے بخش دینے یا کسی شخص کو کوئی جاگیر یا

اِنعام عطا کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ جس قدر جنگ ہوتے ہیں سب میں اُسکی منظوری لیجاتی ہے۔ وزارت کو توڑنے اور نئے وزیر کو اُس کی جگہ سند تقرر عطا کرنے کا وُہی مختار و مجاز ہے۔ ہر قسم کے سکہ پر۔ ڈاک کے ٹکٹوں پر۔ مختلف قسم کے سٹمپوں پر اُسی کا نام یا تصویر کندہ یا منقش کیجاتی ہے۔ ہر ایک مناسب کاغذ میں اُس کا نام بطور بادشاہ درج ہوتا ہے۔ ہر قسم کے خطابات اُس کی منظوری سے دیئے جاتے ہیں۔ اور نئے خطابات بھی وُہی مقرر کرتا ہے۔ وقس علی ہذا۔ لیکن ہر بادشاہ کے لئے لازمی ہے کہ بوقت تخت نشینی وہ حب الوطنی۔ رعایا پروری اور پارلیمنٹ کی ہدایات کی موافقت اور معدلت گستری کی حلف علی الاعلان سب کے روبرو اُٹھائے۔

پارلیمنٹ۔ انتظام مُلک کے لئے عوام الناس کے قائیم مقاموں اور مُلکی امیروں کی ایک مجلس مقرر ہے۔ جس کو پارلیمنٹ یا مجلسِ شوریٰ کہا جاتا ہے اِسکے دو درجے ہیں۔ ایک ہوس اوف لارڈز کے نام سے مخاطب ہے۔ جس میں مُلکی امیر بحیثیت پُشتینی یا ذاتی تعززکے صرف نامزدگی سے مقرر ہوتے ہیں۔ اور دوسرا ہوس اوف کامنز کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں عوام کے نایب شریک ہوتے ہیں۔ اِس کے ممبر انتخاب سے مقرر ہوتے ہیں۔ یعنے اُمیدواروں کے نام کی پرچیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ اور کثرت آرائے پر حصولِ ممبری موقوف ہے۔ پارلیمنٹ کا کام قانون بنانا اور تمام معاملاتِ سلطنت پر غور و فکر کرنا ہے۔ پارلیمنٹ کے ہر ایک ممبر کو بھی بوقت منتخب ہونے کے قسم کھانی پڑتی ہے۔ کہ ایمانداری اور دیانتداری سے رائے زنی کرے گا کوئی قانون جسکو ہوس اوف لارڈز اور ہوس اوف کامنز منظور نہ کرے۔ پاس نہیں ہوتا۔ اور جب دونوں ہوسوں سے پاس ہو جاتا ہے تو بادشاہ کی منظوری پر اُس کا عملدرآمد ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ میں سکاٹلنڈ آئرلنڈ

وغیرہ کیطرف سے ایک مقررہ تعداد کے ممبر لئے جاتے ہیں۔ (شاید کبھی ہندوستان سے بھی لئے جا ئیں) اور یہ سب لوگ بلا تنخواہ کام کرتے ہیں۔ لیکن انکو نشست پر یا کم وبیش کچھ معاوضہ دیا جاتا ہے۔

انگلستان کے اُمرا و وزرا اور معززین کی بالعموم دو تقسیمیں کی گئی ہیں۔ ایک فرقہ کو کنسرویٹو (پابند رسوم قدیمہ) اور دوسرے کو لبرل (آزاد انصاف پسند) کہا جاتا ہے۔ اگرچہ دونوں فریق بقائے سلطنت کے معاون و حامی اور تاج کے سچے ہوا خواہ ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی فرقہ کنسرویٹو اصولی طور پر ہر معاملہ میں گورنمنٹ کی بہتری اور سلطنت کی برتری کا مُتمنی سمجھا جاتا ہے۔ اور فرقہ لبرل آزادی اور انصاف پسندی کے ساتھ ہر معاملہ میں گورنمنٹ کو رعایا کی خواہش کے مطابق انتظام کرنے پر متوجہ کرنیوالا مشہور ہے۔ باقی انکی اندرونی تفریقیں ہیں۔ جنکی تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

وزارت۔ وزیر اعظم سلطنت کا ایک جلیل القدر عہدہ ہے۔ یہی شخص سلطنت کی اندرونی و بیرونی محافظت اور انتظام کا مدار المہام ہوتا ہے۔ اور یہ انتخاب سے مقرر کیا جاتا ہے۔ اور ہر انتخاب کی میعاد پانچ سال مقرر ہے۔ بالعموم دونوں فریق میں سے ایک ایک سرگروہ اپنی درخواست مشتہر کرتا ہے۔ اور جس کیطرف زیادہ ووٹ ہوتے ہیں۔ وہی منتخب ہو جاتا ہے۔ ہر وزیر کیبینٹ (مجلس عہدہ داران وزارت) اپنی مرضی سے مقرر کرتا ہے۔ اور بڑے بڑے عہدوں پر اپنے فریق کے معتمد اور مشہور آدمیوں کو مقرر کرتا ہے۔ جس وقت اس کی میعاد ختم ہوتی ہے۔ تو پھر نیا انتخاب ہوتا ہے۔ اور نیا وزیر پرانی کیبینٹ کو تبدیل کر کے اپنے اعتبار کے موافق نئی قایم کرتا ہے۔ اس کیبنٹ میں مندرجہ ذیل عہدہ دار ہوتے ہیں۔

۱۔ فسٹ لارڈ اوف ٹریژری یعنے مختارِ خزانہ (بالعموم یہ عہدہ وزیر اعظم کے ہی

متعلق رہتا ہے)۔

۲۔ لارڈ چانسلر۔

۳۔ لارڈ پریسیڈنٹ کونسل۔

۴۔ لارڈ پریوی سیل۔

۵۔ سکریٹری اوف سٹیٹ صیغہ ہوم ڈیپارٹمنٹ۔

۶۔ سکریٹری اوف سٹیٹ صیغہ فارن اوفس۔

۷۔ سکریٹری اوف سٹیٹ صیغہ نوآبادیہائے۔

۸۔ سکریٹری اوف سٹیٹ صیغہ ہندوستان۔

۹۔ سکریٹری اوف سٹیٹ صیغہ جنگ۔

۱۰۔ چانسلر اوف ٹریژری۔

ہر ایک سکریٹری اوف سٹیٹ کے ساتھ ایک انڈر سکریٹری (چھوٹا سکریٹری) بھی ہوتا ہے انہیں لوگوں کی رائے سے اُن مختلف ممالک کے والو جو کہ آج گریٹ برٹن کے ماتحت ہیں۔ بڑے بڑے عُہدہ دار مقرر ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ گورنر جنرل وائسرائے لفٹنٹ گورنر۔ چیف کمشنر سب اسی سلسلہ کے ماتحت ہیں۔ بلکہ ہر ایک عُہدہ دار جو کونٹڈ (متعہد) ہوتا ہے۔ وزارتِ انگلستان کے اُسی سکریٹری اوف سٹیٹ کے دفتر سے متعلق سمجھا جاتا ہے۔ جس ملک کا وہ ہو۔ مثلاً ہندوستان کے تمام کونٹڈ (متعہد) عُہدہ دار سکریٹری اوف سٹیٹ صیغۂ ہند کے دفتر سے متعلق ہیں۔ اور اُنکی موقوفی بحالی۔ پنشن۔ گو قاعدہ کے موافق گورنر جنرل اور وائسرائے کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ لیکن اُس میں سکریٹری اوف سٹیٹ کے دفتر کو اطلاع دینی بلکہ باضابطہ منظوری لینی ضروری ہوتی ہے۔

تمام ملک کے داخل و خارج۔ صُلح و جنگ وغیرہ کی تجویزیں بھی کیبنٹ

کرتی ہے۔ البتہ ہوس آوف کامنز اور ہوس آوف لارڈز میں انکو پیش کرنا اور منظور کرانا ضروری ہے۔ جسکے بعد اُنکی آخری منظوری شہنشاہ وقت دیتے ہیں۔

جو وزیر اعظم اس طرح انتخاب میں کامیاب ہوتا ہے اُسکو مالک تاج پروانہ تقرری دیتا ہے۔ اور جو پارلیمنٹ اس طرح مرتّب ہوتی ہے۔ اُس کا موسمی نشستوں کے لئے افتتاح بھی بادشاہ وقت ہی کرتا ہے۔ پارلیمنٹ کی نشستیں بالعموم رات کو ہوتی ہیں۔ غرضکہ گورنمنٹ انگلشیہ جس چیز کا نام ہے۔ وہ ان چیزوں سے مرکّب ہے۔ بادشاہ۔ اُمرا۔ پادری اور عوام۔ پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانون یا کیبنٹ کی پیش کردہ تجاویز بادشاہ وقت کی منظوری کے بغیر فضول ہیں۔ مگر بادشاہ بھی ایسی منظوری دینے کے لئے مجبور ہے۔

مذہب سلطنت۔ سلطنت کو اگرچہ سب مذہب معاملاتِ مُلکداری کے اعتبار سے برابر ہیں۔ اور اس طرح گویا اُس کا کوئی ذاتی مذہب نہیں۔ مگر پھر بھی سلطنت کا مذہب عیسائی سمجھا گیا ہے۔ اور عیسائی گرجاؤں وغیرہ پر گورنمنٹ کے تنخواہ دار پادری مقرر ہیں۔

پادری۔ پہلے پہل تو نہ صرف انگلستان بلکہ تمام یورپ کی عیسائی سلطنتوں کے مجازی خُدا بنے ہوئے تھے۔ جسکو چاہتے تھے اُس کو بادشاہت کی اجازت دیتے تھے۔ اور جسکو چاہتے تھے روک دیتے تھے۔ **پوپ آوف روم** گویا سب کا شہنشاہ اعظم سمجھا جاتا تھا۔ مگر زمانہ نے اُن لوگوں کی زیادتیاں اور روحانیت میں نفسانیت کے واقعات دیکھ دیکھ کے خود بخود ایسے اختیاراتِ لاانتہا اُن سے سلب کرنے شروع کردیئے۔ اور بالآخر ملکہ ایلی زبتھ کے وقت میں صریحی طور پر پادری لوگ سلطنت کے ماتحت ہوگئے۔ لیکن پھر بھی اُنکا دینی رسوخ پہلے درجہ کا

مانا جاتا ہے۔ اور یورپ کی سلطنتیں بھی چونکہ عیسائی ہیں۔ اس لئے وہ انکی بالکلیہ بے اختیاری اور قطعاً علیحدگی کی بھی روادار نہوئیں۔ اور اب اُن کا صرف اس قدر اثر ہے۔ کہ اُنہیں میں سے سب سے بڑا پادری بادشاہوں کی تخت نشینی کی رسوم ادا کرتا۔ اور دینی طریق پر بھی اُنکے جائز بادشاہ اور حامیٔ دین ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ اور اسیطرح گورنروں اور وائسرائوں کو بھی اپنے بشپ کی بزرگداشت اور پیروی کرنی پڑتی ہے۔

سلطنتِ انگلستان چونکہ پروٹسٹنٹ فرقہ عیسائی کی پیرو ہے۔ اسلئے یہاں پوپ کے احکامات نہیں چلتے اور نہ اُنکی منظوری نامنظوری کا اثر پڑتا ہے۔ بلکہ یہاں پراٹسٹنٹ فرقہ کی پیشوائی **ارچ بشپ اوف کنٹربری** کے متعلق ہے۔ وُہی بادشاہِ وقت کو تخت نشین کراتا۔ اُس سے حلف لیتا اور اُسکی حمایتِ دین کی تصدیق کرکے اُس کے جائز بادشاہ ہونے کا اعلان کرتا ہے غرضکہ گواب اُنکے اقتدار وہ نہیں رہے۔ جو پہلے تھے۔ مگر پھر بھی وہ سلطنت کے ایک رُکن رکین تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور صرف پادریوں پر ہی کیا موقوف ہے۔ موجودہ نظام ہی کچھ ایسا واقع ہوا ہے۔ کہ اُس میں بادشاہ۔ پادری۔ اُمرا پارلیمنٹ سبھی رُکنِ سلطنت تسلیم کئے گئے ہیں۔ لیکن سب ایک دوسرے کے متفق ہونے کی حالت میں ہی کامیاب رُکن ہوسکتے ہیں۔ فرداً فرداً دیکھا جائے تو کوئی بھی ان میں ایسا نہیں جسپر علیحدہ طور پر بادشاہی یا بادشاہ گری کا اطلاق ہوسکے۔ اور یہی انتظام واقعی پرلے درجے کے حسنِ تدبر اور مفید تفکر کا نتیجہ ہے۔ اور یہی وہ گُر ہے۔ جو تمام ملک اور تمام قوم کو اپنی اپنی جگہ ملکِ فاتح یا قومِ فاتح یا ملکِ تاجدار یا قومِ تاجدار سمجھواتا ہے۔ اور ہر ایک منافع و مفادِ سلطنت کو اپنا ذاتی مفاد و منافع سمجھتا ہے۔ اور ہرچند اس اصول کے موافق بادشاہ

پاوری - عوام ہر ایک کو ہی شریکِ سلطنت سمجھنا چاہیئے - مگر پھر بھی سب سے طاقتور بادشاہ کا ہی ہاتھ ہے - کہ وُہی اِن سب کا مُقرر کنندہ اور اُنکی آرائے کے سُننے والا ہے - وہ اُنکو موقوف بھی کرسکتا ہے - اور اپنے حسب منشاء بھی کام کرا سکتا ہے -

فصل دوم

ملکہ وکٹوریہ کے مُلکی وزیر

انگلستان میں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے - ہر پانچ سال کے بعد وزارت کا انتخاب ہوتا ہے - پس ملکہ وکٹوریہ کے عہد میں اسی قاعدہ کے موافق بیس دفعہ وزارت بدلی گئی - اور مندرجۂ ذیل صاحبان کارفرما ہوتے رہے - چونکہ یہ لوگ نامزدگی سے مُقرر نہیں ہوتے - بلکہ مُلکی اعتبار اور انتخاب سے عُہدہ پاتے ہیں - اِسلئے یہ سمجھنا چاہیئے - کہ اپنے اپنے وقت میں یہ لوگ انگلستان کے ایسے مسلّمہ - فرزانہ اور یگانہ مدبّر گذرے ہیں - کہ جو اپنا عدیل و نظیر نہ رکھتے تھے - اور بایں ہمہ قابلیت سب کے سب ملکہ وکٹوریہ کی قابلیت جہانداری کے قائل و مُعترف اور مطیع و منقاد رہے ہیں - جو ایک اعلیٰ دلیل ملکہ وکٹوریہ کی لیاقت کی کہنی چاہیئے -

نمبر شمار	سن تقرر	نام	نمبر شمار	سن تقرر	نام
۱	۱۸۳۵ء	لارڈ ملبورن	۵	۱۸۵۲ء	ارل آف ابرڈین
۲	۱۸۴۱ء	سر رابرٹ پیل	۶	۱۸۵۵ء	لارڈ پالمرسٹن
۳	۱۸۴۶ء	لارڈ جان رسل	۷	۱۸۵۸ء	ارل آف ڈاربی
۴	۱۸۵۲ء	ارل اوف ڈاربی	۸	۱۸۵۹ء	لارڈ پالمرسٹن

۹	سنہ ۱۸۶۵ء	ارل رسل	۱۵	سنہ ۱۸۸۵ء	مارکوئس آف سالسبری
۱۰	سنہ ۱۸۶۶ء	ارل آف ڈاربی	۱۶	سنہ ۱۸۸۶ء	مسٹر گلیڈسٹون
۱۱	سنہ ۱۸۶۸ء	لارڈ ڈسریلی	۱۷	سنہ ۱۸۸۶ء	مارکوئس آف سالسبری
۱۲	سنہ ۱۸۶۸ء	مسٹر گلیڈسٹون	۱۸	سنہ ۱۸۹۲ء	مسٹر گلیڈسٹون
۱۳	سنہ ۱۸۷۴ء	ارل آف بیکنسفیلڈ	۱۹	سنہ ۱۸۹۵ء	ارل آف روزبری
۱۴	سنہ ۱۸۸۰ء	مسٹر گلیڈسٹون	۲۰	سنہ ۱۸۹۵ء	مارکوئس آف سالسبری

فصل سوم

ملکہ وکٹوریہ کے خصائصِ ملکداری

ملکہ وکٹوریہ جس وقت تخت نشین ہوئی تھیں وہ اپنی آنکھوں کے سامنے پہلے اپنے دو چچاؤں کا عہدِ حکومت دیکھ چکی تھیں۔ اور جو جو خیالات اُنکے طریقِ عمل اور وُزراء کے طریقِ کارروائی کی نسبت عوام میں موجود تھے اُس کا بھی وہ اچھی طرح مطالعہ کر چکی تھیں۔ اور اُنکی والدہ نے اُنکو بخوبی سمجھا بھی رکھا تھا۔ کہ رضامندیٔ عوام کیسا کچھ کامیابی کا گُر ہے۔ چنانچہ تخت نشینی سے پہلے وہ اِس بات کو بیان بھی کر چکی تھیں۔

تخت نشینی کے وقت حسبِ قاعدہ جب ملکہ معظّمہ سے اِس بات کا حلف لیا گیا کہ مذہب کی پاسداری۔ پارلیمنٹ کے مشاورکی پابندی۔ اور فرائضِ ملکداری کو بہبودیٔ عام مدِنظر رکھنے سے ادا کرینگی۔ تو اُنہوں نے معمولی طور پر حلف نہیں لیا۔ بلکہ اُس کے مضامین و مطالب کو بخوبی سمجھکر اور اُنپر کافی غور کے بعد حلف لیا تھا۔ اور چونکہ مذہبی تعلیم نے وعدہ اور بالخصوص حلفی اقرار کی عظمت

اُنکے دل میں نقش کر رکھی تھی۔ اسلئے تا لبِ مرگ وہ اپنی حلف کی سچی پابند رہیں۔
مُلکی رائے کی پیروی۔ پارلیمنٹ اور وزارت کا سلسلہ اُن سے پہلے کا انگلستان
میں رائج تھا۔ لیکن تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عموماً پارلیمنٹ اور وزارت
کو ہمیشہ وہی کچھ کرنا پڑتا تھا۔ جو بادشاہِ وقت کی مرضی کے موافق ہو۔ جسکو زیادہ
خوبصورت الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے۔ کہ عام رائے خود بخود بادشاہِ وقت کی پیروی
کرتی تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس سے وہ مقصودِ اعلیٰ حاصل نہ ہو سکتا تھا جس کا
اصول میں خیال رکھا گیا تھا۔ لھذا ملکۂ معظمہ نے اپنا طریقِ عمل بالکل ایسا رکھا
کہ وہ خود عام رائے کی پیروی کرنے لگیں۔ اور ہر معاملہ کو اُنہوں نے عوام اور وُزرا
کی رائے کے مطابق فیصلہ کرنا اپنا دستور العمل بنالیا۔ مُلکی بجٹ۔ جنگ و جدل
تقرر و تبدل سب کچھ وزارت اور پارلیمنٹ کی اپنی اندرونی خواہش پر مُنحصر
ہو گیا۔ جو ایک پہلے درجہ کی بے نفسی کی دلیل ہے۔ اور اس کے ساتھ اکثر کاروبار
سلطنت بھی ذمہ دار وُزرا کے ہی سپرد ہوتے چلے گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
ملکۂ معظمہ پر کام کا بوجھ بہت کم رہگیا۔ اور سوائے خاص الخاص اور اہم کاغذات
کے اُن کی پیشی میں کبھی طومار جمع نہوئے۔
لیکن اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیئے۔ کہ وہ خود کاروبارِ سلطنت میں دخل ہی
نہ دیتی تھیں۔ اور اُن کی بیخبری میں ہی مہماتِ سلطنت طے ہو جاتے تھے۔
یہ بات ہرگز نہ تھی۔ بلکہ وہ ذرا ذرا سے معاملہ کی واقفیت رکھتی تھیں۔ اور
سب معاملات حسب قاعدہ برابر اُن کے حضور میں پیش ہوتے تھے۔ لیکن وہ
ہر ایک معاملہ میں عوام اور وُزرا کے خیالات و آراء کے مطابق کام کیا
کرتی تھیں۔ اور اپنی رائے کو صرف ذاتی رائے کا درجہ دیکر تولا کرتی تھیں۔
یہ نہیں کہ اُس کو شہنشاہی حکم سمجھکر جبراً و قہراً تعمیل کرائی جائے۔

ابتداء میں ملکہ وکٹوریہ کو دو تین مواقعات ایسے پیش آچکے تھے۔ کہ جس پر انہوں نے اپنی ذاتی رائے کو وزارت کی رائے پر ترجیح دی تھی یعنے ایک تو وہی سر رابرٹ پیل کی وزارت کی تبدیلی اور لارڈ ملبورن کی باختیار خود بحالی اور دوسرا مسٹر گلیڈسٹون کے وقت میں ایک قانون پیش ہو کر پارلیمنٹ سے طے ہوا تھا۔ اور وہ ملکہ کی منظوری کے لئے گیا۔ تو آپ نے نامنظور کر دیا۔ اس پر مسٹر گلیڈسٹون بڑے تیز ہوئے۔ اور زور شور کی باتیں کرنے لگے۔ تو آپ نے نہایت تحمل کے ساتھ فرمایا۔ "مسٹر! تم بھول تو نہیں گئے۔ کس کے روبرو یہ باتیں کر رہے ہو۔ جانتے ہو کہ میں کون ہوں"! مسٹر گلیڈسٹون بھی پہلے درجے کے لسان اور مقرر تھے۔ انہوں نے کہا۔ بیشک میں مانتا ہوں۔ کہ آپ قوم انگریزی کی ملکہ ہیں۔ مگر میں خود قوم انگریز ہوں۔ یہ جواب اگرچہ نا ملائم تھا۔ مگر ملکہ نے نہایت استقلال سے سُنا۔ اور پھر انہیں تمام نشیب و فراز معاملہ کے سمجھا کر قائل کر دیا کہ قانون ناقابل عملدرآمد ہے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ بھی مان گئے۔

ایسا ہی ایک واقعہ ۱۸۵۳ء میں پیش آیا یعنے لارڈ پالمرسٹن جو اس وقت وزیر اعظم تھے اُن سے اور ملکہ وکٹوریہ کے شوہر نامدار پرنس البرٹ سے چشمک ہو گئی اور انہوں نے اس نیک نہاد شہزادہ پر بد خواہی انگلینڈ وغیرہ کے بہت سے الزامات ناجائز لگا دیئے۔ اور باختیارِ سلطنت اُن کی بےضابطہ کارروائی کرنیکا بیڑہ اُٹھایا۔ اس پر بھی ملکہ معظمہ نے اختلاف فرما کر ایک زبردست یادداشت کے ذریعہ وزیر اعظم کو مطلع کیا۔ کہ ملکہ معظمہ کے شوہر کے ساتھ سلطنت اور وزیر اعظم کو کس طرح پیش آنا چاہیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انکے حوصلے پست ہو گئے۔ اور نیک البرٹ ہر قسم کے اوہام باطلہ سے صاف بری الذمہ نظر آئے اِنکے علاوہ اور بھی کئی ایک معاملات میں گاہ گاہ آپنے وزارت سے اختلاف فرمایا

مثلاً اُنھیں لارڈ پالمرسٹن کے وقت میں امریکہ کے ساتھ تنازعہ بکھیڑہ کو آپنے
نامنظور کر دیا۔ مگر ایسے معاملات جن میں اختلاف رائے ہوا ہو بہت ہی کم
انگلیوں پر گننے کے لائق ہیں۔ اور ایسے معاملات جن میں اتفاق رائے
رہا ہو سینکڑوں نہیں ہزاروں۔ اور کاغذات کے اعتبار سے تو لاکھوں
ہی کہنے چاہئیں۔ پس ایک تو اُنکے خصائص ملکداری کا یہ اصول تھا۔
کہ وہ ملک کو اپنا پیرو کرنے کی بجائے خود ملکی رائے کی پیرو ہونا پسند کرتی تھیں
افتتاح پارلیمنٹ۔ کا کام ملکہ کے کرنے کا تھا۔ اور ابتدا میں ملکہ بنفسِ
نفیس اس کام کو کرتی بھی رہیں۔ جس میں قاعدہ کے موافق بادشاہِ وقت ہی
سب سے پہلے اپنی افتتاحی تقریر پڑھا کرتا ہے۔ اور اس میں مجملاً تمام معاملاتِ
لاحقہ و صورتِ موجودہ کا فوٹو کھینچ دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی سلطنت سے جنگ
مطلوب ہو تو اُس کے تعلقات کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ اور تخت کے زیرِ حکومت
ممالک کی نہایت مختصر کیفیتِ موجودہ پر بھی بطورِ رپورٹ دو دو چار چار جُملے
ہو جاتے ہیں۔ یہ تقریر دراصل پارلیمنٹ کی رہنما کہنی چاہیئے۔ جس سے ممبروں کو
شاہی خیالات کی جھلک معلوم ہو جاتی ہے۔ اور پھر اُن کی پیروی بھی ضروری
ہی ہوا کرتی ہے۔ ملکہ وکٹوریہ بھی حسبِ قاعدہ ابتدا میں یہ کام خود ہی کرتی
تھیں۔ اور آپ ہی اُن تقریروں کے مسوّدات طیار فرماتی تھیں۔ جو افتتاح
کے موقع پر پڑھی جاتی تھیں۔ مگر بعد ازاں عین مصلحت سے آپنے یہ بھی چھوڑ
دیا۔ حتیٰ کہ وزارت کے عہدہ دار خود ہی سلطنت کی رفتار کے مطابق خیالات
کا ایک خاکہ کھینچ لاتے تھے۔ اور آپ اُسی طرح اُس کو ادا فرما دیتی تھیں۔ اور
بعض مواقعات پر تو خود گئیں بھی نہیں۔ بس تقریر دیکھ لی گئی۔ اور چانسلر نے
آپکی طرف سے پڑھ دی۔ کیونکہ آپ نے بخوبی سمجھ لیا تھا۔ کہ عام رائے کی قدر

و منزلت اِسی طرح زیادہ ہو سکتی ہے۔ کہ اپنے اظہار رائے سے پہلے دوسرونکو اظہارِ خیالات کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔

اُمراء و وُزرا کی خاطر داری بھی ملکہ وکٹوریہ کا خاصۂ ملکداری تھا۔

اِس وقت تو زمانہ میں تہذیب کا زور شور ہے۔ اور سُنا جاتا ہے کہ ولائیت میں اگر معمولی نوکر کے کام کرنے پر بھی تھینکس (شکریہ) نہ کیا جائے۔ تو وہ اُس کو اپنے لئے باعث ہتک سمجھکر ناراض ہو جاتا ہے۔ مگر یہ باتیں پہلے نہ تھیں۔ کہ آقا اپنے ملازم کی یہانتک قدر کرے۔ لیکن ملکہ وکٹوریہ نے ابتداء سے ہی اُمرا و وُزرا کے ساتھ نہایت مخلصانہ اور معززانہ طریق اختیار کر رکھے تھے۔ وہ اُنکی شادیوں اور دوسری خوشی کی تقریبات میں نہایت خوشی کے ساتھ شامل ہوتی تھیں۔ اور اِسی طرح اُن کی بیماری و موت کے مواقعات پر بھی اظہارِ تاسف کو خود جایا کرتی تھیں۔ کیونکہ علاوہ اخلاقی خوبیوں کے یہ بات پولٹیکل طور پر بھی نہایت ہی موثر تھی۔ کہ اُمراء ہمیشہ احسانمندی کے پہاڑوں کے نیچے ہی دبے رہتے تھے۔ اور ملکہ وکٹوریہ کی سلطنت کو ہمیشہ اپنی سلطنت سمجھتے تھے۔ غرضکہ ملکہ وکٹوریہ سے پہلے پہلے۔ پارلیمنٹ پادری۔ اُمراء اور بادشاہ کے جو مدارج اور اختیارات ذہنی طور پر سمجھے یا سمجھائے جا چکے تھے۔ اور اُنپر کماحقہ عمل کسی نے نہ کیا تھا۔ ملکہ وکٹوریہ نے اپنے وقت میں اُنپر لفظاً لفظاً نقطہ نقطہ عمل کر کے دکھا دیا۔ اور اِنہیں باتوں کا یہ اثر تھا۔ کہ توفیقِ الٰہی بھی اُنکی رفیق رہی۔ اور وہ رفتہ رفتہ ایک ایسی سلطنت کی حکمران ہو گئیں۔ جس میں آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ اور جہاں جہاں اُنکی سلطنت پہنچی وہاں کی رعایا کو اُن سے ایک خاص محبت اور دلچسپی پیدا ہو گئی۔

بے تعصبی بھی ملکہ کا خاصہ طبعی تھا۔ اب اِس موقع پر اِس کو لکھنے کی یہ

ضرورت ہوئی۔ کہ اِس کا سلطنت پر بھی پُورا پُورا اثر پڑتا تھا۔ چنانچہ ملکہ سے پہلے پراٹسٹنٹ فرقۂ عیسوی کے گرجا گھروں کو ہی گورمنٹ سے امداد ملتی تھی۔ کیونکہ پراٹسٹنٹ کا طریق ہی مذہبِ سلطنت تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور اب بھی وُہی مذہب سلطنت کا ہے۔ پس رومن کیتھلک والے گرجا گھر اِس امداد سے بالکل محروم رہا کرتے تھے۔ بلکہ شاہانِ سابق کیوقت میں تو یہہ ایک ملکی مسئلہ بن گیا تھا۔ جس نے بڑے بڑے جلیل القدر لوگوں کی جانیں اور آبروئیں لے ڈالی تھیں۔ چنانچہ ملکہ میری بھی اُسی فہرست مظلومان تعصب مذہبی کی ہی ممبر ہوئی ہے۔ اور ایک دو نہیں صدہا واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اِس تعصب نے ہی مدتوں انگلستان میں آگ لگا رکھی تھی۔ لیکن ملکہ وکٹوریہ نے اِس تعصب سے قطعی علیٰحدگی اختیار فرمائی اور بغیر کسی جانبداری کے سب عیسائی فرقوں کو ایک ہی نظر سے دیکھنے کا اصول اختیار کیا۔ چنانچہ نہ صرف یہہ کہ رومن کیتھلک فرقہ کی تحقیر و تذلیل ہی موقوف ہو گئی بلکہ اُن کے گرجاؤں کو بھی امداد ملنے لگ گئی۔ جس سے وہ پراٹسٹنٹ فرقہ کے برابر ہو گئے۔ جو ایک پرلے درجہ کی بے تعصبی کی دلیل ہے۔ اور یہہ پولیٹیکل فائدہ بھی تھا کہ پھر کسی خاص فرقہ کا مذہبی دباؤ سلطنت پر نہ رہا۔

قدردانی بھی ملکہ وکٹوریہ کا طبعی اصول تھا۔ اُنہوں نے اپنے ہر ایک متعلق ملازم اور ملاقاتیوں کے متعلق ایک ضخیم کتاب بنا رکھی تھی۔ جس میں آپ اُن سب کی تاریخ پیدائش۔ تاریخ ملاقات اور تاریخ موت لکھتی تھیں۔ اِن میں بیشمار لوگوں کے نام درج تھے۔ اور ملکہ کی چھوٹی نواسی بھولے پن سے اِس کو ملکہ کا پرائیویٹ قبرستان کہا کرتی تھیں۔ یہہ تو اُن کی ذاتی واقفیت اور یادداشت کی دلیل تھی۔ اِس کے علاوہ وہ اپنے ملازموں اور ملنے والوں سے نہایت قدردانی سے پیش آیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ اُن کی اولاد کی ایک اُستانی اپنی بیمار والدہ کی خبرگیری کیلئے

علیحدگی کی طالب ہوئی۔ تو ملکہ نے کہا "تم بیشک اپنی والدہ کی خبرگیری کرو۔ میں تمہاری غیرحاضری کے ایام میں تمہارا کام خود کروں گی" چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب اُس کی ماں مرگئی تو ملکہ نے اُس کی برسی پر اُس کو ایک طلائی تعویذ عنایت کیا۔ جس پہ اُس کی ماں کی تاریخِ وفات وغیرہ کندہ تھی۔ ایسا ہی اُنکی حضوری میں ایک باجہ نواز حاضر ہوا۔ تو رخصت کے وقت نہایت اخلاق کے ساتھ ایک مرصع پن عطا کی گئی۔ جس سے وہ دُنیا میں ملکہ کی قدردانی کے گیت گاتا پھرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ میں اِس پن کے لئے اُن کا معترف نہیں بلکہ اُن کے اخلاق اور قدردانی کا والا وشیدا ہوں۔

اُن کی متحملانہ قدردانی کا ایک اَور واقعہ بھی قابلِ تذکرہ ہے۔ کہ ایک دفعہ اُنکی والدہ نے ڈچز آف ساکسبرگ سے عمدہ کتوں کی فرمائش کی۔ تو اُنہوں نے ایک اُجڈ شخص طامسن ایلیٹ باشندہ ہیڈ ھوپ کو اطلاع کی۔ کیونکہ وہ خوبصورت بہیٹر پیں۔ اور عمدہ کتے رکھتا تھا۔ چنانچہ اُس نے دو اعلیٰ قسم کے کتے ملکہ کے لئے بھیجدیئے۔ چنانچہ ڈچز صاحب نے اپنی اِس دو حرفہ چٹھی کے ساتھ ملکہ کے پاس بھیجدیا۔ کہ "کتے حاضر ہیں منظور فرمائے جائیں۔ اور دینے والے کا مناسب شکریہ ادا کیا جائے" ملکہ نے کتوں کو پسند فرماکر رکھ لیا۔ اور جب مسٹر طامسن ایلیٹ ملکہ کی حاضری کو آیا۔ تو شرف باریابی عطا فرمایا گیا۔ اور ہرچند کہ اُس کو پرائیوٹ سکرٹری نے مُلاقاتِ شاہی کے داب وآداب بخوبی سمجھادیئے۔ مگر اُس کے خیال میں کچھ بھی نہ آیا۔ اور جب ملکہ تشریف لائیں تو اُس نے بیساختہ گڈمارننگ یور ہرمجسٹی کہہ کے ملکہ کو مخاطب کرلیا۔ ملکہ نے اِس جسارت کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور فرمایا کہ "بذاتِ خاص تمہارا اِن دو کولی کتوں کے لئے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ جو تم نے اپنی خاص مہربانی سے میرے پاس بھیجے ہیں"۔ یہہ الفاظ سُنکر اُس نے

اپنی معمولی وحشت سے کہا۔ کہ "او عورت میرے نزدیک اِن تیرے دو کتوں کی کیا حقیقت ہے"۔ یہ فقرہ سُنکر اہلِ دربار چونک اُٹھے۔ مگر ملکہ نے بدستور عنایت اور مہربانی سے اُسے شکرگذار ہی رخصت فرمایا۔

یہ واقعات اُن کے ذاتی واقعات ہیں۔ اور بظاہر انکو سلطنت سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ مگر در اصل یہ اصول تھے جن پر عام سلطنت کے حکام سلطنتی الاہون سے سلوک کرتے تھے۔ چنانچہ فرلوا اور سپرولج لیو اور رسک لیو وغیرہ کے یہی اصول ماخذ سمجھنے چاہئیں۔ جن کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ملازم صدقِ دل اور جوشِ قلب سے کام کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

تالیفِ قلوب بھی اِن کا اصول جہانداری تھا۔ کہ وہ مثل عام اہلِ محبت اور نیک دِل انسانوں کے ہر ایک سے پیش آتی تھیں۔ جو کوئی اُنکو سلام کرتا تھا اُس کو نہایت تپاک سے جواب دیتی تھیں۔ جو کوئی عرض معروض کرتا تھا اسکو توجہ سے سُنتی اور دیکھتی تھیں حتیٰ کہ ایک کم عُمر لڑکی کی ایک گڑیا کھو گئی۔ تو اُس نے آپکو لکھ بھیجا۔ کہ میری گڑیا گر گئی ہے۔ اور چونکہ زمین گول اور متحرک ہے اسلئے اب وہ کہیں سے کہیں چلی گئی ہوگی جو میری تلاش سے باہر ہے۔ لہٰذا آپ اُس کو تلاش کراکے بھیجدیجئے۔ اِس نامعقول درخواست کو بھی آپنے ضائع جانے نہیں دیا۔ بلکہ حکم دیا۔ کہ اُس کو ایک اچھی گڑیا خرید کر بھیجدیجائے۔ اور لکھدیا جائے کہ تمہاری گڑیا کی تلاش تو امر دشوار ہے۔ البتہ اُس کے معاوضہ میں یہ گڑیا حاضر ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اِسی طرح محل بالمورل کے پاس ایک غریب لیڈی رہا کرتی تھی جس کی لڑکی بیمار تھی۔ مگر پھولوں سے اُس کو کمال محبت تھی۔ اور اُس کی والدہ بمشکل تمام اپنی کمائی میں سے کچھ پیسے بچا کر اُس کے لئے پھول بہم پہنچایا کرتی تھی۔ ایک دن اُس نے ملکہ کے باغبان سے کہا کہ تم مجھے قیمتاً

پھول دیدو۔ تو بڑی مہربانی ہو۔ کہ میری لڑکی انہیں دیکھکر محظوظ ہوگی۔ باغبان نے ترشی سے جواب دیا کہ ملکہ کے پھول بکنے کے لئے نہیں ہیں۔ جاؤ یہاں سے الگ ہو جاؤ۔ یہ جواب سُنکر وہ شکستہ دِل لیڈی جانے کو تھی کہ ملکہ نکل آئیں۔ جو ایک جھاڑی کے پیچھے یہ گفتگو سُن رہی تھیں۔ اور فرمایا کہ " لیڈی! اُتم بیشک پھول لیجایا کرو۔ ملکہ کے پھول بلاشُبہ بکتے نہیں۔ مگر رعایا کے لئے مُفت حاضر ہیں "

ایک دِن محل ونڈسر کے باہر کہیں ریچھوں کا تماشا ہو رہا تھا۔ آپ بھی گذریں تو دیکھکر ذرا ٹھہری ہوگئیں۔ اور کہا کہ کل ہمارے محل میں آنا۔ تمہاری دعوت کرینگے چنانچہ دوسرے دِن اُن کی دعوت ہوئی۔

یہ بھی ملکہ معظمہ کی تالیف قلوب ہی کی دلیل ہے۔ کہ اُنھوں نے پیرانہ سالی میں جبکہ سن شریف ستر سے بھی تجاوز کر چکا تھا صِرف ہندوستانی رعایا کی دلدہی کیواسطے زبانِ اُردو سیکھنے لکھنے اور پڑھنے کی محنت اپنے اوپر گوارا فرمائی۔ اور حافظ عبدالکریم صاحب ایک ہندوستانی شریف النسب جنٹلمین اِس کام پر مُقرر کئے گئے۔ اور نہ صِرف اُردو اُستاد ملکہ کا ہی خطاب اُنکو دیا گیا بلکہ انڈین سکریٹری کے مُعزز عُہدہ سے مشہور ہوئے۔ اور بالآخر ملکہ معظمہ نے اُردو لکھنے پڑھنے میں بھی کافی مہارت پیدا کر لی۔

بے تکلفی۔ ملکہ وکٹوریہ نے سفر و حضر میں اپنی بے تکلفانہ نشست و برخاست سے بھی ایک عجیب اثر رعایا پر ڈال رکھا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ کسی دیہاتی سڑک پر ایک دِن وہ سادہ وضع سے جا رہی تھیں تو ایک گڈریے نے جو بھیڑوں کا گلہ ہنکائے لاتا تھا۔ اُنکو ایک معمولی عورت سمجھکر آواز دی۔ کہ " او جانیوالی عورت سڑک سے پرے ہٹ جا "۔ اِس پر ایک سپاہی نے جو ملکہ کے پاس چل رہا تھا بڑھکر گڈریے کو سمجھایا کہ اُس کی مخاطب ملکہ انگلستان تھی۔ مگر بھولے بھالے گڈریے نے کہا

کہ میرا قصور نہیں۔ اگر وہ اپنا تاج اسی طرح چھپائے رکھیں گی۔ اور اس سادہ وضع سے چلا کریں گی۔ تو کوئی انکو پہچان نہ سکے گا۔ ایسا ہی ایک اور واقعہ ہے کہ آپ ایک بوڑھی عورت کے مکان پر گئیں۔ اور دیر تک باتیں کرتی رہیں تو چلتی دفعہ فرمایا۔ کہ "لیڈی! اب تو تم مجھ سے نہ ڈرو گی۔ اور میرے ہاں آیا جایا کرو گی"۔ تو بوڑھی عورت نے جواب دیا۔ کہ ملکہ میں تم سے تو اب نہ ڈروں گی مگر تمہارے بڑے نوکروں سے ضرور ڈر لگتا ہے۔

رفاہ عام معاملات میں سبقت۔ یہ بھی ملکہ وکٹوریہ کا ہمیشہ خاصہ رہا کہ جب کبھی کوئی ملکی یا قومی مفید کام شروع ہوتا۔ تو نہایت سرگرمی سے اُس میں انٹرسٹ لیتیں۔ اور اگر کہیں تقریر و تحریر کی ضرورت پڑتی تو اس سے دریغ نہ فرماتیں۔ اور اگر چندہ ہوتا۔ تو سب سے پہلے خود چندہ لکھتیں۔ تا کہ دوسروں کو بھی اشتعال ہو۔ اور واقعی اس طرح چندے بہت ہی بڑھ جایا کرتے تھے۔

فصل چہارم

ملکہ وکٹوریہ کا ملکی سیر و سفر

ملکہ وکٹوریہ نے تخت نشینی کے بعد جس قدر سیر و سفر کیا ہے۔ غالباً بہت کم بادشاہوں نے کیا ہو گا۔ اور بالخصوص جس زمانہ میں ملکہ نے یہ نقل و حرکت شروع کی تھی اُس زمانہ میں تو کسی نے اتنا دُور دراز سفر نہ کیا ہو گا۔ اگرچہ مہمات سلطنت اور مصالح ملک کیلئے بادشاہ کا دارالسلطنت میں موجود رہنا نہایت ہی ضروری ہوا کرتا ہے مگر پھر بھی دورۂ ملکی اور سیاحت دولِ غیر سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ

بڑے ہی قیمتی اور قابلِ قدر ہوتے ہیں۔ پہلے بادشاہوں نے سوائے مہماتِ ملکی کے علاقہ غیر کی سیریں بہت شاذونادر کی ہیں۔ لیکن موجودہ زمانہ میں اب یہ امر بھی حکمرانوں کے ضروریہ میں داخل ہو گیا ہے۔ کہ وہ دُنیا میں پھر چلکر تجربہ حاصل کریں۔ چنانچہ اب تو موجودہ سلاطین میں سے بہت کم ایسے باقی رہ گئے ہیں۔ جنہوں نے سفر نہ کیا ہو۔ روس اور جرمن کے شہنشاہ تک خوب دَورے لگا گئے ہیں۔ اور لگا رہے ہیں۔ اسلامی سلاطین میں سے شاہ کجکلاہ ایران۔ اور خدیو مصر۔ یورپ کی بہت اچھی طرح گشت کر چکے ہیں۔ حتیٰ کہ امیر صاحب کابل خود نہیں جا سکے۔ تو اُنہوں نے اپنے فرزندِ دلبند شہزادہ نصر اللہ خان صاحب کو ہی ولایت بھیجدیا۔ اور اُن سے اُتر کر اب ہندوستان کے دیسی والیانِ ریاست بھی خوب دَورے لگاتے ہیں۔ نواب صاحب رام پور دُنیا کا دَورہ لگا آئے۔ مہاراجہ صاحب بڑودہ تو عموماً ولایت ہی میں رہتے ہیں مہاراجہ صاحب کپورتھلہ دو تین پھیرے کر چکے ہیں۔ غرضکہ اب یہ بھی ایک لازمۂ امارت اور خاصۂ حکومت ٹہر گیا ہے۔ لیکن اس میں اولیت کا تاج اِسی ملکہ کو دینا چاہئیے۔ اور فی الواقعہ اگر کبھی حدِ اعتدال تک ہو۔ تو یہ امر موزون و مناسب بھی بہت ہے۔ لیکن افراط و تفریط سے سب چیزیں خراب ہو جاتی ہیں۔

ملکہ معظمہ نے ایک وعدہ تو انگلستان کا اپنے تخت نشین ہونے سے بھی پہلے کیا تھا۔ اور پھر شادی کے بعد ۱۸۴۲ء میں پہلا سفر سکاٹلینڈ کیطرف اختیار کیا گیا جس میں پرنس کنسرٹ البرٹ بھی اُنکے ہمردیف تھے۔ وہاں کے باشندوں نے اِس عزیز ترین ملکہ کے استقبال کے لئے بڑی بھاری طیاریاں کر رکھی تھیں مگر ملکہ کے مزاج میں چونکہ پرلے درجہ کی سادگی اور بے تکلفی تھی۔ اِسلئے یوم مقررہ سے ایک دن پہلے پہنچ گئیں۔ اور نہایت ہی عمومیت سے رسیو کی گئیں لیکن

جب وہاں کی طیاریوں کی کیفیت سُنی اور وہاں کے باشندوں کا اشتیاق سموع فرمایا۔ تو حکم دیا۔ کہ مشایعت کے وقت کے لئے اُنکے حسب خواہش اجازت ہے۔ چنانچہ آپ کی واپسی کیوقت بھاری اہتمام کے ساتھ مختلف دروازوں وغیرہ میں سے آپکو گذرانا گیا۔ اور نہایت تپاک وعقیدت ظاہر کی گئی۔ فرودگاہ سے سٹیشن تک برابر دورویہ قطاریں نائرین اور مبارکباد گویوں کی موجود تھیں۔

۱۸۴۳ء میں آپنے انگلستان کے جنوبی حصّہ کا سفر فرمایا۔ تو رعایا نے پہلے درجہ کی عقیدت وارادت سے ہر جگہ آپکو رسیو کیا۔ چنانچہ ذکر ہے کہ جب آپ مقام پورٹسمتھ میں رونق افروز ہوئیں۔ تو اتفاقاً اُس دن پانی برس چکا تھا۔ اور راستہ کیچڑ سے لت پت ہو رہا تھا۔ وہاں کے روسا و اُمرا نے جو آپکے اِستقبال کو موجود تھے یہ صورت دیکھکے اپنے اپنے اوورکوٹ تمام راستہ میں بچھادیئے۔ کہ آپ اِس پر سوار ہو کر چلیں۔ اور آپنے بھی اُنکی خوشی خاطر کے لئے اُن کپڑوں کو اپنے خرامِ ناز سے مشرف فرما دیا۔

۱۸۴۳ء میں ہی آپنے فرانس کا سفر فرمایا۔ جس کا ایک مدّت سے سلطنتِ انگریزی کے ساتھ تخالف چلا آتا تھا۔ اُس وقت شہنشاہ لوئی فلپ فرانس کا فرمانروا تھا جو ملکہ کی سادگی۔ جرأت۔ فہم وفراست پر عش عش کر اُٹھا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں سلطنتوں کے تعلقات دوستانہ قایم ہو گئے۔ مگر قُدرت نے بہت جلد اپنا انقلابی سین دکھلایا۔ اور نپولین بونا پارٹ دعویدار تخت ہو کر بادشاہ بھی بن گیا۔ لیکن صرف دس ہی برس تک بادشاہت کر چکا تھا۔ کہ جنگ واٹر لو میں گرفتار ہو کر لندن آیا۔ اور یہاں انگلستان کی قید بے زنجیر میں ہی مر گیا۔

ملکہ وکٹوریہ فرانس سے ہو کر اپنے ماموں شہزادہ ڈلیوپولڈ کے پاس بیلجیم تشریف لے گئیں۔ جو اُس وقت وہاں بادشاہ تھے۔ اور ملکہ پر اُنکے بہت سے حقوقِ محبت

موجود تھے۔ ماموں کو اقبالمند بھتیجی کے دیکھنے سے بے حد مسرت ہوئی۔ اور تمام شاہانہ جاہ وتجمل اِن کی تشریف آوری پر کیا گیا۔ اور بڑے بڑے اعزازی جلسے دیئے گئے۔

۱۸۴۳ء میں آپ نے انگلستان کے جاگیرداروں کا ایک لمبا دورہ فرمایا۔ یعنے خود بنفس نفیس ہر ایک جاگیردار کے ہاں رونق افروز ہوئیں۔ جس سے انگلستان کے امیروں۔ رئیسوں کو والیہ تاج وتخت کے ساتھ ایک خاص اُلفت قایم ہوگئی۔ اور آپ نے بھی سب کے من دھن حالات معلوم فرما لئے۔

۱۸۴۵ء میں ہی ملکہ نے جرمنی کا سفر اختیار فرمایا۔ جس میں نہ صرف اُن کے شوہر نامدار بلکہ تمام چھوٹے بڑے ممبرانِ خاندان شاہی موجود تھے۔ اِس سفر سے بالخصوص اپنے ننھیال اور سسرال کے وطن اور رشتہ داران کے دیکھنے کی غرض تھی۔ جو عمدگی سے پوری ہوئی۔ جس حُسنِ اخلاق سے آپ نے تمام لوگوں کو اپنا گرویدۂ احسان کر لیا تھا۔ اُس کے بیان کی کچھ ضرورت نہیں۔ کیونکہ قدرتی طور پر وہاں والوں کو آپ کا ارادتمند ہونا چاہئیے تھا۔ الغرض آپ نے نہایت اطمینان اور پوری دلچسپی کے ساتھ اپنے ننھیال اور سسرال کے عالیشان محلات دیکھے اور وہاں کے لوگوں سے بدستور تعلق اخوت قایم کرنے کے بعد واپس تشریف لائیں۔

۱۸۴۹ء میں آپ نے آئرلینڈ کا سفر اختیار فرمایا۔ جہاں کی رعایا پرلے درجہ کی شورہ پشت تھی۔ اور قحط زدگی کے باعث قابل رحم بھی تھی۔ پس ملکہ وکٹوریہ نے نہایت مہربانی سے وہاں تشریف لے جا کر اپنی زبان سے اُن کی تسلی وتشفی فرمائی۔ اور ارکانِ دربار کے مشورے سے رعایات خاص عطا فرمائیں۔

پھر اسی طرح سکاٹلنڈ کا بھی سفر فرمایا۔ جہاں نہایت اعزاز واحترام سے استقبال

و مشایعت عمل میں آئی۔

۱۸۴۸ء میں جبکہ یوروپ میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اُٹھی تھی اور فرانس کا تاجدار شہنشاہ **لوئی فلپ** مع اپنی ملکہ کے نہائیت بے سروسامانی کے ساتھ روپوش ہو کر انگلینڈ میں آ گیا تھا۔ اور اپنے آپ کو **مسٹر ولیم سمتھ** اور اپنی ملکہ کو **مسز ولیم سمتھ** کے نام سے مشہور کر کے عامیانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس حالت میں بھی ملکہ وکٹوریہ نے سفرِ آئرلنڈ سے پہلوتہی نہ کی۔ اور مردانہ وار آئرلنڈ رونق افروز ہوئیں۔ چونکہ ایک ہنگامۂ عالم بپا تھا۔ اسلئے آئرلنڈ والوں کو بھی خرمستی سوجھی مگر وہاں کے مشہور اور فہمیدہ اشخاص نے فی الفور اپنے آپکو تاجِ برطانیہ پر قربان کرنے کو رکھدیا۔ یعنے ملکۂ معظمہ کی خاطر ایک لاکھ ستر ہزار آدمیوں نے اپنا نام بطور والنیٹر درج فہرست کرایا جس سے باغیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور ملکہ معظمہ بخیر و عافیت قلعۂ آسبورن میں تشریف لے آئیں۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً ہائے لنڈ کے متعدد سفر فرمائے۔ اور فرانس۔ ڈنمارک جرمنی بیلجیم میں بھی تشریف لے گئیں۔ گریٹ برٹن۔ آئرلنڈ اور سکاٹلنڈ تو گویا اُن کے معمولی جولانگاہ تھے۔

حالاتِ سفر کو اگر مفصل لکھا جائے۔ تو اُسی کے واسطے ایک مستقل ضخیم کتاب بن جائے۔ مختصر یہ کہ ہر جگہ جہاں جہاں آپ گئیں۔ لوگوں نے سر آنکھوں پر اُٹھایا۔ اور کمال ادب و تہذیب سے پیش آئے۔ اور آپ نے بھی پرلے درجہ کی حمدلی سادگی۔ اور مروت کا اظہار فرمایا۔

کولانگ کے شہر کا واقعہ خاص تذکرہ کے لائق ہے۔ جہاں کا ایک خاص چشمہ نہائیت معطر اور خوشبودار پانی دیتا ہے۔ اور لوگ وہ بقیمت خرید کر خوشبویات کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ آپ جب وہاں تشریف لے گئیں۔ تو لوگوں نے اُسی

خوشبودار پانی سے سڑک کو معطر کیا تھا۔ جس پر سے آپ کی سواری گذرنے والی تھی۔

اَب ایک دو واقعات ملکہ وکٹوریہ کے اُس سلوک کے لکھے جاتے ہیں جو وہ سفر میں کرتی تھیں۔ اور جو اُن کی ہر دلعزیزی بڑھائے جاتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ملکہ وکٹوریہ مع اپنے شوہر نامدار کے ارل اوف ابرڈین کی ملاقات کو ایک گاڑی پر سوار جاتے تھے۔ جس پر تشریف آوری سُنکر ایک متموّل زمیندار نے جس کا مکان برلب سڑک تھا۔ ایک مصنوعی دروازہ ویلکم اور خوش آمدید وغیرہ لکھواکر آپ کے لئے طیار کیا۔ مگر ملکہ معظمہ کی سواری اس سادگی سے گذری کہ کسی کو خبر تک نہوئی۔ ملکہ اور پرنس دونوں نے خود ہی دروازہ کو دیکھا اور حسب معمول اُس میں سے گذرنے لگے۔ تو محافظین نے روکا۔ کہ آپ لوگ دوسری طرف سے جائیں۔ یہ ملکہ معظمہ اور اُنکے شوہر کی آمد پر بنایا گیا ہے۔ چنانچہ آپ بھی بغیر کچھ کہنے کے اِدہر اُدہر سے گاڑی لے گئے۔ بعد میں جب اُنہیں معلوم ہوا۔ کہ یہی تو ملکہ اور شہزادے کی سواری تھی۔ تو اپنی حرکت پر سخت جھلائے۔ اور آگے جاکر عذر خواہ ہوئے۔ مگر آپ نے کچھ بھی ملال نہ فرمایا۔ بلکہ اُن کی عزت افزائی کے لئے آتے ہوئے اُسی دروازہ میں سے ہوکر گاڑی لے گئے۔ اور اُنہیں خوش کر دیا۔

سکاٹلنڈ میں حضور ممدوحہ ایک دِن گاڑی میں سوار جا رہی تھیں۔ کہ ایک گڈریا نظر پڑا جو ایک کتے کی زخمی ٹانگ کو باندہ رہا تھا۔ اور کتا چلا چلا کر آسمان سر پر اُٹھا جاتا تھا۔ آپ نے گاڑی رکواکر گڈریا کو طلب فرمایا۔ اور حال پوچھا۔ تو اُس نے عرض کیا۔ کہ یہ کتا میرا ہے۔ ابھی ابھی ایک مُعزز شخص گاڑی میں اندھا دُھند جا رہا تھا۔ اُسی کی گاڑی کے نیچے کتے کا پاؤں آکر زخمی ہوگیا ہے۔ جسے میں باندہ رہا ہوں۔ اور وہ چلا جا رہا ہے۔ مالکِ گاڑی ایسا مغرور ہے کہ اُس نے بجائے

معذرت کے گالیوں کا انعام دیا ہے۔ ملکہ معظمہ نے یہ سنکر کتے کو گاڑی میں بٹھلا لیا۔ اور گڈریے کو دس شلنگ دیکر رخصت فرما دیا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ "تمہارا کتا زیر علاج رہیگا۔ اور اچھا ہو جانے پر واپس دیدیا جائے گا۔ اگر اس سے پہلے تمہیں اس کے دیکھنے کا خیال ہو۔ تو بیشک شاہی محل میں آجایا کرو۔" چنانچہ کتا شاہی ڈاکٹروں کے علاج سے بہت جلد اچھا ہو کر مالک کے حوالہ کیا گیا۔ اور اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ جس معزز شخص کی گاڑی کے نیچے آنے سے وہ زخمی ہوا تھا۔ ملکہ معظمہ نے اسکو خود ایک چٹھی کے ذریعہ اس کی غفلت اور بے پرواہی سے مطلع کر کے تجویز کی۔ کہ وہ ایک معقول رقم کتے کے مالک کو دیکر معافی چاہے۔ چنانچہ اسی طرح ہو گیا۔ اور وہ گڈریا تو مدت العمر ملکہ کا ثنا خوان بن ہی گیا تھا۔ لیکن اس کی اس کہانی نے ہزاروں اور لاکھوں ثنا خوان ملکہ کے اور بھی پیدا کر دیئے۔

یہ واقعہ بھی قابل اندراج ہے۔ کہ ایک دفعہ دوران قیام ہائی لنڈ میں آپ علی الصباح تن تنہا پھرتی پھراتیں ایک گڈریے کے جھونپڑے میں تشریف لے گئیں۔ جنہوں نے نہایت تپاک سے انکا استقبال کیا۔ اور ادہر ادہر کی باتوں کے بعد جب صبح کا ناشتہ طیار ہوا۔ تو ایک بڑے برتن میں رکھ کے زمین پر رکھدیا گیا۔ اور ہر ایک چھوٹا بڑا ایک ایک دودھ کا پیالہ اور ایک ایک سینگ کا چمچ لیکر اس برتن کے گرد بیٹھ گیا۔ چنانچہ ایک پیالہ شیر اور ایک چمچ ملکہ کو بھی دیا گیا۔ اور یہ بھی بدستور انکے ساتھ کھانے میں شریک ہوگئیں۔ فراغت کے بعد ملکہ نے پوچھا کہ کیا تم لوگ ہر روز اسی قدر سویرے ناشتہ کر لیتے ہو؟ گڈریے کی جورو نے کہا۔ ہر روز تو نہیں۔ آج چونکہ ملکہ وکٹوریہ کی سواری گذرنیوالی ہے۔ اسلئے سب نے سویرے سے کھا پی کر فراغت حاصل کر لی ہے۔ کہ بے تردد

جا کے دیدار کر آئیں - یہ سُنکر ملکہ وکٹوریہ نے بتایا - کہ جس ملکہ کو وہ دیکھنا چاہتے تھے - وہ مَیں ہی ہوں - جسے نہ صرف اُنہوں نے دیکھا ہے - بلکہ جس کے ساتھ کھانا بھی کھایا ہے - اَب ناظرین خود ہی قیاس کر سکتے ہیں کہ اُس خاندان کا مارے خوشی کے اُس وقت کیا حال ہوگا - بہرحال وہ چمچ اور پیالہ اُس خاندان میں بطور یادگار چلا آتا ہے - بلکہ وہ چوکی جس پر ملکہ بیٹھی تھیں وہ بھی اُنہوں نے حفاظت سے رکھ چھوڑی ہے -

اِسی طرح سفر میں ایک دفعہ آپ نے ایک عورت کو سردی سے ٹھٹھرتا دیکھا - تو فی الفور گاڑی کھڑی کر لی - اور اُس کو بلا کر ایک گرم پوشاک عطا فرمائی غرضکہ ایسی صدہا مثالیں ہیں جو سیر و سفر میں بھی اُن کی ہر دلعزیزی کو مشک و عنبر کی طرح پھیلا رہی تھیں - اور جس کے اثر سے رعایا کے قلوب خود بخود اُن کیطرف کھنچے چلے آتے تھے -

فصل پنجم

دولِ غیر سے تعلّقات

دوستانہ تعلّقات بالعموم ملکہ معظمہ کا اصل اصول رہا ہے - اور گو فی زمانہ جو خود غرضانہ محاسدہ اور معاندانہ ترقیات کا مناقشہ تمام سلطنتوں کا اصل اصول ہے - وہ اِس شریفانہ برتاؤ کا بہت کم روادار ہو سکتا تھا - مگر پھر بھی ملکہ کو اِس میں بخوبی کامیابی ہوئی - اُنہوں نے فرانس کے مناقشہ دیرینہ کو مٹا دیا - ٹرکی سے دوستانہ تعلقات کی بُنیاد قایم کی - اور اِسی طرح یوروپ کے علاوہ ایشیا میں بھی دوستانہ اتحاد کو ہی ہمیشہ ترجیح دی - عام طور پر ہر ایک سلطنت جو انگلستان

کی تجارت کی موافقت کر لیتی تھی۔ اور جہاں انگلستان کا کانسل جنرل بیٹھ جاتا تھا۔ دوستانہ اتحاد کا ایک بدیہی ثبوت ہو جاتا تھا۔ اور پھر سوائے خاص حادثات یا شاذ واقعات کے بگاڑ نہ ہوتا تھا۔ اور یہ ایسا اصول ہے۔ کہ اس کو عالمگیر ترقی ہوئی چنانچہ اس وقت غالباً دنیا کا کوئی مشہور قصبہ ایسا نہیں ہے۔ جہاں انگریزی تجارت نہ کھلی ہو۔ اور اسی طرح دوستانہ تعلقات قایم نہ ہوا ہو باقی رہی سلطنتی پولیسی۔ وہ حکامِ عامل کے متعلق ہوتی ہے۔ اور وہ مصلحتِ وقت کے لحاظ سے اس پر عمل پیرا ہوتے رہتے ہیں۔ ملکۂ معظمہ کی نیت بہرحال ہمیشہ اس معاملہ میں صلح پسند اور نیک ہی رہی ہے۔ اور اسی کا باعث ہے کہ ہر پہلو سے اُنہوں نے اس کام میں خاطر خواہ ترقی پائی۔

انگلستان کی سفارتیں۔ یوں تو جن سلطنتوں کے ساتھ انگلستان کے دوستانہ تعلقات قایم ہو چکے ہیں اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مگر وہ بڑی بڑی خود مختار سلطنتیں جنکے درباروں میں خاص دربارِ انگلستان کیطرف سے سفیر مقرر ہیں۔ تعداد میں چوالیس ہیں۔ چنانچہ اُنکے سفیر بھی دربارِ انگلستان میں حاضر رہتے ہیں اور انکا تعلق براہِ راست وزیرِ اعظم انگلستان سے سمجھنا چاہیئے۔ باقی بیشمار بڑی بڑی ریاستیں اور چھوٹی چھوٹی سلطنتیں ایسی ہیں۔ کہ اُنکے درباروں میں اُس گورنر جنرل یا گورنر کیطرف سے سفیر یا ریزیڈنٹ مقرر ہیں جو اُس کے مُلک ملحقہ پر انگلستان کیطرف سے کام کرتا ہو۔ جیسے ہندوستان میں افغانستان ایک بڑی سلطنت ہے۔ لیکن اس کا سفیر انگلستان میں موجود نہیں بلکہ انگلستان کے مقرر کردہ گورنر جنرل و وایسرائے ہندوستان کیجانب سے افغانستان میں سفیر مقرر ہے۔ اور افغانستان کا سفیر وایسرائے ہند کے دربار میں حاضر رہتا ہے۔ اور انکے علاوہ سینکڑوں ریاستیں ہیں۔ جنکے وکلا اپنے اپنے

احاطہ کے گورنر کے پاس حاضر رہتے ہیں۔ اور گورنمنٹ کے نائب اُن کی پاسٹوں میں متعین ہیں۔ اور اُن کی فہرست بھی بڑی طول طویل ہے جسکی یہاں ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے۔ یہاں صرف اُن سلطنتوں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ جن کے سفرا براہِ راست دربارِ انگلستان میں موجود ہیں۔ اور انگلستان کے سفیر اُن کے ہاں متعین ہیں۔ اور اُنکے نام یہ ہیں۔

۱۔ ارجنٹائین ری پبلک۔ ۲۔ آسٹریا وہنگری۔ ۳۔ بیلجیم۔ ۴۔ بولیویا۔ ۵۔ برازیل (امریکا)۔ ۶۔ بلگیریا۔ ۷۔ سنٹرل امریکا۔ ۸۔ چلی۔ ۹۔ چین۔ ۱۰۔ کلمبیا۔ ۱۱۔ کانگو فری سٹیٹ۔ ۱۲۔ ڈنمارک۔ ۱۳۔ ڈومینیکن ری پبلک۔ ۱۴۔ ایکویڈر۔ ۱۵۔ مصر۔ ۱۶۔ فرانس۔ ۱۷۔ سلطنت جرمن۔ ۱۸۔ یونان۔ ۱۹۔ ہٹی۔ ۲۰۔ اٹلی۔ ۲۱۔ جاپان۔ ۲۲۔ لیبریا۔ ۲۳۔ لگزمبرگ۔ ۲۴۔ میکسیکو۔ ۲۵۔ مانٹی نگرو۔ ۲۶۔ مراکو۔ ۲۷۔ نیوزیلینڈ۔ ۲۸۔ پیراگوے۔ ۲۹۔ ایران۔ ۳۰۔ پیرو۔ ۳۱۔ پرتگال۔ ۳۲۔ رومینیا۔ ۳۳۔ سلطنتِ روس۔ ۳۴۔ سرویہ۔ ۳۵۔ سیام۔ ۳۶۔ اسپین۔ ۳۷۔ سویڈن ناروے۔ ۳۸۔ سوئٹزرلینڈ۔ ۳۹۔ ٹریپولی (طرابلس)۔ ۴۰۔ ٹیونس۔ ۴۱۔ ٹرکی۔ ۴۲۔ یونائیٹڈ سٹیٹ (امریکا)۔ ۴۳۔ آرگوے۔ ۴۴۔ وینزولا۔

اِن سب کے درباروں میں انگلستان کا بھی ایک ایک سفیر رہا کرتا ہے۔ اور بعض مقامات پر بلحاظِ وسعت علاقہ وکثرتِ کاروبھی ہوتے ہیں۔ اِن سب سفرا کے اپنے دفتر ہیں اور اُنکے ساتھ حسب قرارداد فوجی پہرہ بھی رہتا ہے۔ اور یہ سب سفارتیں اُن ممالک میں انگلستان کے فوائدِ سلطنتی اور تعلقاتِ تجارتی اور اتحادِ باہمی کی محافظت کا کام کرتی ہیں۔ اِن سب سلطنتوں میں انگریزی سکّہ قبول کیا جاتا ہے۔ منی آرڈر اور پارسلیں وغیرہ آجاسکتی ہیں۔ شاہی سلطنتِ جرمن کے ساتھ چونکہ انگلستان کے تعلقاتِ رشتہ داری قدیم الایام سے چلے آتے ہیں۔ اور خود خاندانِ انگلستان

کے بھی اُس کے علاقہ میں تاہنوز بہت سے تعلقات اور املاک ہیں۔ اِس لئے
اُس کے دربارِ خاص کے علاوہ اُس کے ماتحتی ممالک اور بعض ریاستوں میں بھی براہِ راست
انگلستان کے سفیر رہتے ہیں۔ اور اُنکی تعداد آٹھ ہے۔ یعنے ۱۔ پرشیا۔ ۲۔ بوٹریا
۳۔ واٹمبرگ۔ ۴۔ سکسنی۔ ۵۔ بیڈن۔ ۶۔ ہسی۔ ۷ سکسی کوبرگ۔ ۸۔ ولڈک پرمنٹ

شاہی رشتہ داری۔ ملکۂ وکٹوریہ کی نیک صفات اور ہردلعزیز پولیسی نے
جس طرح رعایا کے دلوں کو مسخر کر رکھا تھا۔ اُسی طرح دوَلِ عظام میں بھی اُن کی
عزت و توقیر ہوتی تھی۔ پھر بھی ملکہ وکٹوریہ اور اُنکے ارکانِ اعلےٰ کی خاص الخاص
دانشمندی کہنی چاہیئے۔ کہ اُنہوں نے اکثر معزز بادشاہتوں سے سلسلۂ رشتہ داری
قائم کیا۔ جس کا گو بظاہر سلطنتی معاملات پر کوئی اثر ہوا ہو۔ مگر دراصل ایک عمدہ اثر
اتحاد و یگانگت کے معاملات پر پڑا کرتا ہے۔ بیلجیم۔ ڈنمارک تو خیر معمولی ہی مگر روس
اور جرمن کے شہنشاہ بھی اُنکے سلسلۂ رشتہ داری سے پیوستہ ہو گئے۔ اور ایسے
پیوستہ ہوئے۔ کہ اب گویا یہ سلسلہ برابر قائم ہو گیا۔ اور اِس وقت اگر غور سے
دیکھا جاوے۔ تو انگلستان کے تعلقاتِ رشتہ داری یورپ بھر میں اپنا جلوہ
اِس خوبصورتی سے دکھا رہے ہیں۔ کہ کسی دوسری سلطنت کے اِس قدر تعلقات
نظر نہیں آتے۔ اور جب یہ دیکھا جائے۔ کہ ملکہ کی اولاد میں سے اِس وقت
اکتیس ۳۱ پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں زندہ و سلامت موجود ہیں۔ تو اور
بھی اطمینان و مسرت حاصل ہوتی ہے۔ کہ عنقریب یورپ کی تمام سلطنتوں کے
(باستثناء ٹرکی) حکمراں ملکہ معظمہ کے خاندان کے ممبر ہی نظر آئیں گے۔ جو ایک
ایسی بڑی کامیابی ہے۔ کہ غالباً کسی دوسری سلطنت کو نصیب نہوئی ہوگی
اور یہ قدرت کا خاص فیضان ہے۔ جو اُس نے ملکہ وکٹوریہ کو عطا فرمایا ہے

این سعادت بزورِ بازو نیست ۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اِس کے علاوہ ملکہ کی ہر دلعزیزی نے اور اُنکے وقت میں انگلستان کو جسقدر اعزاز و فتوحات اور ترقیات مالی و ملکی ہوئیں۔ اُنہوں نے یورپ کیا۔ ایشیا تک کے حکمرانوں کو اُنکی ملاقات اور دار السلطنت لنڈن کے دیکھنے کی آرزو پیدا کر دی اور غالباً بہت کم بادشاہ ایسے ہوں گے۔ جو ملکہ سے ملاقات نہ کر آئے ہوں اور کوئی شک نہیں کہ یہ سلسلہ بھی اسی ملکہ کے عہدِ حکومت میں قائم ہوا اور اِس سلسلہ کا محرک بھی ملکۂ وکٹوریہ کا اتحاد و ارتباط ہی تھا۔

ملکہ کے شاہی مہمان۔ ملکہ معظمہ کے سب سے پہلے شاہی مہمان ۱۸۴۱ء میں پرنس لیوپولڈ بادشاہ بیلجیم ہوئے تھے۔ جو انکی پہلی لڑکی پرنسس رائل کے دینی باپ بنائے گئے تھے۔ اور اُنکے بعد سر فریڈرک ولیم شہنشاہ جرمنی ۱۸۴۲ء میں انگلستان تشریف لا کر ملکہ کے مہمان ہوئے۔ کیونکہ وہی موجودہ شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم (جن کا پہلا نام البرٹ ایڈورڈ پرنس اوف ویلز تھا) کے دینی باپ مقرر ہوئے تھے۔ اُنکے بعد ہنوور کا بادشاہ ڈیوک اوف کیمبرلنڈ جو ملکہ کا چچا تھا شہزادی ایلیس کے اصطباغ دینے کی رسم میں شریک ہونے کو آیا۔ کیونکہ یہ اُنکا دینی باپ بنایا گیا تھا۔ مگر یہ صاحب اتنی دیر سے پہنچے۔ کہ کل رسومات ادا ہو چکی تھیں۔

۱۸۴۴ء میں نکولس زار روس موجودہ شہنشاہ روس کے باپ لنڈن میں ملکہ کے شاہی مہمان ہوئے۔ اور ملکۂ وکٹوریہ کی مدارات اور خاطر تواضع سے از حد خوش ہو کر گئے۔ کیونکہ ملکہ کیطرف سے انکا استقبال وغیرہ اِس خوبی کے ساتھ ہوا تھا کہ اُسنے زارِ روس کے دِل میں جگہ کر لی۔ حالانکہ وہ تند مزاج اور درشت خوئی کے لئے خاص مشہوری رکھتے تھے۔ زارِ روس کے بعد لوئی فلپ شہنشاہ فرانس مع ملکہ امیلی اپنی شاہ بیگم کے انگلستان آ کر ملکہ کا مہمان ہوا۔

جسکی خاطر مدارات میں ملکہ نے خاص حصّہ لیا۔ کیونکہ اِس سے سابقہ تعلقات
اتحاد ابھی ابھی قایم ہوئے تھے۔ اتفاقِ زمانہ سے ۱۸۴۸ء میں جب یورپ
میں ایک دریائے انقلاب بہنے لگا۔ اور اُس نے اپنی پُر زور موجوں سے
پہلے پہل فرانس کے شاہی خاندان کی دیوار گرادی۔ یعنے فرانس میں نپولین
کا ظہور ہوا۔ تو شاہ لوئیس فلپ لنڈن میں آکر پناہ گزین ہوا۔ اور ایک عامیانہ
حالت سے اپنا نام مسٹر ولیم سمتھ اور اپنی بیگم کا نام مسس ولیم سمتھ
رکھ کے زندگی بسر کرنے لگا۔ مگر ملکہ کو خبر ہوئی۔ تو اُس کے موافق ایک عالیشان
مکان وغیرہ اُس کے لئے مہیا کیا گیا۔ اور علاوہ ازیں بھی جو کچھ ضروریات
ہوئیں ملکہ معظمہ ہی اُن کی ادائیگی کی کفیل ہوئیں۔ اور مختلف سیر و تفریح گھوڑدوڑ
وغیرہ کے جلسوں کی شرکت سے اُس کو یہی سبق دیتی رہیں۔ کہ ؎

زریج وراحتِ گیتی مشو خنداں مرنجاں دل   کہ بنیادِ جہاں گاہے چنیں گاہے چناں گردد

اِس کے بعد ۱۸۵۵ء میں دُنیا کا مشہور فتحمند نپولین شہنشاہِ فرانس کا
تاج سر پر رکھ کے مراسمِ اتحاد کے ازدیاد کے لئے لنڈن آکر ملکہ کا مہمان ہوا۔
اور ملکہ نے بھی اُس کی مہمانداری اُس کے ایسے شایانِ شان کی۔ کہ جو ہرگز قابلِ
فراموشی نہیں ہو سکتی۔ رعایا برایا کو بھی اُس کی آمد پر اظہارِ خوشنودی کی
اجازت دیگئی۔ چنانچہ لنڈن کارپوریشن نے دعوت اور ایڈریس دیئے۔ اور
اِس پر مزید یہ کہ ملکہ معظمہ نے اپنے ہاتھ سے اُس کو گارٹر کا معزز ترین تمغہ
سلطنتِ انگلشیہ کیطرف سے پہنایا۔ اور اُس کے ساتھ ایک شاہی تماشہ گاہ میں
جاکر اپنے ساتھ ناٹک دکھایا۔ اُس روز اِن دونوں دُنیا کے فاتح اقبال مندوں کے
دیکھنے کو اِس قدر ہجوم ہوا۔ کہ چھبیس چھبیس پونڈ ٹکٹ کی قیمت ہوگئی۔ اور پھر بھی
تنگیٔ جگہ کے باعث ہزاروں لوگ محروم رہے۔ غرضکہ ایک جوشِ مسرت تھا۔ کہ

چاروں طرف نظر آرہا تھا۔

اللہ غنی! خدا کی قدرت کے کارخانے کسی باریک سے باریک بین کی سمجھ میں بھی نہیں آسکتے۔ کہ اس کے دس سال بعد یہی نپولین بونا پارٹ۔ فتحمند نپولین۔ اور وہ شیر ژیان نپولین جس کے نام سے دول یورپ کو لرزہ چڑھتا تھا اور جس کی ہیبت سے بڑی بڑی سلطنتیں تھراتی تھیں۔ انگلستان میں آکر اسی ملکہ ذیجاہ کا وظیفہ خوار ہوا۔ اور بالآخر اسی کنج تنہائی میں راہی ملک بقا ہو گیا۔ اور اب اس کی بیوہ بیگم ملکہ فرانس جو کسی زمانہ میں تمام شاہ بیگموں میں ایک خاص امتیاز رکھتی تھی۔ اسی سلطنت انگلستان کے وظیفہ پر گذر اوقات کر رہی تھی۔ اللہ اکبر

بیک لحظہ بیک ساعت بیکدم دگرگوں میشود احوال عالم

دنیا کی بے ثباتی اور زمانہ کی چشم گردانی کے واقعات واقعی بڑے دردانگیز ہوا کرتے ہیں۔ جنکو دیکھ کر نپولین جیسا شیر دل بھی آخری عمر میں دیوانہ ہو گیا تھا۔

کیا شوخیاں ہیں ابلق لیل و نہار کی جمتی نہیں ہے ران کسی شہسوار کی

اس موقع پر سعدی علیہ الرحمتہ کا یہ قول یاد آتا ہے۔ کہ نادان بادشاہ صرف ملکوں کے فتح کرنے پر خوش ہوتے ہیں جنکو وہ بہت جلد کھو دیتے ہیں۔ لیکن دانا اپنی عقل و تدبیر سے دیر تک حکومت کرتے ہیں۔ اس کی دونوں مثالیں اس واقعہ میں موجود ہیں۔ یعنی ملکہ معظمہ کی دراز حکومت کی سرسبزی اور نپولین کی جلد بازانہ فتوحات اور ناکامی۔

اسپ تازی دوتک رود بشتاب اشتر آہستہ میرود شب و روز

خیر انکے بعد ۱۸۵۵ء میں وکٹر ایمنوئل دوم بادشاہ اٹلی انگلستان آکر ملکہ وکٹوریہ کے مہمان ہوئے۔ انکی خاطر مدارات میں بھی حد درجہ کا اہتمام کیا گیا۔ کیونکہ انکا طریق معاشرت انگلستان کے طریق سے مختلف تھا۔ اور اسلئے ہر بات میں

احتیاط تھی۔ کہ کوئی نقص نہ رہجائے۔ حتی کہ اُنکو صبح پانچ بجے روانہ کرنیکے لئے بھی خود ملکہ معظمہ موجود تھیں۔ حالانکہ عام طور پر شاہی خاندان سات بجے سے قبل اُٹھنے کا عادی ہی نہ تھا۔

پھر ۱۸۶۷ء میں سُلطان عبدالمجید خاں صاحب سابق سُلطان روم ملکہ معظمہ کی مُلاقات کے لئے لنڈن تشریف لائے۔ جن کے خیر مقدم میں بھی کمال اہتمام کیا گیا۔ اور صاحب موصوف بہت ہی خوش خوش تشریف لے گئے۔

اِس کے بعد ۱۸۷۳ء میں کجکلاہِ ایران محمد ناصر الدین خاں شاہ قاچار لنڈن جا کر ملکہ معظمہ کے مہمان ہوئے۔ ملکہ ممدوحہ اُس وقت سکاٹلینڈ میں تشریف رکھتی تھیں۔ مگر پاسِ وضعداری سے فی الفور واپس آئیں۔ اور شاہ کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا۔ جس سے شہنشاہِ ایران بھی کمال ہی محظوظ ہوئے۔ اُن کے بعد موجودہ خدیو مصر اور شاہِ ایران بھی ۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۰ء میں انگلستان جا کر ملکہ معظمہ کے مہمان ہوئے۔ اور آپ کی مُلاقات سے نہایت ہی خورسند واپس آئے۔ اور پھر کئی دفعہ شہنشاہِ جرمن تشریف لے گئے۔ ولیعہدِ روس یعنے موجودہ شہنشاہ اور پرنس بلگیریا وغیرہ بھی مُلاقات کر آئے۔ غرضکہ شاید ہی کوئی جلیل القدر بادشاہ نہ گیا ہو۔ ان تمام جلیل القدر بادشاہوں کے لوازماتِ مہمانداری جس شان وشکوہ سے ادا ہوتے رہے۔ اُن کے لکھنے کو بھی ایک دفتر چاہئیے قریبًا سب کو جنگی قواعدیں اور طرح طرح کے کھیل دکھائے گئے۔ اور ہر طرح کی عزت و حُرمت کر کے خورسند کیا گیا۔

ان کے علاوہ اور بڑے بڑے نواب۔ راجے۔ مہاراجے۔ شہزادے۔ رئیس ہندوستان وغیرہ سے بھی جاتے رہے۔ اور باریاب ہو کر شرفِ مُلاقات سے اعزاز حاصل کرتے رہے۔ اور لطف یہ ہے کہ معمولی رئیسوں کے ساتھ بھی آپ نہایت

اخلاق و محبت اور بڑے درجہ کی شفقت و ملاطفت سے پیش آتی رہیں۔ اور ہندوستانی والیانِ ریاست میں سے سب کے اخیر گویا مہاراجہ صاحب کوچ بہار نے ملکہ معظمہ سے شرف نیاز حاصل کیا تھا۔ مہاراجہ صاحب گو بڑے رئیس ہیں۔ مگر ملکہ وکٹوریہ کے قدر بلند کے آگے جو کچھ ہو سکتے ہیں پوشیدہ نہیں۔ لیکن ملکہ معظمہ نے نہایت اخلاق اور ادب سے گفتگو فرمائی۔ اور ہندوستانی رعایا اور رئیسوں کی خیر و عافیت پوچھ کر فرمایا۔ کہ جتنے رئیس آپکو ملیں۔ اُنہیں میرا سلام شوق کہہ دیجئے گا۔ میں اُن کی خدمات کی دل سے قدردانی کرتی ہوں۔ اور اُن کی سرسبزی کے حالات سُنکر خوش ہوتی ہوں۔ میں خود ضرور ہندوستان آتی۔ مگر اب تقاضائے عُمر سے مجبوری ہے۔

اِن باتوں سے بخوبی ظاہر ہو جائیگا۔ کہ ملکہ معظمہ اپنے تعلقاتِ اتحاد کو کس قدر وسعت کے ساتھ پھیلانا چاہتی تھیں۔ اور اُنکو اِس میں کہانتک غیر مترقبہ کامیابی ہوئی۔

فصل ششم

ملکہ معظمہ کے عہد میں مقبوضاتِ انگلستان کی وسعت

انگلستان کا جغرافیہ۔ ہندوستان سے انگلستان کے پایۂ تخت لندن تک پانچہزار میل کی مسافت ہے۔ گریٹ برٹن ایک جزیرہ ہے جو سمندر کے پاس واقع ہے۔ اِس کے دکن کیطرف اُس پار فرانس۔ جرمن اور ہالینڈ کے ملک ہیں۔ انگلستان۔ ویلز۔ سکاٹلینڈ اور آئرلینڈ سب ملکر گریٹ برٹن کہلاتے ہیں مگر درصل انگلستان اور سکاٹلینڈ ایک جزیرہ ہے۔ اور آئرلینڈ دوسرا جزیرہ ہے

یہ ملک بحر اوقیانوس میں گھرا ہوا ہے۔ طول و عرض آبادی اس کی حسب تفصیلِ ذیل ہے۔

انگلستان کا طول ۴۰۰ میل۔ اور عرض ۳۰۰ میل۔ اور آبادی ۱۰۲۳۵۸۰۴

سکاٹلینڈ کا طول۔ ۲۸۰ میل۔ اور عرض ۱۳۰ میل۔ اور آبادی ۴۰۰۶۱۰۳۶۲

آئیرلینڈ کا طول۔ ۲۸۰ میل۔ اور عرض ۲۸۰ میل۔ اور آبادی ۸۱۷۹۴۵۹

یہ تو گریٹ برٹن کی حقیقت تھی۔ مگر اس کے وسیع مقبوضات کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے جس وقت ملکہ وکٹوریہ نے تختِ حکومت پر اجلاس فرمایا ہے اُس وقت مقبوضات انگلشیہ کا رقبہ تیرہ لاکھ ستاسی ہزار مربع میل تھا۔ لیکن اب اِس کا رقبہ ایک کروڑ گیارہ لاکھ بتیس ہزار مربع میل ہے۔ جو صرف جنگ و جدل کا ہی نتیجہ نہیں بلکہ مختلف حکمت عملیوں اور عہدناموں کا بھی اس میں دخل ہے یہہ رقبہ پہلے رقبہ سے آٹھ گنا زیادہ ہے۔ چنانچہ اِس کی توضیح کے لئے ایک نقشہ دیا جاتا ہے۔

نام ملک	آبادی	رقبہ بحساب میل مربع	تاریخ قبضہ	کس طرح شامل ہوا
		یورپ میں		
جبرالٹر	۲۵۰۰۰	۲	سنہ ۱۷۰۴ء	فتح کیا
مالٹا	۱۶۳۰۰۰	۱۲۲	سنہ ۱۸۱۴ء	عہدنامے سے
ہیلی گولینڈ	۲۰۰۰	$\frac{3}{4}$	سنہ ۱۸۱۴ء	عہدنامے سے
		ایشیا میں		
ہندوستان وغیرہ	۳۰۰۰۰۰۰۰	۱۵۶۹۵۴۰	سنہ ۱۸۵۸ء	کمپنی سے لیا گیا
برہما	۵۰۰۰۰۰۰	۱۹۰۰۰۰	سنہ ۱۸۸۶ء	فتح کیا
سیلون	۲۷۶۰۰۰	۲۴۷۰۲	سنہ ۱۸۱۶ء	عہدنامے سے
سیپرس	۱۸۷۰۰۰	۳۵۸۴	سنہ ۱۸۷۸ء	خدمات کے حق میں ملا

نام ملک	آبادی	رقبہ بحساب میل مربع	تاریخ قبضہ	کس طرح شامل ہوا
عدن وسکوترا	۴۰۰۰۰	۳۰۷۰	سنہ ۱۸۳۹ء	فتح کیا
سٹریٹ سیٹلمنٹ	۵۰۰۰۰۰	۱۵۰۰	سنہ ۱۸۲۴ء	عہد نامے سے
ہانگ کانگ	۱۶۰۰۰۰	۳۲	سنہ ۱۸۴۱ء	عہد نامے سے
لے بوآن	۶۰۰۰	۳۱	سنہ ۱۸۴۷ء	عہد نامے سے
برٹش نارتھ بورنیو	۱۵۰۰۰۰	۳۱۰۰	سنہ ۱۸۷۷ء	خود آباد کرنے سے
افریقہ میں				
کیپ کالونی	۱۱۲۲۰۰۰	۲۱۲۰۰۰	سنہ ۱۸۱۵ء	عہد نامے سے
نٹال	۴۲۵۰۰۰	۲۴۰۰۰	سنہ ۱۸۴۳ء	فتح کیا
سینٹ ہلینا	۵۰۰۰	۴۷	سنہ ۱۶۷۳ء	فتح کیا
ایسنشن	۲۰۰	۳۸	سنہ ۱۸۱۵ء	فتح کیا
سیرالیون	۶۲۰۰۰	۳۰۰۰	سنہ ۱۸۰۷ء	کمپنی سے لیا گیا
گولڈ کوسٹ	۵۲۰۰۰۰	۱۶۶۲۰	سنہ ۱۸۰۷ء	فتح کیا
ماریشس وغیرہ	۳۷۲۰۰۰	۱۰۶۳	سنہ ۱۸۱۴ء	فتح کیا
ٹرانسوال	۱۰۹۴۱۵۶	۱۱۹۱۳۹	سنہ ۱۹۰۰ء	فتح کیا
امریکہ میں				
کینیڈا	۳۳۲۵۰۰۰	۳۷۰۴۸۸	سنہ ۱۷۶۰ء	کچھ حصہ فتح کیا کچھ عہد نامے سے
نیو برانزوک	۳۲۲۰۰۰	۲۷۱۷۴	سنہ ۱۷۶۳ء	عہد نامے سے
نوا سکوشیا	۴۴۲۰۰۰	۲۰۹۰۷	سنہ ۱۷۱۳ء	عہد نامے سے
مینی ٹوبا	۱۳۵۰۰۰	۱۲۳۲۰۰	سنہ ۱۸۱۳ء	خود آباد کرنے سے
برٹش کولمبیا	۶۰۰۰۰	۳۴۱۳۰۵	سنہ ۱۸۵۸ء	کمپنی سے لیا گیا

نام ملک	آبادی	رقبہ بحساب میل مربع	تاریخ قبضہ	کس طرح شامل ہوا
شمالی مغربی علاقہ	۷۵۰۰۰	۲۸۸۵۰۰۰	سنہ ۱۸۷۰ء	کمپنی سے لیا گیا
جزیرہ پرنس ایڈورڈ	۱۱۱۰۰۰	۲۱۳۳	سنہ ۱۷۶۳ء	خود آباد کرنے سے
نیوفونڈلینڈ	۱۶۲۰۰۰	۴۰۲۰۰	سنہ ۱۷۱۲ء	خود آباد کرنے و عہد نامے سے
برٹش ہنڈوراس	۲۸۰۰۰	۷۵۶۲	سنہ ۱۷۹۸ء	فتح کیا
برٹش گائنا	۲۶۰۰۰۰	۷۶۰۰۰	سنہ ۱۸۱۴ء	فتح کیا
جمائیکا	۱۵۸۱۰۰۰	۴۱۹۳	سنہ ۱۶۵۵ء	فتح کیا
ٹرینیڈیڈ	۱۵۵۰۰۰	۱۷۵۴	سنہ ۱۷۹۷ء	فتح کیا
بارباڈوس	۱۷۱۸۶۰	۱۶۶	سنہ ۱۶۰۵ء	خود آباد کرنے سے
گرینیڈا	۴۲۴۰۳	۱۲۵	سنہ ۱۷۶۲ء	عہد نامے سے
سینٹ ونسنٹ	۴۰۵۴۸	۱۴۰	سنہ ۱۷۶۳ء	عہد نامے سے
ٹوبیگو و سینٹ لوشیا	۹۴۰۰۰	۴۶۸	سنہ ۱۸۰۳ء	عہد نامہ اور فتح کرنے سے
انگویلا وغیرہ	۵۷۰۰۰	۱۵۳	سنہ ۱۶۵۹ء	خود آباد کرنے سے
ڈومینیکا	۳۰۰۰۰	۲۹۲	سنہ ۱۷۶۳ء	عہد نامے سے
مونٹ سیرٹ	۱۲۰۰۰	۸۵	سنہ ۱۶۳۲ء	خود آباد کرنے سے
بہاماز	۴۵۰۰۰	۵۷۹۴	سنہ ۱۶۲۹ء	خود آباد کرنے سے
برمیوڈا	۱۵۰۰۰	۴۱	سنہ ۱۶۱۲ء	خود آباد کرنے سے
فاک لینڈ و جارجیا	۱۵۴۳	۶۸۷۰	سنہ ۱۷۷۰ء	عہد نامے سے
آسٹریلیا میں				
نیو ساوتھ ویلز	۹۳۰۰۰۰	۳۱۰۹۳۸	سنہ ۱۸۸۷ء	خود آباد کرنے سے
وکٹوریا	۹۷۰۰۰۰	۸۷۸۸۴	سنہ ۱۸۳۴ء	خود آباد کرنے سے

نام ملک	آبادی	رقبہ بحساب میل مربع	تاریخ قبضہ	کس طرح شامل ہوا
جنوبی آسٹریلیا	۳۲۰۰۰۰	۹۰۳۶۹۰	سنہ ۱۸۳۶ء	خود آباد کرنے سے
کوئینس لینڈ	۳۱۵۰۰۰	۶۷۰۰۰۰	سنہ ۱۸۲۴ء	خود آباد کرنے سے
مغربی آسٹریلیا	۳۵۰۰۰	۹۷۸۳۰۰	سنہ ۱۸۲۲ء	خود آباد کرنے سے
ٹسمانیا	۱۴۰۰۰۰	۲۶۲۱۵	سنہ ۱۸۰۳ء	خود آباد کرنے سے
نیوزیلینڈ	۵۸۰۰۰۰	۱۰۴۰۰۰	سنہ ۱۸۴۰ء	خود خرید کیا
جزائر فجی	۱۴۰۰۰۰	۷۴۲۲۳	سنہ ۱۸۷۴ء	عہد نامے سے
نیوگنی	۱۳۷۵۰۰	۸۸۴۵۷	سنہ ۱۸۸۴ء	خود بخود

فصل ہفتم

عہدِ ملکہ وکٹوریہ کی فوجی کارروائیاں

فوجی نظم و نسق۔ انگلستان میں پہلے تو یہ قاعدہ تھا۔ کہ ضرورت کیوقت فوج رکھ لیجاتی تھی۔ اور موقع نکلنے پر موقوف ہو جاتی تھی۔ کیونکہ اُس وقت قومی لڑائیاں ہوتی تھیں۔ پھر ضروریات کے مطابق اِس میں ترمیم ہوئی۔ اور فوجی ملازمت کا دستور جاری ہوا۔ ملکہ معظمہ کیوقت میں ملازمت کا ہی طریق قایم تھا۔ مگر پھر بھی ایسی اعلیٰ حالت نہ تھی جیسی کہ آجکل ہے۔

ایشیائی ملکوں میں بادشاہانِ سلف کیوقت شاہی فوج بہت کم ہوا کرتی تھی۔ دربار کے عہدہ داروں اور جاگیرداروں کو پانچ پانچ اور سات سات ہزار فوج رکھنے کا حکم ہوتا تھا۔ اور بجائے تنخواہ کے اُنکو بڑے بڑے علاقے اور صوبے جاگیر میں دیئے جاتے تھے۔ جو بروقت ضرورت سلطنت کے اشارے کے موافق کام کیا کرتے تھے۔

کبھی تو صرف اُنہیں کی فوج کسی خاص مہم پر روانہ ہو جاتی تھی اور کبھی وہ شاہی فوج کے ساتھ بھی ملکر کام کرتے تھے۔ لیکن اِس طریق میں یہ خرابی تھی کہ وہ اُمراء بجائے خود بڑی قوت پا جاتے تھے۔ اور پھر کبھی کبھی شاہانِ وقت سے بھی باغی اور منحرف ہو جاتے تھے۔ لہذا انگلستان نے نہایت دانشمندی سے اپنے ہاں ایسے قواعد جاری کئے کہ جن سے یہ احتمالات بالکل رفع ہو جائیں۔ ذاتی فوج کسی کو رکھنے کا حق نہیں ہوا کرتا۔ وزارت کے ماتحت ایک وزیر جنگ ہوتا ہے۔ اور اُس کے متعلق ہر ہر ملک میں اپنے اپنے علاقوں کے کمینڈر انچیف ہوا کرتے ہیں۔ اِن سب کو اپنے ملک کے گورنر یا وائسرائے کے موافق مرضی لیکن اپنے افسر اعلیٰ کی منظوری لیکر کام کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ سب تنخواہ دار اور ملازم ہوا کرتے ہیں۔ وزیر جنگ بھی ہر پانچ سال کے بعد حسب قاعدہ کل کیبنٹ کے ساتھ ہی استعفا دیتا ہے۔ اور ہر ایک کمینڈر انچیف بھی پانچ سال کے بعد اپنے عہدہ سے ریٹائر ہو جاتا ہے۔ غرضکہ اِن لوگوں کا ذاتی تعلق فوج سے کچھ نہیں ہوتا لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ ان کے مدارج کچھ کم ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے مدارج ملکی وائسرائے اور گورنر کے برابر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور جیسا وائسرائے کو ہز اکسلنسی کہا جاتا ہے۔ ویسے ہی کمینڈر انچیف بھی ہز اکسلنسی کہلاتا ہے بلحاظ ملکی وائسرائے اُنکو منظوری وزارت انگلستان یا اپنی ذمہ داری پر جس ملک پر فوج کشی کا حکم دے۔ اُس کی اُنکو تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ تمام فوجی افسروں اور سپاہیوں کو مُدتِ مُقررہ کے بعد پنشن دیجاتی ہے۔ اور علاوہ ازیں اگر کسی سے دورانِ ملازمت میں کوئی نہایت قابلِ قدر خدمات سرزد ہوئی ہوں۔ تو اُس کے معاوضہ میں علیحدہ پنشنیں ملتی ہیں۔ مثلاً ایک سپاہی کو کسی خاص بہادری کے لئے دو روپیہ ماہوار ملتے ہیں تو پنشن کا حق اُس کے علاوہ ہے۔ اور بروقت پنشن

اُس کی بابت چار روپیہ ماہوار الگ ملتے ہیں۔ غرضکہ فوج کی پوری پوری قدردانی کیجاتی ہے۔ جو سپاہی میدانِ جنگ سے بھاگ جائے اُسے سزائے موت دیجاتی ہے۔ اور جو مرجائے تو اُس کے وُرثاء کو اُس کے تمام حقوق دیئے جاتے ہیں۔

فوج انگلشیہ کی تعداد۔ کل ممالکِ مقبوضہ انگلشیہ میں بحری و تبری فوج کی تعداد قریب دس لاکھ کے ہے۔ جس میں۔ ریزرو۔ ملیشیا اور والنیٹر سب شامل ہیں اور اِس ساری تعداد میں خاص انگریزی قوم کی سپاہ کی تعداد سوا دو لاکھ ہے باقی تمام مُلکوں کے اصلی باشندے ہیں۔ اگرچہ باعتبارِ وسعتِ سلطنت کے یہ کوئی بڑی تعداد نہیں کہی جاسکتی۔ مگر چونکہ انگلستان کی حکومت نے تمام مُلک میں ہر دلعزیزی پیدا کرلی ہے۔ اِس لئے یہی فوج بڑا کام دیتی ہے۔ روس کی فوج کا شمار چوبیس لاکھ کیا جاتا ہے۔ مگر اُس کی حکومت ایسی ہر دلعزیز نہیں کہ اہلِ مُلک کو جس کی قدر ہو۔ اِسلئے اُس کو جب کبھی کسی دُشمن سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ تو اُس حالت میں بھی کم ازکم نصف فوج خاص اپنے مُلک میں حفاظتِ سلطنت کی غرض سے رکھنی ضروری ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر کُل فوج بھیج دے۔ تو بیدل رعایا باغی ہوجائے۔ بخلاف اُس کے انگلستان کی جسقدر فوج ہے وہ ساری کی ساری موقع پڑنے پر میدان جنگ میں جاسکتی ہے۔ اور محافظت کا کام پولیس کے ذریعہ ہی بوجہ احسن ہوسکتا ہے۔ علاوہ اِس کے جس قدر انگلستان کی فوج ہے۔ وہ پوری باسامان اور نہایت ہی اعلےٰ درجہ کی مسلح ہے۔ اور دن بدن اُس کے چُست و چالاک اور کار آمد اور خوفناک کرنے کی کوششیں ہوتی رہتی ہیں۔ پہلے پہلے صرف معمولی توپوں اور معمولی بندوقوں سے فوجیں مسلح ہوتی تھیں۔ مگر اب وہ بات نہیں۔ بلکہ نئی ایجاد کے عالیقدر اسلحہ جات سے انگریزی فوج مسلح کیجاتی ہے۔ لی مٹفرڈ۔ سنائیڈر اور ہنری مارٹنی رائیفلوں۔ اور میکسم توپ سے

فوجیں مسلح ہوتی ہیں۔ میکسم اتواپ ایک قسم کی مشینیں ہیں۔ جو منٹ بھر میں چھ سو گولے جدہر کو چاہو آگے پیچھے۔ دائیں۔ بائیں۔ نیچے اوپر آگل کر آن فان میں آگ لگادیتی ہیں۔ اور گولہ بھی العظمت للہ سولہ میل تک مار کرتا ہے بندوقوں کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ کہ پہلے تو انکا نشانہ دو سَو گز تک محدود رہتا تھا مگر اَب قریب ایک میل کے انکا نشانہ ہوتا ہے۔ اور منٹ میں چھ سَو فیر کرنیوالی بندوقیں بھی ایجاد ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ ہر ایک فوجی ضرورت کا بھی جداگانہ نہایت اعلیٰ انتظام ہے۔ اور اس میں بھی لگاتار ترقی ہو رہی ہے۔ مثلاً پہلے تو خبر رسانی کا ذریعہ ٹیلیگراف (تار برقی) ہی سمجھا جاتا تھا۔ مگر تار کٹ جانے کے باعث اس میں دقتیں دیکھی گئیں۔ تو ایک قسم کے آئینوں سے بذریعۂ عکس خبریں پہنچائی جاتی ہیں۔ جو ایک عجیب و غریب طریق ہے۔ (اس کو ہیلو گراف کہتے ہیں) ایسا ہی وردی۔ سواری۔ آبرسانی۔ رسد رسانی غرضکہ جملہ حوائج میں کافی اصلاح اور پُورا پُورا انتظام مدنظر رہتا ہے۔ اور ہر سال مشقی جنگوں کے ذریعہ فوج کو چُست و چالاک اور درستی کیا جاتا ہے۔

فوجی خرچ - مسٹر اینڈ منڈ ایک فرانسیسی محقق نے افواجِ انگریزی کا سالانہ خرچ چار کروڑ پونڈ یعنے ساٹھ کروڑ روپیہ بیان کیا ہے۔ جو واقعی ایک بڑی رقم ہے۔ مگر چونکہ ہر سال اس میں ترمیم و ایزادی ہوتی رہتی ہے۔ لھذا یہ ایک اندازہ ہی سمجھنا چاہیئے۔ چنانچہ اب کے ۱۹۱۰ء کیلئے ۲۷ کروڑ باون لاکھ پونڈ یعنی ایک ارب ۱۳ کروڑ روپیہ منظور ہوا۔

بحری طاقت انگلستان کی تمام یورپ میں اوّل درجہ کی شمار کیجاتی ہے کیونکہ یورپ میں باعتبارِ ملک داری اور باعتبارِ تموّل اسی طاقت کی فراوانی پر ناز ہوسکتا ہے۔ لہٰذا انگلستان نے یورپ بھر میں زیادہ تر بحری طاقت سے ہی اپنا سکہ بٹھا رکھا ہے۔

بحری فوج کا خرچ اور سامان دوسری فوج سے بہت زیادہ ہوا کرتا ہے یہاں توسپاہ کے رہنے کے لئے بارکیں اور چھاونیاں بنائی جاتی ہیں۔ لیکن بحری فوج کے لئے بڑے بڑے آہنی جہاز طیار رہتے ہیں۔ جنپر کروڑہا روپے صرف ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جہازات قلعہ کی طرز پر نہایت پختگی اور مضبوطی سے بنائے جاتے ہیں۔ اور فوج اُس پر سوار ہوکر سمندروں میں چلتی ہے۔ جس مقام یا جس جہاز سے لڑائی ہو۔ اسی طرح جہازوں کے ذریعہ لڑائی ہوجاتی ہے ایسے جہازات یوروپ کی سلطنتوں میں بہت کم تعداد کے موجود ہیں۔ کیونکہ اُنکی طیاری پر صرف کثیر ہوتا ہے۔ لیکن انگلستان نے ایسے جہازات بہت بڑے اہتمام سے طیار کر رکھے ہیں۔ اور فوجیں بدستور سب پر کام کر رہی ہیں بسنہ ۱۸۹۵ء کی فہرست کے مطابق باونؔ ۵۲ آہن پوش جہاز سواحلِ انگلستان پر موجود تھے۔ یعنے درجہ اوّل کے ۲۹۔ درجہ دوم کے ۱۲۔ درجہ سوم کے ۱۱۔ اور بخلاف اِس کے روسؔ کے صرف ۱۶۔ اور فرانس کے کُل ۲۶ تھے۔ جنکے مقابل انگلستان میں اَب بھی تعداد اِس سے زیادہ ہے۔ اور آئیندہ اَور زیادتی بھی ہوتی جائے گی۔

ایک انگریز محقق مسٹر ملہل کی تحقیق کے موافق انگلستان کا خرچ ان جہازات کی طیاری میں ساٹھ پونڈ فی ٹن کے حساب سے آتا ہے۔ جس کے مطابق ایک اوّل درجہ کا جہاز آٹھ لاکھ کو پڑتا ہے۔ اِس کے علاوہ انگلستان کی بحری افواج کے سالانہ اخراجات کا اندازہ اِسی محقق نے ایک کروڑ چالیس لاکھ پونڈ سالانہ یعنے اٹھارہ کروڑ روپیہ لگایا تھا۔ مگر اب تو اِس سے بہت زیادہ ہے۔

یہ صرف وہ جہازات ہیں جو سواحلِ انگلستان پر موجود ہیں ورنہ تمام جہازات جو بنادر نو آبادی ہائے و مصر و ہندوستان پر لنگر انداز ہیں اُنکی تعداد

اِس سے بہت زیادہ ہے۔ جن کا خلاصہ یہہ ہے۔ کہ اوّل درجہ کے ۴۴ کشتی جہاز، ۲ مقابلہ کے جہاز ۱۸۔ اور آئرن کلیڈ ۵۔ اور تارپیڈو اِس کے علاوہ۔ اِس کے سوا انگریزی فوج کے کل دُخانی جہازات جو ۱۸۹۴ع کے اخیر تک دُنیا میں موجود تھے۔ اُنکی معمولی تعداد چھ ہزار اور وزن ساٹھ لاکھ ٹن سمجھی جاتی تھی اور اِس کے علاوہ قریب دس ہزار کے بادی جہاز تھے۔ جن کا وزن چالیس لاکھ ٹن گنا جاتا تھا۔

افواج مذکور کی صحیح صحیح تعداد اور اُس کے خرچ اخراجات اور اسلحہ جات کا ٹھیک ٹھیک شمار اِس لئے مشکل ہے۔ کہ اِس میں حسب ضرورت دِن بدن ایزادی اور ترمیم ہوتی رہتی ہے۔ اور اگر باقاعدہ نقشہ جات شمار کئے جائیں۔ تو اُنکی ضخامت اصل کتاب ہذا سے بھی بہت بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ صرف ہندوستانی فوج کی ڈائرکٹری ہی تین روپیہ کو بکتی ہے۔ چہ جائیکہ کل سلطنت۔ یہہ جملہ اندازے جو لکھے گئے ہیں۔ غالباً مطالب مضمون ہذا کے لئے کافی ہونگے۔

فوجی لڑائیاں۔ یہہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ملکہ معظمہ طبعاً جنگ و جدل سے سخت متنفر رہا کرتی تھیں۔ اور سوائے خاص حالات اور سلطنتی مجبوریوں کے بہت کم لڑائی کی اجازت دیتی تھیں۔ مگر جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے۔ سلطنتی معاملات کا دارومدار اکثر وزارت کے متعلق رہا کرتا تھا اِس لئے جن حالات میں وزارت پارلیمنٹ کی منظوری لیکر جنگ کو لازمی قرار دیدیا کرتی تھی تو اُس کی منظوری ملکہ وکٹوریہ کو بھی دینی پڑتی تھی۔ مگر وہ اِس طریق کو ذاتی طور پر پسند نہ فرماتی تھیں۔ اور علی العموم جب کبھی کوئی سخت جنگ ہوتا تھا۔ تو وہ فکرمند ہوکر بیمار ہوجایا کرتی تھیں۔ کیونکہ ایک طرف تو بندگانِ خُدا کی خونریزی کو وہ قطعاً مکروہ جانتی تھیں۔ اور دوسری طرف

اپنی عزیز فوج کو لڑنے کی مصیبت میں پھنسانا اور اُس کے نتیجہ میں ہزاروں عورتوں کا بیوہ اور بچوں کا یتیم ہوتا دیکھنا انہیں سخت ناپسند تھا۔ مگر اس سے یہ بھی نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ کمزور اور خائف تھیں۔ اور فوجی ضروریات کا فکر نہ رکھتی تھیں۔ بلکہ اِس کے برعکس وہ بہلے درجہ کی جفاکشی کے ساتھ فوجی معاملات میں انٹرسٹ لیتی تھیں۔ ہر ایک میدانِ جنگ میں سپاہیوں اور افسرانِ افواج کے پاس انکا پیغام قدردانی ادائے شکریہ کے لباس میں جاتا تھا۔ اور ہر ہزیمت پر انکا افسوسناک پُرسہ شکستہ دِل فوج کا باعثِ تسلّی ہوا کرتا تھا جس طرح وہ تمغوں اور درجوں کے اعطا سے فوج کا دِل بڑھاتی رہتی تھیں ویسے ہی زخمیوں اور مقتولین کی بیواؤں کی خبرگیری سے اُنکے رنج و مصایب کو بھی بھُلا دیا کرتی تھیں۔ یہی وجوہات تھیں جو انکی فوج کو ہر وقت تازہ دم رکھتی تھیں۔ اور باوصف اِس کے کہ روس و جرمن کی فوج تعداد میں فوجِ انگلشیہ سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن پھر بھی کسیکو فوجی شایستگی اور اسلحہ جات کی فراوانی اور انتظامِ اعلےٰ کے مقابل میں آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جُرات نہیں ہوئی۔ اور اِس پر بھی انگلستان خاموش نہیں ہے۔ بلکہ دن بدن فوجی آراستگی اور عالم سوز اسلحہ ہائے جنگ کی ایجاد میں لگاتار ترقیات کرتا چلا جاتا ہے۔ کیونکہ فی زمانہ اِس کے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔ بہرحال ملکہ معظمہ کے جنگوں کی فہرست یہ ہے۔

۱۔ جنگِ کینڈا سنہ ۱۸۳۸ء۔ ۲۔ جنگِ افغانستان بار اول سنہ ۴۲-۱۸۳۹ء۔ ۳۔ جنگِ چین بار اول سنہ ۴۲-۱۸۳۹ء۔ ۴۔ جنگِ سندھ سنہ ۴۳-۱۸۴۲ء۔ ۵۔ جنگِ قوم سکھ بار اول سنہ ۴۶-۱۸۴۵ء۔ ۶۔ جنگِ فرقہ کافر بار اول سنہ ۴۷-۱۸۴۶ء۔ ۷۔ جنگِ افغانستان بار دوم سنہ ۱۸۴۹ء۔ ۸۔ جنگِ سکھان بار دوم سنہ ۴۹-۱۸۴۸ء۔ ۹۔ جنگِ برہما بار اول سنہ ۱۸۵۳ء۔ ۱۰۔ جنگِ کافر بار دوم سنہ ۵۳-۱۸۵۱ء۔ ۱۱۔ جنگِ کریمیا سنہ ۵۶-۱۸۵۴ء۔ ۱۲۔ جنگِ ایران سنہ ۱۸۵۶ء۔ ۱۳۔ جنگِ غدر ہندوستان سنہ ۱۸۵۷ء۔ ۱۴۔ جنگِ چین بار دوم سنہ ۶۰-۱۸۵۷ء

فصل ہشتم

ہنگامہ ۱۸۵۷ء اور ملکہ معظمہ کا اشتہار

ہندوستان کا وسیع اور سیر حاصل ملک جو باعتبار آبادی اور آمدنی کے اس وقت سلطنتِ انگلستان کا ایک قیمتی جزوِ اعظم ہے اور جس کی آمدنی اور آبادی سے دوسرے مقبوضاتِ انگریزی کو فرداً فرداً کوئی بھی نسبت نہیں۔ یہ پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیر حکومت تھا۔ یہ کمپنی سنہ ۱۶۰۰ء میں بعہد ملکہ ایلی زبتھ قایم ہوئی تھی۔ اور اس نے تجارتی اغراض کے لئے ہندوستان سے تعلق آمد و شد پیدا کیا تھا۔ مگر اس نے آکے یہاں کے باشندوں کے طور و طریق اور مذاہبِ مختلفہ اور باہمی نفاق و عداوت۔ اور حکمرانوں کی خود غرضانہ کارروائیوں کو دیکھ کر اپنی عقلِ رسا سے تجارت کے ساتھ حکومت کا پہلو بھی جمایا۔ جو بہت جلد بارور ہوا۔ اور اکثر اقطاعِ ہندوستان میں کمپنی کی حکومت ہوگئی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کا طریقِ حکمرانی۔ یہ تھا۔ کہ ولایت میں ایک بورڈ اوف ڈائرکٹرز قایم تھا۔ جو کمپنی کے مقبوضات کا حاکمِ اخیر تھا۔ اور اس کو وہی اختیارات حاصل تھے جو اب سکرٹری اوف سٹیٹ کے محکمہ کو حاصل ہیں۔ پارلیمنٹ کی ہدایات کی پابندی اس بورڈ کے لئے بھی ضروری تھی۔ مگر اس قدر دور و دراز فاصلہ پر ناواقفیت کی حالت میں پارلیمنٹ کو بورڈ کے طریقِ حکومت سے اختلاف کیسے ہو سکتا تھا۔ یہی بورڈ اوف ڈائرکٹرز ہندوستان کے لئے گورنر اور گورنر جنرل مقرر کر کے بھیجا کرتا تھا۔ جو کمپنی کی خوشنودی کے لئے توسیعِ ملک اور جلبِ منفعت کو اپنا نصب العین سمجھا کرتا تھا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر۔ جب تک ہندوستان کی پوری پوری حکومت بلاشراکت غیرے کمپنی کو میسر نہوئی تھی۔ تب تک جو حاکم کمپنی کیطرف سے مقبوضاتِ ہندوستان کی حکومت کو آتا تھا۔ وہ گورنر بنگالہ کہلاتا تھا۔ چنانچہ پہلا گورنر کلائیو ہوا۔ جو بعد میں لارڈ کلائیو کے خطاب سے مخاطب ہوا۔ اُس نے ۱۷۵۸ء سے ۱۷۶۰ء تک کام کیا۔ اور دوسرا گورنر ونٹن سٹارٹ ۱۷۶۰ء سے ۱۷۶۵ء تک مقرر رہا۔ جس کے بعد پھر کلائیو دوبارہ ۱۷۶۵ء سے ۱۷۶۷ء تک نمایاں کام کر گیا۔ ادر پھر اُس کی جگہ وارن ہسٹنگز گورنر مقرر ہوا۔ اور چونکہ اُس کیوقت میں حدودِ سلطنت بہت وسیع ہوگئی تھیں۔ اِس لئے یہی ۱۷۷۴ء میں گورنر جنرل کئے گئے۔ اَب ایک فہرست اُن تمام گورنر جنرلوں کی دیجاتی ہے۔ جو عہدِ کمپنی سے ہنگامہ ۱۸۵۷ء تک ہندوستان کی بادشاہت کرتے رہے ہیں۔

نمبر شمار	سن تقرر	نام گورنر جنرل	نمبر شمار	سن تقرر	نام گورنر جنرل
۱	۱۷۷۴ء	وارن ہسٹنگز	۹	۱۸۲۳ء	لارڈ ایمہرسٹ
۲	۱۷۸۵ء	لارڈ کارنوالس	۱۰	۱۸۲۸ء	لارڈ ولیم بنٹنگ
۳	۱۷۹۳ء	سر جان شور	۱۱	۱۸۳۵ء	سر چارلس مٹکاف
۴	۱۷۹۸ء	لارڈ ولزلی	۱۲	۱۸۳۶ء	لارڈ آک لینڈ
۵	۱۸۰۵ء	لارڈ کارنوالس دوم	۱۳	۱۸۴۲ء	لارڈ النبرا
۶	۱۸۰۶ء	سر جارج بارلو	۱۴	۱۸۴۴ء	لارڈ ہارڈنگ
۷	۱۸۰۷ء	لارڈ منٹو	۱۵	۱۸۴۸ء	لارڈ ڈلہوزی
۸	۱۸۱۳ء	مارکوئیس ہسٹنگز	۱۶	۱۸۵۶ء	لارڈ کیننگ

انگریزی سلطنت اگرچہ رعایا کے لئے ابتدا میں ہی اچھی تھی مگر اِس سے چونکہ

اُن خود مختار حکمرانوں کو سخت نقصان پہنچا تھا۔ جن سے عنانِ حکومت کمپنی نے خود سنبھال لی تھی۔ اِس لئے وہ لوگ اِس کی روزافزوں ترقی سے خوش نہ تھے دہلی کی سلطنت بالکل کمپنی کے ہاتھ میں جا چکی تھی۔ اور بہادر شاہ ظفر ایک وظیفہ خوار انگریزی رہ گئے تھے۔ اس پر لارڈ ڈلہوزی کے وقت میں جب ۱۸۵۶ء کے اوائل میں اودھ کا الحاق بھی قلمروِ انگریزی کے ساتھ کر لیا گیا۔ تو ناراض سرداروں میں اَور بد حواسی پھیلی۔ اور نانا صاحب پیشوائے فرقہ دہوندوپنتھ نے انگریزوں کے خلاف سازشیں شروع کر دیں چنانچہ بادشاہِ دہلی کو بھی جو شاہِ شطرنج سے زیادہ نہ رہ گئے تھے۔ یہ اُمیدیں دلائی گئیں۔ کہ دوبارہ وہ حکومتِ ہند پر بحال ہو جائینگے حالانکہ اصل خیال نانا صاحب کا گئی گذری مرہٹہ سلطنت کے دوبارہ قائم کرنیکا تھا۔ اتفاق سے اُنہیں دنوں میں ایک نئے قسم کی رائیفلیں (بندوقیں) فوج میں تقسیم ہوئیں۔ جنکے کارتوس کو چربی سے چکنایا جاتا تھا۔ اِس سے ایک اَور موقع مخالفوں کو مل گیا۔ اور انہوں نے مشہور کر دیا۔ کہ یہ چربی گائے اور سؤر کے گوشت کی انگریزوں نے محض اِسی سبب سے ایجاد کی ہے۔ کہ رعایا کا مذہب برباد کر دیا جائے اور ملک تو وہ سب کا ایک ایک کر کے چھین ہی چکے ہیں۔ اِس افواہ کو آگ کیطرح پھیلا کر اندرونی سازشوں سے فوجِ انگریزی کے ہندوستانی سپاہیوں کو بغاوت اور غداری پر آمادہ کر دیا گیا۔ اور ایک عام مصیبت و نامرادی کا بیج بو دیا گیا۔ یہ اشتعال ہندوستان کے اَن پڑھ اور پابندِ رسوم و مذاہب فرقوں کے لئے کچھ کم نہ تھا۔ پس اس نے فوراً آگ لگا دی۔ اور باستثنائے پنجاب کے عموماً تمام ہندوستان میں آتشِ فساد بھڑک اُٹھی۔ بنگالہ سے اِس فساد کی ابتداء ہوئی۔ اور ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ کی فوج بگڑ گئی۔ اور اسیطرح تمام چھاؤنیوں کا حال ہوتا رہا۔ اُس وقت کی داستانیں لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ بہرحال یہ آگ کا

سمندر ڈیڑھ سال تک خوب موجیں مارتا رہا۔ اور اس کے تھپیڑوں سے جسقدر انگریزوں کے مالی وجان کا نقصان ہوا۔ اُس سے زیادہ خود ہندوستان کے رہنے والوں کو اذیتیں پہنچیں۔ بالآخر انگریزوں کے اتفاق وانتظام۔ دیسی ریئسوں کی امداد واعانت۔ اور کئی ایک شرفائے ہند کی اندرونی امداد جو دم بدم کی خبریں دیتے تھے۔ سے یہ فتنہ وفساد فرو ہوا۔ کچھ مفسد قتل وغارت ہو گئے۔ باقیماندہ کچھ بھاگ گئے۔ اور بعض جو ملے تو انہیں سنگین سزائیں دی گئیں۔ ناناصاحب مفقود الخبر ہو گئے۔ بادشاہِ دہلی کو رنگون میں قید کرکے بھیجدیا۔ اور انکے بیٹوں کو گولی ماردی گئی۔ اِس موقع پر ایک لطیفہ بھی قابلِ ذکر ہے۔

لطیفہ۔ غلبۂ انگریزی کے بعد جب مجرموں کی تلاش ہونے لگی۔ اور اپنے ہی دیسی بھائی ایک دوسرے پر مخبریاں کرکے سزائیں دلوانے لگے تو کسی نے **مرزا غالب** دہلی کے مشہور ومثل شاعر پر بھی پرچہ لگایا۔ کہ اُنہوں نے بادشاہِ دہلی کو قصیدہ دیا تھا۔ اور اِس میں اُس کی فتح ونصرت اور اُس کے دشمنوں کی بربادی وتباہی کی دُعا کی تھی۔ جس سے گورنمنٹ انگریزی کی بربادی مقصود تھی۔ خیر یہ بھی پکڑے گئے۔ اور حاضری پر پوچھا گیا۔ تو آپ نے نہایت سچائی کے ساتھ اِس واقعہ کا اعتراف کیا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ مَیں نے تو اِس کام سے سرکار کی ایک قابلِ قدر خدمت کی ہے۔ بغاوت کا ہیکل فوجی افسر نے متحیر ہوکر پوچھا کہ اِس کے کیا معنے؟ تو آپ نے نہایت بےتکلفی سے کہا۔ بندہ نواز! میرے قصیدہ کی ہمیشہ اُلٹی تاثیر ہوا کرتی ہے۔ جس کو دیتا ہوں وُہی برباد ہوتا ہے۔ جس کے حق میں دُعا کرتا ہوں وُہی فنا ہوجاتا ہے۔ پس جس طرح انگریز بھیس بدلکر سرکار کو اوپرے مُنہ سے بُرا بھلا بھی کہدیتے تھے۔ اور اصل میں سرکاری خدمت کیا کرتے تھے۔ ویسا ہی مَیں نے بھی کیا۔

اپنے قصیدہ کی تاثیر کا میں قایل تھا - لھذا میں نے لکھڈالا - کہ یہہ روز کا جھگڑا کہیں ختم ہو - اور سرکاری عملداری پوری طرح قایم ہو جائے - اِسپر فوجی افسر ہنس پڑے اور معاف فرمادیا -

خیر جب یہہ فتنہ فرو ہونیکو تھا - تو ملکہ معظمہ نے بصوابدید وزرائے وقت برائے آئندہ ہندوستان کا کمپنی کے قبض و تصرف سے نکالکر براہ راست اپنے ظل عاطفت میں لینا منظور فرمایا - اور ایک اعلان عام درباب معافی مجرمان اور وعدہ ملائے عنایت جاری فرمایا - جس کا ترجمہ بلفظہ درج ذیل ہے -

ملکہ کی رحمدلی - یہہ بات بھی قابل تذکرہ ہے - کہ جب اِس اعلان کا لکھا جانا تجویز ہوا - اور حسب دستور وزیر السلطنت نے اِس کا مسودہ ملکہ کے حضور میں دستخط کے لئے پیش کیا - تو آپ نے اُس کی سخت طرز تحریر اور خفیف رعائیتوں کو ملاحظہ فرماکر اُس پر دستخط کرنے سے انکار کردیا - اور فرمایا - کہ ایک میرے جیسی عیسائی عورت کس طرح اِس پر دستخط کرسکتی ہے - اِسپر دوسرا مسودہ طیار ہوا - مگر پھر بھی بہت سے الفاظ کی کمی بیشی فرماکر دستخط کئے - جس سے صاف طور پر انکی رعایا کے حال پر محبت و شفقت ظاہر ہوتی تھی - بہر حال وہ اعلان یہہ ہے -

اشتہار

اعلان ملکہ معظمہ باجلاس کونسل بنام جمیع راجگان و سرداران و والیان ریاستہائے و رعایائے ہندوستان

وکٹوریہ بفضل خدائے جل و علا وارث سلطنت متحدہ گریٹ برٹن و آئرلینڈ مع مضافات و متعلقات جو یوروپ - ایشیا - افریقہ - امریکہ - اور آسٹریلیشیہ میں واقع ہیں - حامی دین چونکہ ہم نے بباعث چند در چند قوی وجوہات کے بصلاح و رضامندی علما و فضلائے

دین و عالم امرا و اکابرانِ مملکت و وکلائے رعایا جو مجلسِ پارلیمنٹ میں فراہم ہوتے ہیں ممالکِ ہندوستان کی حکومت جو ابتک ہماری طرف سے امانتاً زیرِ اختیار ایسٹ انڈیا کمپنی کے تھی۔ اپنے قبضۂ تسلط میں لینے کا ارادہ مصمم کیا ہے۔ اِسواسطے اَب بذریعہ اعلان ہٰذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ بصلاح و رضامندی مذکورۃ الصدر ممالکِ مذکورہ کی عنانِ حکومت ہمنے اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ اور ممالکِ مذکورہ میں ہماری رعایا کو یہ ارشاد ہے۔ کہ وہ سچی وفادار اور صادق مطیع ہماری اور ہمارے جانشین اور وُرثا کی بنی رہے۔ اور جن اشخاص کو ہم وقتاً فوقتاً ممالکِ مذکورہ کے انتظام اور انصرام کیواسطے اپنی طرف سے اور اپنے نام سے مقرر کریں اُنکے اختیارِ حکومت کو تسلیم کریں چنانچہ ہم اپنے معتمد عزیز بھائی اور مشیر چارلس جان ویکونٹ کیننگ کی فراست اور لیاقت خیر سگالی پر خاص یقین اور اعتبار رکھکے ہم اُنہی کو ممالکِ متذکرہ پر عموماً ہمارے نام سے اور ہماری طرف سے حکومت اور فرمانروائی کیواسطے زیرِ اطاعت اُن احکام اور قواعد کے جو وقتاً فوقتاً اُس کو ہماری طرف سے کسی ایک اعلیٰ وزیرِ سلطنت کی معرفت پہنچتے رہیں گے۔ اپنا اوّل نائب السلطنت اور گورنر جنرل مقرر کرتے ہیں۔ اور تمام اُن عہدہ داران اور افسرانِ جنگی و ملکی کو جو ابتک ایسٹ انڈیا کمپنی کی نوکری میں تھے۔ زیر اطاعت ہماری آئندہ خوشنودی اور قواعد اور قوانین کے جو آئندہ نافذ ہوں مقرر کرتے ہیں اور تمام راجگان و اہالیانِ ہند کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تمام عہدنامجات جو مابین اُنکے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے قرار دیئے گئے ہیں۔ ہم مقبول و منظور کرتے ہیں۔ اور اُنکے جمیع شرائط اور اقرار واقعی ہم ملحوظِ خاطر رکھینگے۔ اور اُسی طرح اُن سے بھی انکی تکمیل اور تعمیل کی ہمکو اُمید ہے۔ ہمکو ممالکِ مقبوضہ موجودہ کو وسعت دینی منظور نہیں ہے۔ اور درحالیکہ ہمکو اپنے حقوق اور ممالک پر کسیطرح

کی دست درازی ناجائز و بدانتظامی مرکوز نہیں ہے۔ تو اُن کے حقوق پر بھی کسی طرح کا تجاوز جائز نہ رکھیں گے۔

جمیع راجگان و رئیسانِ ہند کے حقوق دولت و توقیر و منزلت کا ہم ایسا لحاظ رکھیں گے۔ جیسا خاص اپنے کا۔ اور ہماری یہہ خواہش ہے۔ کہ وہ اور نیز ہماری رعایا برایا اِس خوشحالی اور مدنی بہبودی کا حظ اُٹھائیں۔ جو صرف اندرونی امن اور حُسنِ انتظام سلطنت سے میسّر آسکتی ہے۔ ممالک ہندوستان کے باشندگان کی نسبت ہم اپنے تئیں اِنہیں فرائض کا پابند کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم اپنی دیگر رعایا کی نسبت پابند ہیں۔ اور وہ فرائض بعَون خداوند تعالیٰ ہم ایمانداری اور دیانت سے پورے کریں گے۔ ہمکو اپنی ذات سے دینِ عیسوی کی صداقت کا یقین واثق ہے۔ اور مذہبی تشفی کے ہم شکر گذاری کے ساتھ مُقر ہیں۔ مگر ہمارا حق اور ہمارا منشا یہہ نہیں۔ کہ ہم اپنے تیقن کو اپنی کسی رعیت پر جبراً منطبق کرائیں۔ لہذا ہم یہہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ہماری شاہانہ خوشنودی اور مرضی یہہ ہے کہ کوئی شخص اپنی مذہبی رسوم و دینی عقائد سے کسی طرح روکا نہ جائے۔ اور نہ کسی طرح کی تکلیف اور اذیت پہنچائی جائے۔ بلکہ تمام اشخاص بلارو و رعایت مساوی قانونی حفاظت کا پھل پائیں گے۔ اور جو اشخاص ہمارے ماتحت صاحب اختیار ہونگے۔ اُنکو یہہ ہمارا سخت حکم ہے۔ کہ وہ ہماری کسی رعایا کی مذہبی رسوم و پرستش میں کسی طرح کی دست اندازی نہ کریں۔ ورنہ نہایت ناخوشنودی کے مستوجب اور مورد عتاب ہوں گے۔ مزید براں یہہ ہماری مرضی ہے کہ جہانتک ممکن ہو ہماری رعایا بلالحاظ نسل و قوم آزادانہ ہماری نوکری میں وہ عہدے پائیں۔ جن کے فرائض وہ اپنی علمیت۔ لیاقت و دیانت سے بحسنِ وجوہ ادا کر سکیں۔

جو محبت باشندگان ہند کو اپنی موروثی زمین کے ساتھ ہے وہ ہم بخوبی جانتے ہیں اور ملحوظ رکھتے ہیں۔ پس اُنکے تمام حق اور مرافق جو اس سے متعلق ہیں بلحاظ مطالبہ و مالگذاری سرکار ہم محفوظ رکھینگے۔ اور نیز ہمارا یہ منشاء ہے کہ عموماً تجویز و لفاذِ قوانین میں قدیم حقوق رسم و رواج ہندوستان کا بخوبی خیال رکھا جائے ہمکو اُن خرابیوں اور مصیبتوں کا جو ہندوستان پر اولوالعزم اشخاص کے افعال کے سبب آئیں جنہوں نے بذریعہ جھوٹی خبروں اور ناراست افواہوں کے اپنے ملکی بھائیوں کو دھوکا دیکر برملا بغاوت پر برانگیختہ کیا۔ کمال افسوس و رنج ہے۔ میدانِ جنگ میں اس بغاوت کے فرو کرنے میں ہماری طاقت بخوبی ظاہر ہو گئی ہے مگر اب ہم اُن اشخاص کے جرائم جو اس طرح دھوکے میں آگئے۔ اور اب با عتبار ادائے فرائض کے راہِ راست پر آنا چاہتے ہیں۔ معاف کرکے اپنا رحم ظاہر کرتے ہیں اب بھی ایک صوبہ (اودہ) کو بخیال تخفیف خونریزی و امانِ ہی ممالک ہند ہمارے نائب السلطنت گورنر جنرل نے اکثر اُن اشخاص کو جو بلوۂ گذشتہ میں بخلاف ہماری سرکار کے مرتکب جرائم ہوئے تھے چند شرائط پر اُمید معافی دی ہے۔ اور اُن اشخاص کی نسبت جنکے جرائم حد معافی سے باہر ہیں سزا تجویز کردی ہے ہم اپنے نائب السلطنت کا یہ کام مقبول و منظور کرتے ہیں ہماری رعایت اور معافی تمام مجرموں پر عام ہوگی۔ سوائے اُن مجرموں کے جن کا قتل رعایائے انگریزی میں براہِ راست شریک ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ یا آئندہ ہوگا۔ ایسے اشخاص کی نسبت مقتضائے انصاف تعمیل ترحم سے باز رکھتا ہے جن اشخاص نے دیدہ و دانستہ اپنی مرضی سے قاتلوں کو پناہ دی یا جو اس وقت میں سرغنہ اور بانیِ مفسدہ تھے۔ اُن کی صرف جان بخشی کی کفالت ہوسکتی ہے بلکہ ایسے اشخاص کی نسبت سزا تجویز کرتے وقت اُن حالات کا جن کے باعث وہ

حلقۂ اطاعت و انقیاد آتارنے پر آمادہ ہوگئے تھے۔ بخوبی لحاظ کیا جائیگا۔ اور اُن اشخاص کی نسبت جن کے جرائم بسبب سریع الاعتقادی ایسی جھوٹھی خبروں کے امان لینے کے لئے جو مفسد مزاج شخصوں نے پھیلائیں واقع ہوئے بڑی رعائت اور فراخ دلی کیجائیگی۔ تمام اشخاص کیواسطے جنھوں نے برخلاف سرکار ہتھیار باندھے تھے ہم بذریعہ اعلان ہذا بلاشرائط جان بخشی اور معافی فرماکر تمام جرائم سے جو اُن سے برخلاف ہمارے تخت اور ہماری منزلت کے سرزد ہوئے اپنے اپنے گھروں کو واپس آنے اور پرامن اشغال میں مشغول ہونے پر رہائی دیتے ہیں۔

یہ ہماری شاہانہ خوشنودی ہے۔ کہ یہ رحم اور رہائی کے حدود تمام اُن اشخاص پر جو آئندہ جنوری کی یکم تاریخ سے پہلے اُس کی شرائط پر کاربند ہوں وسیع کیجائیں جس وقت خداوند کریم کے فضل وعنائت سے اندرونی امن وچین قائم ہوگا اُس وقت ہندوستان کی صنعت وحرفت اور دستکاری کو ترقی دینے اور رعایۂ خلائق کے رفاہ وفلاح کے کام پھیلانے اور اُس کے باشندگان کی بہبودی اور فائدہ کیواسطے اس کا انتظام اور حکمرانی کرنے کی ہماری عین خواہش ہے۔ اُن کی مرفہ الحالی میں ہماری قوت ہے۔ اُن کی خوشنودی اور رضامندی میں ہماری حفاظت اور اُن کی احسانمندی اور شکرگذاری ہی ہمارا عمدہ انعام ہے۔ قادر مطلق خدا ہمکو اور ہمارے ماتحت صاحب اختیاروں کو ہماری رعیت کی بہبودی کیواسطے ہماری یہ خواہشیں پورا کرنے کی توفیق بخشے۔

یکم۔ نومبر ۱۸۵۸ء

غدر کا خاتمہ۔ اس اعلان کے بعد غدر کا خاتمہ ہوگیا۔ اور جب ہر طرح کا امن وامان ہولیا۔ تو وائسرائے ہند نے ایک اشتہار عام مورخہ ۸ جولائی ۱۸۵۹ء کو

مستر خاتمہ غدر و اظہار اطمینان جاری فرمایا۔ اور عام طور پر تعطیل دیکر خوشی منائی گئی۔ اور جن عالی قدر رئیسوں نے گورنمنٹ کو امداد دی تھی۔ اُن کو سندات اور بعض کو جاگیرات بھی عطا فرمائیں۔ اور وہ سب کے سب گورنمنٹ کے وفادار روساء ماتحت قرار دیئے گئے۔

فصل نہم

عہد ملکہ وکٹوریہ میں ہندوستان کی طرز حکومت

وائسرائے کا منصب۔ ملکہ معظمہ کے وقت میں ہندوستان کے گورنر جنرل کو وائسرائے کا منصب بھی عطا کیا گیا۔ جس کے ماتحت تمام صوبوں کے گورنر اور لفٹنٹ گورنر اور چیف کمشنر قرار دیئے گئے۔ اور وائسرائے کا صدر مقام کلکتہ قرار پایا۔ جس کے ساتھ ایک کونسل وضع آئین و قوانین کی مقرر کی گئی۔ جو ہندوستان کے لئے قانون بنایا کرتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ یہ کونسلیں بعض دیگر صوبہ جات کی لوکل گورنمنٹوں کو بھی دی گئیں۔ انصاف و عدالت کے لئے جداگانہ محکمہ جات مقرر ہوئے۔ اور بڑے بڑے صوبوں میں انپر چیف کورٹ اور ہائی کورٹ عدالت اخیر مقرر کی گئی۔ اور گورنمنٹ کو عدالتوں سے کوئی ظاہری تعلق نہ رہا۔

ملکی عہدہ دارہ ہر صوبہ کے تمام افسران کی نگرانی اُس کے حاکم اعلیٰ کے متعلق ہوئی۔ اور پھر سب کا افسر وائسرائے تسلیم کیا گیا۔ مگر جتنے چھوٹے بڑے کو منشنڈ (مستعہد) عہدہ دار ہیں۔ خواہ وہ کسی محکمہ میں کام کرتے ہوں سکریٹری آف سٹیٹ کی منظوری سے مقرر ہوتے اور پنشن پاتے ہیں۔ اور وہیں کی منظوری سے

موقوف ہوسکتے ہیں۔ لیکن وائسرائے کی تحریر پر منظوری بھی گویا لازمی ہے

فوجی انتظام کا مدارعلیہ کمینڈر انچیف ہوتا ہے۔ اور جس قدر فوجی تقرریاں یا تبدیلیاں وغیرہ ہوتی ہیں سبکی وُہی منظوری دیتا ہے۔ ہر ایک صوبہ میں کمانڈنگ افسر مقرر ہیں۔ اور وہ سب کمینڈر انچیف کے ماتحت ہیں۔ فوج مختلف اور مناسب مقامات میں چھاونیاں ڈالکر رہتی ہے۔ کُل فوج ہندوستان میں قریباً دولاکھ رہتی ہے۔ جس میں سے ساٹھ ہزار گورہ فوج ہے۔ اور ایک لاکھ تیس ہزار ہندوستانی۔ لیکن رعایا کی اندرونی محافظت اور امن وامان کی نگہداشت اور جرائم کی بندش کا کام محکمہ پولیس کے متعلق ہے اور وہ سول حکام کے ماتحت ہیں

ریل اور تار و ڈاک مُلک کے بہت سے حصّوں میں گشت کرگئی ہے۔ اور دن بدن ترقی کرتی جاتی ہے۔ اور بالخصوص محکمۂ ڈاک نہایت ہر دلعزیزی کے ساتھ ہر طرف کام کر رہا ہے۔ ڈاک کا انتظام گورنمنٹ نے خاص اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے اور ریلوے کا کام کچھ تو گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔ اور مابقی پر انگریزوں کی سوداگر کمپنیوں نے روپیہ لگا رکھا ہے۔ اور یہ تینوں صیغے انگریزی برکات میں سے سب سے اعلےٰ ہر دلعزیز اور کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔

ہندوستان کے صوبے یعنے پریذیڈنسیاں اس وقت بارہ ہیں جن کا پتہ نقشہ ذیل سے بلجائے گا۔

نام پریذیڈنسی	نام صدر مقام	حاکم اعلیٰ کا عہدہ	انصاف کی عدالت اعلےٰ کا نام	قانونی کونسل ہے یا نہیں
مدراس	مدراس	گورنر	ہائی کورٹ	ہے
بمبئی	بمبئی	گورنر	ہائی کورٹ	ہے
بنگال	کلکتہ	لفٹنٹ گورنر	ہائی کورٹ	ہے

ممالک شمال مغرب	الہ آباد	لفٹنٹ گورنر	ہائی کورٹ	ہے
برہما	رنگون	لفٹنٹ گورنر	چیف کورٹ	ہے
پنجاب	لاہور	لفٹنٹ گورنر	چیف کورٹ	ہے
آسام	شیلانگ	چیف کمشنر	جوڈیشل کمشنری	نہیں
ممالک متوسط	ناگپور	کمشنر	جوڈیشل کمشنری	نہیں
برار	ایلچپور	کمشنر	.	نہیں
کورگ	مرکرا	کمشنر	.	نہیں
اجمیر میرواڑہ	اجمیر	کمشنر	کمشنری	نہیں
جدید صوبہ سرحدی	پشاور	کمشنر	کمشنری یا جرگہ سسٹم	نہیں

ہندوستان کے حکام کی تنخواہات حسب ذیل ہیں۔

نام عہدہ	ماہوار تنخواہ بحساب روپیہ	نام عہدہ	ماہوار تنخواہ بحساب روپیہ
گورنر جنرل و وائسرائے ہند	۲۵۸۰۰	لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی	۸۳۳۳
اسٹاف و اخراجات خانگی	۲۲۴۹۳	اخراجات خانگی و سفر خرچ	۸۰۰۰
گورنر مدراس	۱۰۰۰۰	لفٹنٹ گورنر پنجاب	۸۳۳۳
بھتہ و اخراجات سفر	۸۰۰۰	اخراجات خانگی و سفر خرچ	۴۱۸۸
گورنر بمبئی	۱۰۰۰۰	چیف جسٹس بنگال	۶۰۰۰
بھتہ و اخراجات سفر	۸۰۰۰	ہر ایک ممبر کونسل آف گورنر جنرل	۶۴۰۰
پریزیڈنٹ کونسل آف گورنر جنرل	۶۶۰۰	چیف جسٹس مدراس	۵۰۰۰
لفٹنٹ گورنر بنگال	۸۳۳۳	چیف جسٹس بمبئی	۵۰۰۰
اخراجات خانگی و سفر خرچ	۲۴۲۹	چیف کمشنر آسام	۴۱۶۶

نام عہدہ	ماہواری تنخواہ بحساب روپیہ	نام عہدہ	ماہواری تنخواہ بحساب روپیہ
چیف کمشنر ممالک متوسط	۴۱۶۶	ہر جج بمبئی کورٹ	۳۷۵۰
لفٹنٹ گورنر برہما	۸۳۳۳	ہر جج چیف کورٹ پنجاب	۳۵۰۰
ہر کمشنر سرحد و اجمیر و کورگ و برار	۴۰۰۰	چیف جج پنجاب	۳۷۵۰
ہر ممبر کونسل مدراس	۵۱۱۶	کمشنر پرمٹ وغیرہ	۳۵۰۰
ہر ممبر کونسل بمبئی	۵۱۲۰	سروے اینڈ سیٹلمنٹ کمشنر	۳۸۰۰
رزیڈنٹ حیدر آباد دکن	۴۸۴۰	فرسٹ گریڈ جج و سشن جج	۳۷۵۰
ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ	۴۰۰۰	پولیٹیکل رزیڈنٹ عدن۔	۳۰۰۰
ایجنٹ گورنر جنرل وسط ہند	۴۰۰۰	پولیٹیکل ایجنٹ کاٹھیاوار	۲۵۰۰
ایجنٹ گورنر جنرل بڑودہ	۲۵۰۰	پولیٹیکل ایجنٹ کولھاپور	۲۱۰۰
ایچ۔ ای کمانڈر انچیف	۵۸۳۴	منٹ ماسٹر	۳۰۰۰
ایڈیشنل ممبر کونسل بمبئی	۴۴۳۵	کمشنر سالٹ رونیو	۲۵۰۰
چیف سکرٹری بمبئی	۳۷۵۷	ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم	۲۵۰۰
پولیٹیکل سکرٹری	۳۱۳۵	سرجن جنرل	۲۵۰۰
جنرل کمانڈنگ ڈویژن	۲۵۰۰		

ہندوستان کی دیسی ریاستیں۔ چھوٹی چھوٹی تو بہت زیادہ ہیں مگر جن ریاستوں کو اپنے ہاں دیوانی فوجداری اختیارات حاصل ہیں اور ان کو توپ سلامی بھی مقرر ہیں وہ ایک سو تریپن (۱۵۳) ہیں۔ اُن کی نگہداشت کے لئے بڑی ریاستوں میں جا بجا رزیڈنٹ مقرر ہیں۔ اور عام طور پر راجپوتانہ اور سنٹرل انڈیا میں ایجنٹ گورنر جنرل مقرر ہیں۔ جو اپنے خاص انتظامات سے اپنے اپنے

حلقے کی ریاستوں کی خبر گیری رکھتے ہیں۔ یہہ تمام ریاستیں گورنمنٹ کے ماتحت باجگذار شمار کیجاتی ہیں۔ اور روز بروز ان میں انگریزی انتظام کی تقلید ہوتی جاتی ہے۔ ان کل دیسی ریاستوں کا رقبہ قریب چھ لاکھ مربع میل کے اور آبادی موجودہ اندازے سے قریب سات کروڑ نفوس کے ہے۔ مشہور ریاستوں کا نقشہ یہہ ہے۔

اسلامی ریاستیں

نمبر شمار	نام ریاست	رقبہ ریاست بحساب میل مربع	آمدنی ریاست بحساب روپیہ	آبادی ریاست	خراج کنٹنجنٹ	توپ سلامی	علاقہ رزیڈنٹی	سال عہدنامہ
۱	حیدر آباد دکن	۹۸۰۰۰	دو کروڑ	۱۰۵۰۰۰۰۰	کل آمدنی ملک برار	۲۱	رزیڈنٹی مستقل	سنہ ۵۹ و ۶۶ و ۱۸۰۰
۲	بھوپال	۸۲۰۰	۴۸۳۳۰۰	۹۵۴۹۰۱	دو لاکھ	۱۹	سیہور	سنہ ۱۸۱۸ء
۳	بہاولپور	۲۲۰۰۰	۱۸۷۲۰۳۱	۶۴۰۰۰۰	خراج نہیں دیتی گورنمنٹ دوستانہ انکی مدد کرتی ہے	۱۷	پنجاب	سنہ ۱۸۳۸ء
۴	جوناگڑھ	محسوب رقبہ بریاست کاٹھیاواڑ ہنود	پندرہ لاکھ	۳۸۰۰۰۰	۲۸۳۲۴	۱۱	کاٹھیاواڑ	سنہ ۱۸۰۷ء
۵	رامپور	۹۴۵	۱۴۶۰۴۰۰	۵۱۰۰۰۰	بلا ادائے زر کنٹنجنٹ گورنمنٹ انکی معین	۱۳	روہیلکھنڈ	سنہ ۱۷۹۴ء

نمبر	نام ریاست	رقبہ ریاست بحساب میل مربع	آمدنی ریاست بحساب روپیہ	آبادی ریاست	خراج کنٹنجنٹ	التواپ سلامی	علاقہ رزیڈنٹی	سال عہدنامہ
۶	ٹونک	۲۷۳۰	۱۱ لاکھ	۳۳۸۰۲۹	بلا اداے زر کنٹنجنٹ گورنمنٹ انکی معین ہے	۱۷	دیوالی راجپوتانہ	سنہ ۱۸۱۷ ع
۷	جاوڑہ	۸۷۲	۷۹۹۳۰۰	۱۰۸۴۳۴	۳۶۸۱۰	۱۳	مالوہ	
۸	رادہن پور	۸۳۳	۵ لاکھ	۹۲۰۰۰	زر خراج سنہ ۱۸۲۵ ع سے معاف کیا گیا	۱۱	ایجنٹی پالن پور	. سنہ ۱۸۱۳ ع
۹	پالن پور	۳۸۳۳	۴ لاکھ	۲۱۶۰۰۰	۴۵۵۰۰	۱۱	بمبئی	سنہ ۱۸۱۳ ع
۱۰	کھمبی	۳۵۰	۳۵۰۰۰۰	۱۷۵۰۰۰	خراج نہیں دیتی	۱۱	بمبئی	سنہ ۱۷۷۱ ع
۱۱	منیر پور	۶۱۰۹	۳۴۰۰۰۰		بوقت ضرورت امداد فوج	.	سندھ	سنہ ۱۸۳۲ ع
۱۲	مالیر کوٹلہ	۱۶۵	۲ لاکھ	۷۱۰۵۱	۵۲ نفر سوار	۹ و ذاتی ۱۱	پنجاب	سنہ ۱۸۶۲ ع
۱۳	باؤنی	۱۲۷	ایک لاکھ	۱۷۰۵۵	بوقت صدر نشینی رئیس ۵۰۰۰	۱۱	بوندیل کھنڈ	
۱۴	بالاسنور	۱۸۹	۸۰۰۰۰	۴۲۰۰۰	۱۱۰۷۹	۹	ریوا کنتھا	سنہ ۱۸۳۸ ع
۱۵	کوروائی	....	.....	......	....	۹	.	.
				ریاستہائے ہنود				
۱	اجے گڑھ	۸۰۲	۲۲۵۰۰۰	۸۱۴۵۴	۷۰۱۳	۱۱	بوندیل کھنڈ	سنہ ۱۸۰۷ ع سنہ ۱۸۱۲ ع
۲	علی راجپور	۸۰۰	۲۰۰۰۰۰	۵۶۸۲۷	بگورنمنٹ ۱۰۰۰ و بلوائی ہر ۲۰۰	۹	سنٹرل انڈیا	سنہ ۱۸۰۶ ع
۳	الور	۳۰۰۰	۲۳۰۰۰۰۰	۱۸۳۹۲۶	بوقت ضرورت سرکار انگریزی کو فوج دیتی ہے	۱۵	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۰۳ ع

نمبر	نام ریاست	رقبہ ریاست بحساب میل مربع	آمدنی ریاست بحساب روپیہ	آبادی ریاست	اخراج کنٹنجنٹ	اتواپ سلامی	علاقہ ریزیڈنسی	سال عہدنامہ
۴	باسندا	۲۴۲	۱۰۲۸۳۶	۳۲۰۰۰	۷۳۵۱	۹	سورت	عہدنامہ زبانی بذریعہ اجنٹی سورت
۵	بانسواڑہ	۱۵۰۰	۳۰۰۰۰۰	۱۵۲۰۴۵	۳۹۱۲۹	۱۵	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۱۸ع
۶	بریا	۸۱۳	۱۷۵۰۰۰	۵۳۰۰۰	۱۰۰۰۰	۹	ریواکنٹا	سنہ ۱۸۰۳ و سنہ ۱۸۰۳
۷	بڑودہ	۴۳۹۹	۱۰۲۵۰۰۰۰	۲۱۵۸۸۹۹	ندارد	۲۱	گجرات	سنہ ۱۸۰۵ع و ۱۸۴۰ع
۸	بڑوانی	۲۰۰۰	۷۷۰۰۰	۵۶۴۴۵	ایضاً	۹	سنٹرل انڈیا	زبانی
۹	بنارس	۹۸۵	۸۰۰۰۰	۴۰۰۰۰۰	۲۹۸۶۰۰	۱۳	الہ آباد	سنہ ۱۸۲۸ع
۱۰	بروندہ	۲۳۰	۲۸۰۰۰	۱۷۲۸۴	ندارد	۹	بوندیل کھنڈ	سنہ ۱۸۷۷ع
۱۱	بھاؤنگر	۰	۲۵۰۰۰۰۰	۴۱۰۰۰۰۰	۱۳۰۰۰۰	۱۱	کاٹھیاواڑ	سنہ ۱۸۰۷ع
۱۲	بھرتپور	۱۹۷۴	۲۰۷۵۰۰۰	۶۴۳۵۵۴	ندارد	۱۷	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۰۵ع
۱۳	بجاور	۹۲۰	۲۲۵۰۰۰	۱۱۳۲۸۵	ایضاً	۱۱	بوندیل کھنڈ	سنہ ۱۸۱۱ع
۱۴	بیکانیر	۲۲۴۰۰	۱۰۲۴۳۲۷	۵۰۹۰۲۱	ایضاً	۱۷	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۰۱ع
۱۵	بوندی	۲۳۰۰	۸۰۰۰۰۰	۲۵۴۷۰۱	۱۲۰۰۰۰	۱۷	راجپوتانہ	عہد زبانی
۱۶	کشمیر	۶۸۰۰۰	۸۲۳۲۰۰۰	۱۵۴۰۰۰۰	ندارد	۱۹	پنجاب	سنہ ۱۸۴۶ع
۱۷	چمبہ	۳۲۱۶	۱۰۹۳۷۰	۱۱۵۷۷۳	۵۰۰	۱۱	پنجاب	سنہ ۱۸۴۸ع
۱۸	چھترپور	۱۲۴۰	۲۵۰۰۰۰	۱۶۴۳۴۵	چہارم آمدنی ریاست	۱۱	بوندیل کھنڈ	سنہ ۱۸۰۶ع
۱۹	چرکھاری	۸۸۱	۵۰۰۰۰۰	۱۴۳۰۱۵	۸۵۸۳	۱۱	بوندیل کھنڈ	سنہ ۱۸۱۱ و ۴ع
۲۰	چھوٹا اودے پور	۸۷۳	۳۰۰۰۰۰	۷۳۰۰۰	۸۸۶۹	۹	ریواکنٹا	سنہ ۱۸۲۰ع
۲۱	کوچین	۱۳۶۱	۱۳۰۸۵۱۴	۶۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۱۷	مدراس	سنہ ۱۸۰۹ع

نمبر	نام ریاست	رقبہ ریاست بحساب میل مربع	آمدنی ریاست بحساب روپیہ	آبادی ریاست	اخراج کنٹنجنٹ	سلامی التواپ	علاقہ ریزیڈنسی	سال عہدنامہ
۲۲	دتیا	۲۸۶	۱۰۰۰۰۰	۱۸۲۵۹۸	۱۵۰۰۰	۱۵	بوندیل کھنڈ	سنہ ۱۸۰۴ء
۲۳	دیواس	۲۵۶۹	۱۱۱۸۹۰	۷۳۹۴۰	۳۵۰۰۰	۱۵	سنٹرل انڈیا	سنہ ۱۸۱۸ء و سنہ ۱۸۱۸ء
۲۴	دھار	۲۵۰۰	۸۰۰۰۰	۱۳۹۲۴۴	۱۹۶۵۶	۱۵	مالوہ	سنہ ۱۸۱۹ء
۲۵	دھرم پور	۷۱۳ ۱/۴	۲۵۰۰۰	۷۴۴۰۰	۷۰۰	۹	سورت	سنہ ۱۸۰۲ء زبانی
۲۶	دھرول	۰	۱۵۰۰۰	۱۹۰۰۰	ندارد	۹	کاٹھیاواڑ	سنہ ۱۸۰۷ء
۲۷	دھولپور	۱۶۰۰	۱۱۰۰۰۰	۲۴۹۴۵۶	ایضاً	۵	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۰۴ء
۲۸	درنگدرہ	۳۰۰۰	۴۰۰۰۰۰	۰	ایضاً	۱۱ ذاتی ۱۵	کاٹھیاواڑ	سنہ ۱۸۰۷ء
۲۹	ڈونگرپور	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰	۱۵۳۳۸۱	۲۷۳۸۷	۱۵	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۱۸ء
۳۰	ایڈر	۰	۲۵۰۰۰	۲۵۸۰۰۰	۳۰۳۹۹	۱۵	ماہی کانٹھا	سنہ ۱۸۳۰ء
۳۱	فرید کوٹ	۶۰۰	۳۰۰۰۰	۹۷۰۳۴	ندارد	۱۱	کمشنری ستلج	سنہ ۱۸۶۳ء
۳۲	گڑھوال یعنی ٹہری	۴۱۸۰	۸۰۰۰۰	۱۵۰۰۰۰	ندارد	۱۱	الہ آباد	زبانی
۳۳	گونڈال	۰	۸۸۰۰۰	۱۳۰۰۰۰	ندارد	۹	کاٹھیاواڑ	سنہ ۱۸۰۷ء [illegible]
۳۴	گوالیار	۳۳۱۱۹	یک کروڑ بتیس لاکھ	۲۹۶۳۹۵۱	۱۹۶۵۶	۱۹	سنٹرل انڈیا	سنہ ۱۸۸۵ء
۳۵	اندور	۸۰۰۰	۵۰۰۰۰۰	۱۰۵۴۲۳۷	۲۳۸۱۵۳	۱۹	ایضاً	سنہ ۱۸۱۸ء
۳۶	جیپور	۱۵۲۵۰	۴۷۵۰۰۰۰	۲۵۳۴۳۵۷	۴۰۰۰	۱۷ ذاتی	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۰۳ء
۳۷	جیسلمیر	۱۲۵۵۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۱۱۴۳	۰	۱۵	ایضاً	سنہ ۱۸۱۸ء
۳۸	جھابوا	۱۵۰۰	۲۲۵۰۰۰	۹۲۹۳۹	۱۴۷۴	۱۱	سنٹرل انڈیا	زبانی
۳۹	جھالاواڑ	۲۵۰۰	۱۶۰۰۰۰۰	۳۴۰۴۸۸	۸۰۰۰۰	۱۵	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۳۸ء
۴۰	جیند	۱۲۳۶	۶۵۰۰۰۰	۲۴۴۸۶۲	۲۵ سوار	۱۱	کمشنری ستلج	زبانی

نمبر	نام ریاست	رقبہ ریاست بحساب میل مربع	آمدنی ریاست بحساب روپیہ	آبادی ریاست	خراج گنمنٹ	التواپ سلامی	علاقہ رزیڈنسی	سال عہدنامہ
۴۱	کچھہ	۶۵۰۰	۱۴۰۰۰۰۰	۵۱۲۰۸۴	۱۸۶۶۴۹	۱۷	بمبئی	سنہ ۱۸۰۹ع
۴۲	کہلور یعنی بلاسپور	۴۴۸	۱۰۰۰۰۰	۸۶۵۴۶	ندارد	۱۱	کمشنری ستلج	سنہ ۱۸۱۵ع
۴۳	کپور تھلہ	۸۰۰	۷۰۰۰۰۰	۲۵۲۶۱۷	۱۸۱۰۰۰	۱۱	ایضاً	زبانی
۴۴	قرولی	۱۸۷۰	۵۰۰۰۰۰	۱۴۸۶۴۰	ندارد	۱۷	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۱۷ع
۴۵	کہروند	۳۷۴۵	۲۰۰۰۰	۰	ندارد	۰	سنٹرل انڈیا	زبانی
۴۶	کھلچی پور	۲۰۴	۱۷۵۰۰۰	۰	۱۳۱۳۸	۰	اجنٹی بہوپال	سنہ ۱۸۱۹ع
۴۷	کشن گڑھ	۷۲۴	۱۴۰۰۰۰	۱۱۲۶۳۳	ندارد	۱۵	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۱۸ع
۴۸	کولاپور	۳۱۸۴	۳۴۷۲۴۳	۸۰۲۳۰۰	ندارد	۱۹	بمبئی	زبانی
۴۹	کوٹا	۵۰۰۰	۲۲۰۰۰۰۱	۵۱۷۲۷۵	۳۸۴۷۲۰	۱۷	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۱۷ع
۵۰	کوچ بہار	۱۳۰۷	۱۰۰۰۰۰۰	۵۳۲۰۰	۶۷۷۰۰	۱۳	بنگال	سنہ ۱۷۷۳ع
۵۱	لیمری	۰	۲۰۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	ندارد	۹	کاٹہیاواڑ	سنہ ۱۸۰۷ع
۵۲	لوناواڑہ	۳۸۸	۱۲۵۰۰۰	۷۵۰۰۰	۱۸۰۰۲	۹	ریواکنٹا	سنہ ۱۸۲۳ع
۵۳	میسور	۲۷۰۷۷	۱۰۲۹۰۲۳۳	۵۰۱۹۰۰۰	۲۴۵۰۰۰۰	۲۱	مدراس	سنہ ۱۷۹۹ع
۵۴	منڈی	۱۲۰۰	۳۶۵۰۰۰	۱۷۴۰۱۷	۱۰۰۰۰۰	۱۱	کمشنری ستلج	سنہ ۱۸۴۶ع
۵۵	منی پور	۳۰۰	۵۰۰۰۰	۱۲۶۰۰۰	ندارد	۱۱	کمشنری سرحد شمال و مشرق	زبانی
۵۶	مارواڑ یعنی جودہپور	۳۵۰۷۰	۲۵۰۰۰۰۰	۱۷۲۰۱۸۲	۲۰۸۰۰۰	۱۷ و ۱ ذاتی	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۱۸ع
۵۷	میواڑ یعنی اودے پور	۱۱۶۱۴	۴۳۰۰۰۰۰	۱۴۹۴۲۵	۲۵۰۰۰۰	۱۹ و ۲ ذاتی	ایضاً	سنہ ۱۸۱۸ع
۵۸	مردی	۰	۶۵۵۰۰۰	۹۱۰۰۰	ندارد	۱۱	کاٹہیاواڑ	سنہ ۱۸۶۷ع
۵۹	میہیر	۴۰۰	۸۰۰۰۰	۸۱۷۰۹	ندارد	۹	بوندیل کھنڈ	زبانی

نمبر	نام ریاست	رقبہ ریاست بحساب مربع میل	آمدنی ریاست بحساب روپیہ	آبادی ریاست	خراج کنٹجنٹ	توپ سلامی	علاقہ رزیڈنسی	سال عہدنامہ
۶۰	نابھا	۸۶۳	۶۵۰۰۰۰	۲۶۱۸۲۴	۵۰ سوار	۱۱	کمشنری ستلج	زبانی
۶۱	ناگود	۴۵۰	۱۵۰۰۰۰	۷۹۶۲۹	ندارد	۹	بوندیل کھنڈ	زبانی
۶۲	نرسنگھ گڑھ	۷۲۰	۴۰۰۰۰۰	۱۱۲۴۲۷	۸۵۰۰۰ سکہ بھوپالی	۱۱	ایجنسی بھوپال	سنہ ۱۸۱۸ء
۶۳	نوانگر	۰	۱۵۰۰۰۰۰	۳۳۹۱۰۰۰	۵۰۳۱۴	۱۱ و ذاتی ۱۵	کاٹھیاواڑ	سنہ ۱۸۰۷ء
۶۴	پرتاب گڑھ	۱۴۶۰	۶۰۰۰۰۰	۷۹۵۶۸	۷۲۷۰۰	۱۵	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۱۸ء
۶۵	پنا	۲۵۵۵	۵۰۰۰۰۰	۲۲۷۳۰۶	۹۲۷۵۵	۱۱ و ذاتی ۱۳	بوندیل کھنڈ	سنہ ۱۸۱۱ و ۷ء
۶۶	پلیٹنا	۰	۳۰۰۰۰۰	۴۷۲۷۱	ندارد	۹	کاٹھیاواڑ	سنہ ۱۸۰۷ء
۶۷	پٹیالہ	۵۴۱۲	۴۴۰۰۰۰۰	۱۴۶۴۴۲۳	یکصد نفر	۱۷	کمشنری ستلج	زبانی
۶۸	پوربندر	۰	۴۰۰۰۰۰	۷۲۰۰۰	۲۱۳۰۰	۱۱	کاٹھیاواڑ	سنہ ۱۸۰۷ء
۶۹	راج پیپلا	۱۵۱۴	۰	۱۲۰۰۰۰	۶۵۰۰۰	۱۱	ریوا کنتھا	سنہ ۱۸۲۱ء
۷۰	راجکوٹ	۰	۱۶۰۰۰۰	۷۳۰۰۰	۱۸۵۹۱	۰	کاٹھیاواڑ	سنہ ۱۸۰۷ء
۷۱	ریوان	۱۳۰۰۰	۲۵۰۰۰۰۰	۱۳۵۵۱۲۴	ندارد	۱۷	بوندیل کھنڈ	سنہ ۱۸۱۲ء
۷۲	رتلام	۱۲۰۰	۵۸۰۰۰۰	۸۷۳۱۴	۸۴۰۰۰ سلیم شاہی	۱۱	مالوہ	سنہ ۱۸۶۰ء
۷۳	سمتھر	۱۷۵	۴۰۰۰۰۰	۳۸۸۳۳	ندارد	۱۱	بوندیل کھنڈ	سنہ ۱۸۱۲ء
۷۴	سنت واڑی	۹۰۰	۲۹۴۰۰۰	۵۰۰۰۰	ندارد	۹	بمبئی	سنہ ۱۸۱۲ء
۷۵	سروہی	۳۲۰۰	۱۱۰۰۰۰	۱۴۲۹۰۰۰	۷۵۰۰	۱۵	راجپوتانہ	سنہ ۱۸۲۳ء
۷۶	سلانہ	۵۰۰	۱۲۱۴۰۰	۲۹۷۲۳	۴۲۰۰۰ سلیم شاہی	۱۱	مالوہ	سنہ ۱۸۶۰ء
۷۷	سرمور ناہن	۱۰۹۴	۲۸۵۰۵۴	۱۱۲۳۷۱	ندارد	۱۱	کمشنری ستلج	سنہ ۱۸۱۵ء
۷۸	سیتامئو	۳۵۰	۱۵۰۰۰۰	۳۰۸۳۹	۵۰۰۰	۱۱	مالوہ	سنہ ۱۸۱۸ء

نمبر	نام ریاست	رقبہ ریاست بحساب میل مربع	آمدنی ریاست بحساب روپیہ	آبادی ریاست	خراج کنٹنجنٹ	اتواپ سلامی	علاقہ ریزیڈنسی	سال عہدنامہ
۷۹	سونتھ	۳۹۴	۸۰۰۰۰	۸۰۰۰۰	۷۰۰۰۰	۹	ریوا کنٹھا	سنہ ۱۸۱۹ء
۸۰	سوکیت	۴۲۰	۶۷۷۵۳	۵۴۴۴۴	۱۱۰۰۰	۱۱	کمشنری ستلج	سنہ ۱۸۴۶ء
۸۱	بپتر	۳۸۶۷	۱۸۶۶۴۴	۷۸۰۰۰	۴۷۷۰۰	۱۳	کمشنری شمال و مشرق	زبانی
۸۲	ٹراونکور	۶۶۵۳ ۳	۵۳۵۰۰۰۰	۲۳۲۳۰۰۰	ندارد	۱۹ و ذاتی ۲۱	مدراس	سنہ ۱۸۹۵ء سنہ ۱۸۰۵ء
۸۳	اوندچھ	۲۰۰۰	۹۰۰۰۰۰	۳۱۱۵۱۴	ندارد	۱۵ و ذاتی ۱۷ ۱۹	بوندیل کھنڈ	سنہ ۱۸۱۲ء
۸۴	بردوان	۰	۳۵۰۰۰۰	۵۶۴۴۵	۳۲۴۹۷	۹	کاٹھیاواڑ	سنہ ۱۸۰۷ء
۸۵	وڈھوانیر	۰	۱۲۵۰۰۰	۲۹۰۰۰	ندارد	۹	کاٹھیاواڑ	سنہ ۱۸۰۷ء
۸۶	راجگڑھ	۶۴۴	۳۵۰۰۰۰	۱۱۷۵۴۴	۸۵۰۰۰	۱۱	ایجنسی بھوپال	سنہ ۱۸۱۸ء

خود مختار ریاستیں۔ ہندوستان کے شمال میں افغانستان ایک خود مختار زبردست سلطنت ہے۔ جسپر ضیاء الملت والدین امیر عبدالرحمن خان صاحب حکمراں ہیں ان کے دربار میں گورنمنٹ انگریزی کا ایک سفیر رہتا ہے۔ اور اسیطرح ایک انکا سفیر وائسرائے ہند کے دربار میں موجود رہتا ہے۔ افغانستان کو گورنمنٹ انگریزی کیطرف سے اٹھارہ لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ اِس غرض سے دیا جاتا ہے۔ کہ وہ اِس سے حفاظتی فوج رکھکے اپنے ملک کو مستحکم کرسکیں۔ اور ہر وقت حملہ روس سرکارِ انگلشیہ کے ساتھ ملکر مدافعت کریں۔

اِن کے علاوہ سرحد کے بعض خود مختار فرقوں کے ملکوں کو بھی معقول وظائف اِس غرض سے دیئے جاتے ہیں کہ وہ اپنے ملک میں امن کے ساتھ رہیں اور سرکار کے وفادار بنے رہیں۔

ماسوا اِنکے بھوٹان (تبت) نیپال اور سکم کی ریاستیں بھی مطلق خود مختار ہیں

اور انکے وکلاء بھی وائسرائے ہند کے حضور میں حاضر رہتے ہیں۔

سفرائے دول یوروپ۔ ہندوستان چونکہ ایک زرخیز ملک ہے اور قریباً یوروپ کی تمام سلطنتوں سے یہاں تجارتی اشیاء آتی رہتی ہیں۔ لہذا تجارتی تعلقات اور پولیٹیکل وجوہات پر اکثر دول یوروپ کے سفیر بھی وائسرائے ہند کے ہاں رہتے ہیں۔ بلکہ وائسرائے کے سوا۔ بنادر بمبئی و مدراس و کراچی میں بھی رہتے ہیں۔ جن ممالک کے سفیر یہاں رہتے ہیں۔ اُن کے نام یہہ ہیں۔

۱۔ اٹلی۔ ۲۔ آسٹریا ہنگری۔ ۳۔ اضلاع متحدہ امریکہ۔ ۴۔ ایران۔ ۵۔ بیلجیم۔ ۶۔ پرتگال۔ ۷۔ ٹرکی۔ ۸۔ جرمنی۔ ۹۔ چلی۔ ۱۰۔ ڈنمارک۔ ۱۱۔ سویڈن ناروے ۱۲۔ سیام۔ ۱۳۔ روس۔ ۱۴۔ فرانس۔ ۱۵۔ ہندہرلینڈ۔ ۱۶۔ ہسپانیہ۔ ۱۷۔ یونان

ہندوستان کے وائسرائے۔ ملکہ معظمہ کے عنان حکومت ہند سنبھالنے کے بعد یہہ صاحبان ہوئے ہیں۔

۱۔ لارڈ کے ننگ ۱۸۵۶ء سے ۱۸۶۲ء تک
۲۔ لارڈ الگن ۱۸۶۲ء سے ۱۸۶۳ء تک
۳۔ سرجان چارلس ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۹ء تک
۴۔ لارڈ میو ۱۸۶۹ء سے ۱۸۷۲ء تک
۵۔ لارڈ نارتھ بروک ۱۸۷۲ء سے ۱۸۷۶ء تک
۶۔ لارڈ لٹن ۱۸۷۶ء سے ۱۸۸۰ء تک
۷۔ لارڈ رپن ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک
۸۔ لارڈ ڈفرن ۱۸۸۴ء سے ۱۸۸۸ء تک
۹۔ لارڈ لینسڈون ۱۸۸۹ء سے ۱۸۹۴ء تک
۱۰۔ لارڈ الگن ۱۸۹۴ء سے ۱۸۹۹ء تک
۱۱۔ لارڈ کرزن ۲۵ جنوری ۱۸۹۹ء سے تاحال

پنجاب کے لفٹننٹ گورنر اب تک یہہ صاحبان ہوئے ہیں۔

۱۔ سرجان لارنس ۱۸۵۹ء۔ ۲۔ سر رابرٹ منٹگمری ۱۸۵۹ء۔ ۳۔ سرجان میکلوڈ ۱۸۶۵ء۔ ۴۔ سر ہنری ڈیورنڈ ۱۸۷۰ء۔ ۵۔ سر آر۔ ایچ ڈیوس ۱۸۷۱ء۔ ۶۔ سر رابرٹ ایجرٹن ۱۸۷۷ء۔ ۷۔ سر چارلس امبرسٹن ایچیسن ۱۸۸۲ء۔ ۸۔ سر جیمس لائل ۱۸۸۷ء۔ ۹۔ سر ڈینس فٹزپیٹرک ۱۸۹۲ء۔ ۱۰۔ سر میکورتھ ینگ ۱۸۹۷ء سے تاحال

باب ششم

ملکہ وکٹوریہ کے سلطنتی جشن

فصل اوّل

جشنِ قیصری

جشنِ تاج پوشی اور جشنِ شادی کا تذکرہ ناظرین اس سے پہلے ابواب میں پڑھ چکے ہیں۔ اُن کے بعد ہندوستان کی عنانِ حکومت اپنے دستِ خاص میں لینے کے باعث ۱۸۷۶ء میں ملکہ معظمہ نے "قیصرہ ہند" کا خطاب قبول فرماکر ایک جشن عام منعقد فرمایا۔ جو تاریخ میں اپنی عظمت و شان اور تزک و احتشام کے باعث خاص طور پر یادگار رہیگا جسکے لیٔے ۲۸۔ اپریل ۱۸۷۶ء کو ملکہ معظمہ کے مُہر و دستخط سے اِس مضمون کا اعلان نافذ ہوا۔ کہ آپ اپنے القاب و خطاب میں قیصرہ ہند کا خطاب انزاد فرماتی ہیں۔ اور سکرٹری اوف سٹیٹ ہند کے مُراسلہ مورخہ ۱۳ جولائی ۱۸۷۶ء کے ذریعہ گورنمنٹ ہند کو اس تقریب سعید پر ایک عالیشان دربار منعقد کرنے کی ہدایت دی گئی۔ تاکہ ہندوستان کی تمام جماعتوں میں اس امر کا خاطر خواہ اعلان ہو جائے۔ اور ہندوستانی رعایا پر اپنے تعلقات کا تاج برطانیہ سے پیوستہ ہو جانا بخوبی ظاہر ہو جائے۔

ہندوستان میں دربارِ قیصری کا اعلان - لارڈ لٹن صاحب بہادر جو اُس وقت ہندوستان کے گورنر جنرل و وائیسرائے تھے - اُنہوں نے ملکہ ممدوحہ کے اِس منشاء سے واقف ہو کر تمام ملک میں اپنے ایک خاص اعلان کے ذریعہ مشتہر فرمایا کہ اِس تقریب سعید پر ہندوستان کے قدیمی دارالسلطنت دہلی میں یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو دربارِ قیصری منعقد کیا جائے گا جس کے مطابق تمام رؤسائے ہندوستان اور والیانِ ریاستہائے ہند کی خدمت میں دعوتی مراسلے روانہ کئے گئے - اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ طیاریاں ہونے لگیں۔

دہلی میں دربارِ قیصری - واقعی نہایت موزون تھا - گورنمنٹ کی طرف سے بھی اُس موقع پر جو اہتمام کیا گیا تھا - غالباً اُس کے بعد کبھی دیکھنے میں نہیں آیا ہندوستان کے تمام راجے مہاراجے - نواب - خوانین - رئیس - درباری - ایڈیٹران اخبارات اُردو و انگریزی - معززین و عمائدین اس موقع پر گورنمنٹ کے مہمان ہوئے تھے - اور ان کی مہمانداری کی مراسم نہایت فراخ دلی اور انتظام کافی سے عمل میں لائی جا رہی تھیں - شہر کے باہر خیموں - خرگاہوں کا ایک طلسمی مگر اُجلا شہر آباد ہو گیا تھا - ہر طرف طرح طرح کے مختلف الاوضاع لوگ چلتے پھرتے ہنستے کھیلتے نظر آ رہے تھے - اور دریا دلی و فیاضی کی ریل پیل ہو رہی تھی - ایشیائی رئیسوں میں تو فیاضی - سیر چشمی - جود و سخا - قدرتی زیور ہیں - مگر اِس موقع پر گورنمنٹ ہند نے بھی اِس میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی - ہزار ہا قیدی جو خفیف جرائم میں سزایاب ہوئے تھے اِسی خوشی میں رہا کر دیئے گئے - اور ہزار ہا کی قیدوں میں تخفیف کر دی گئی - ماسوا اِس کے سَو روپیہ کے عوض جو لوگ ہندوستان بھر کے دیوانی جیلخانجات میں قید تھے اُنکا قرضہ گورنمنٹ نے اپنے پاس سے ادا کر کے رہا کر دیا - اور ہندوستان کے ہر ایک مقام پر چراغان اور دوسرے نمائشی ذرائع سے وہ اظہارِ خوشنودی

کیا گیا کہ تاریخ انگریزی میں یادگار رہیگا۔
دیسی والیانِ ریاست۔ مختلف صوبہ ہائے ہند کے گورنر اور بڑے بڑے عہدہ دار غرضکہ تمام مشاہیر ہند اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک دہلی پہنچ چکے تھے۔ اِن سب کے بعد ہز ایکسیلنسی نواب وائسرائے و گورنر جنرل کشور ہند رونق افروز ہوئے۔ اُن کے استقبال کو تمام مشاہیر ملک دلی شوق و محبت اور طاعت و ارادت سے ریلوے سٹیشن پر موجود تھے۔ چنانچہ ۲۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو لارڈ کرزن صاحب گورنر جنرل و ائسرائے ہند کی سواری اِس شاہانہ جلوس کے ساتھ شہر میں سے ہوکر نکلی۔ جیسا کہ پرانے حکمرانانِ ایشیا کا دستور تھا۔ یہ جلوس بھی ایسا لائق دید تھا کہ غالباً اُس کے بعد خاکِ ہند نے نہ دیکھا ہوگا۔ جس طرح ہندوستان کے رئیسوں نے تجمل و شان کے اظہار میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا۔ ویسا ہی سرکار ہند نے بھی اظہارِ مسرت و شوکت میں کوئی کسر رہنے نہ دی تھی۔ جو راستہ سواری کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اُس کے دورویہ دیسی اور انگریزی سپاہ صف بستہ تھی۔ اور یہ پرشوکت جلوس خود ایک میل تک لمبا چلا گیا تھا۔
لطیفہ۔ جلوس کا یہ لطیفہ بھی قابلِ تحریر ہے۔ کہ جلوس کے ساتھ چلتے ہوئے ایک مہاراجہ صاحب دفعتاً اپنا ہاتھی ایک طرف کو کرکے اپنے فرودگاہ کو تشریف لے گئے۔ جس پر وائسرائے صاحب کو سخت طیش آیا۔ اور اُن کے نام ایک پروانہ جاری کیا گیا۔ کہ کیوں اُنہوں نے ایسی نازیبا حرکت ایسے جلوس میمنت مانوس کی تقریب میں جائز رکھی۔ اِس پر چھوٹے بڑے میں خوب چرچا ہوا۔ اور خود رئیسوں کو بھی بہت کچھ وسوسہ کا پیدا ہوگیا۔ کہ دیکھئے کیا نتیجہ ہو۔ مگر جوں ہی وائسرائے ہند بہادر کے فارن سکرٹری مہاراجہ صاحب سے ملے تو حقیقت حال سُن کے انکا سارا غصہ جاتا رہا۔ کیونکہ مہاراجہ صاحب کو اُس وقت پاخانہ کی حاجت نے اِس علیحدگی پر

مجبور کیا گیا تھا۔

خیر اس کے بعد مختلف ملاقاتیں اور بازدیدیں ہوتی رہیں۔ اور انگریزی و دیسی رؤسا کی باہمی ملاقات کے علاوہ خود دیسی رئیسوں کے باہمی تعلقات دوستانہ و آمد و شد بھی بہت اچھی طرح قائم ہوگئے۔ جس کے بعد یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو وہ عظیم الشان دربار منعقد ہوا۔ جس کی خاطر سب صاحبان لاکھوں روپیہ کا خرچ برداشت کرکے دہلی آئے تھے۔ اس دربار کی کیفیت کوئی کن الفاظ میں لکھ سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ جاہ و جلال سطوت و جبروت آرائش و زیبائش انتظام و اہتمام سب اعلیٰ سے اعلیٰ اور بڑھ چڑھ کر تھا۔

اس تقریب کے متعلق ولائت میں بھی ایک عالیشان دربار اسی طرح منعقد کیا گیا تھا۔ مگر ہندوستانی تعلقات کے لحاظ سے چونکہ اسی دربار کی اسپیچ زیادہ تر کارآمد اور مفید ہوسکتی ہے۔ اسلئے ذیل میں نواب وائسرائے ہند کی تقریر قیصری درج کیجاتی ہے۔

حضور وائسرائے کی درباری اسپیچ

یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو اعلیٰ حضرت ملکہ معظمہ کے حضور سے ایک اشتہار جاری ہوا تھا۔ جس میں ہند کے رئیسوں اور رعیت کی نسبت حضرت ممدوحہ کیطرف سے ایسے شاہانہ الطاف اور خسروانہ خیالات کے اقرار درج تھے۔ جنہیں وہ لوگ اپنے حق میں آج تک سند بے بہا سمجھتے ہیں۔ حضرت ملکہ معظمہ کیطرف سے جن کے وعدہ کو کبھی لغزش نہیں ہوئی۔ موقت اسوقت جو جو اقرار ہوئے تھے۔ ہماری زبان سے انکے اظہار ایفا کی کچھ حاجت نہیں۔ ان اٹھارہ برس کی رونق و سرسبزی روزافزوں خود انکا ایک ثبوت مبرہن اور یہ جلسہ عظمیٰ انکی تکمیل کی دلیل روشن ہے۔ اس سلطنت کے رؤسا اور رعایا جو اپنے اپنے موروثی اعزاز بے مزاحمت برقرار اور اپنے اپنے مصالح واجبی کی پیروی میں محفوظ رہے ہیں انکے لئے زمانہ گذشتہ کی یہ سخاوت و معدلت آئندہ کیواسطے پوری کفیل ہے

حضرت ملکہ معظمہ نے جو خطاب قیصرہ ہند اختیار فرمایا ہے اُس کے اعلان کے لئے آج ہم لوگ جمع ہوئے ہیں۔ اور مجھکو اس ملک میں حضرت ممدوحہ کے قایم مقام ہونے کی حیثیت سے لازم ہے کہ اُنکے کریمانہ الطاف کو جن کے باعث حضرت ممدوحہ نے القاب و منصب موروثی کے اوپر یہہ لقب اضافہ فرمایا ہے بیان کروں۔ حضرت ممدوحہ اپنے تمام ممالک محروسہ میں سے جو دُنیا کے ساتویں حصہ پر مشتمل ہیں اور جنمیں پانچ کروڑ آدمی رہتے ہیں کسی ملک پر اس عظیم و قدیم سلطنت سے زیادہ توجہ نہیں رکھتیں یوں تو ہمیشہ اور ہر جگہ لائق و کارگذار عہدہ دار سلاطین انگلشیہ کی سرکار میں ہوتے رہے ہیں لیکن جنکی دانائی اور شجاعت سے ہند کی سلطنت دولت انگلشیہ کے قبضۂ اقتدار میں آئی اور قایم رہی اور اُن سے زیادہ نامآور کبھی نہیں ہوئے۔ اس کار نمایاں میں جسمیں حضرت ملکہ معظمہ کی کل انگریزی اور دیسی رعایا شایستہ طور سے متفق رہی ہے اور ہر طبقے کے عظیم الشان رئیس جن کے ساتھ ملکہ معظمہ کا اتحاد ہے۔ یا جو اُنکی سلطنت کے تابع ہیں وہ از راہ ہواخواہی معین و مددگار ہوئے ہیں۔ اُنکی سپاہ جنگ کی سختیوں اور فتح کی خوشیوں میں حضرت ممدوحہ کے افواج کی شریک رہی ہیں اُنکی وفاداری اور دانائی امن و امان کے فایدہ قایم رکھنے اور اُس کے شایع کرنے میں دولتِ انگلشیہ کی معاون ہوئی ہے۔ اور آج جو حضرت ممدوحہ کے خطاب قیصری اختیار فرمانے کا روز سعید ہے اُن کا شریک ہونا اِس امر کی دلیل ہے۔ کہ اُنکو حضرت موصوفہ کی حکومت فیضرساں پر پورا اعتماد ہے اور اِس سلطنت کے استحکام میں اُنکا فایدہ ہے۔ حضرت ممدوحہ اُس سلطنت کو جو اُنکے بزرگوں سے حاصل اور اُنکی ذاتِ مقدس سے استحکام پذیر ہوئی ہے۔ عزّت جلیل سمجھتی ہیں۔ اور اِس قابل جانتی ہیں کہ یہہ ہمیشہ برقرار رہے۔ اور یہ جوں کا توں اُن کی اولاد کو پہنچے۔ اور اپنے قبضۂ اقتدار میں رکھنے سے اپنے اوپر یہہ فرض عین جانتی ہیں۔ کہ اِس مُلک میں اِس طرح حکمرانی فرمائیں کہ یہاں کی رعایا کے رفاہ اور بہبود اور رؤسائے تابعین کے حقوق بڑی احتیاط کے ساتھ ملحوظ و مدنظر رہیں۔ اِس لئے حضرت ممدوحہ کو منظور ہے کہ اپنے القاب پر ایک اَور لقب بڑھائیں جو آیندہ سب رؤساء اور رعایائے ہند کیواسطے ہمیشہ اِس بات کی علامت رہے کہ طرفین کی مصلحتیں واحد ہیں۔ اور اِس دولتِ عظمیٰ کی ہواخواہی اُنپر واجب جس خاندان کے بھلے ہند میں بہتر طرز حکومت قایم کرنے کے لئے خداوند کریم نے دولت برطانیہ کو مقتدر فرمایا اُن کا سلسلہ سلاطین عظام اور ملوک نیکنام سے خالی نہ تھا اُن کے جانشین

اپنی بے تدبیری سے سلطنت میں امن و امان قائم نہ رکھ سکے۔ فتنہ و فساد نے سلطنت ہند میں مرضِ کہنہ کی طرح جڑ پکڑی۔ اور بدعملی کا دورہ رہنے لگا۔ کمزور زور آوروں کے شکار اور زبردست اپنی ہوا و ہوس کے پھندے میں گرفتار رہے۔ غرض اس طرح خاندانِ عالیشان تیموریہ کے خونریزی کے متواتر سیلابوں سے کٹ کٹ کر اندرونی خصومتوں کے زلزلہ سے ہلہلا کر آخر کو بیٹھ گیا۔ اور بیٹھا ہی تھا کہ ممالکِ مشرقی کی ترقی کا حامی آرہا۔ اب بحمایتِ قوانین جن میں کسی ملّت و مذہب کا فرق نہیں ہے۔ رعایائے ممدوحہ میں سے ہر ایک متنفس امن و امان کیساتھ زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اور ہر شخص کو سرکار کی بے تعصبی کے باعث اس بات کی اجازت ہے کہ بلا تعرض اپنے اپنے مذہب کے احکام و رسوم کو ادا کرے۔ قیصری اقتدار کا شہزور ہاتھ جو دراز کیا گیا ہے۔ وہ کسی کے برباد کرنے اور دبانے کے لئے نہیں ہے بلکہ حمایت اور ہدایت کیواسطے ہے۔ اور سرکار کے حُسنِ انتظام کا نتیجہ کل مُلک کی ترقی اور صوبوں کی سرسبزی روز افزوں سے ہر جگہ ظاہر ہو رہا ہے۔

اے اہلِ برطانیہ کے منتظمو اور اے وفادار افسرو! یہ فیض اثر نتیجے اکثر آپ ہی لوگوں پر حضرت ممدوحہ کی طرف سے اُنکی رضامندی اور اعتماد ظاہر کرتے ہیں۔ جتنے معزز افسر آپ سے پہلے گذرے ہیں اور جس استقلال سے اس سلطنتِ عظمیٰ کے فائدہ کے لئے انہوں نے محنتیں اُٹھائی ہیں اور اس امر میں جیسی ہمت مستمرہ حُسنِ صداقت و جانفشانی کو کام فرمایا ہے۔ اُس کی نظیر تواریخ میں نظر نہیں آتی۔ آپ بھی اُن سے کسی طرح پیچھے نہیں رہے۔ ناموری کے دروازے ہر شخص کے لئے کھلے ہوئے نہیں ہیں۔ لیکن نیکوکاری کا موقع اُس کے طالب کو ہمیشہ ملسکتا ہے۔ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ کوئی حکومت اپنے ملازموں کے منصبوں کی جلد جلد ترقی کر سکے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ دولتِ انگلشیہ کی ملازمت میں سرکاری خدمتیں اور ذاتی جانفشانیاں خطابی عزتوں اور ذاتی منفعتوں کی توقع سے بڑھکر ہمیشہ محرک ہوتی رہینگی۔ ہندوستان کے انتظام میں یہ بات ہمیشہ رہی ہے اور رہیگی کہ نہایت بانتائج اور مفید کام اکثر اعلےٰ منصبداروں کے حصے میں نہیں آئینگے۔ بلکہ اُن صاحبانِ ضلاع سے متعلق رہیں گے۔ کہ درحقیقت جنکی ہوشیاری اور ہمت پر کل انتظام کا اچھا ہونا منحصر ہے جضرت ممدوحہ کے ملازمان اہلِ قلم و اہلِ سیف جس خوبی کے ساتھ سارے ہندوستان میں ایسی نازک اور مشکل خدمتیں بجالائے اور بجالاتے رہیں جو بادشاہ اپنی رعایا میں سے نہایت معتمد کے سپرد کرے۔ اُنکی نسبت ملکہ معظمہ کی تحسین و توصیف کے اظہار میں مجھے مبالغہ کی

گنجایش نہیں

اے اہلِ قلم و اہلِ سیف! چونکہ تم آغازِ جوانی میں بڑی جوابدہی کے منصب پر مقرر ہوتے ہو اور خوشی خوشی تن دہی کے ساتھ قواعد کی پابندی کرتے ہو۔ اور بذاتِ خاص انتظامِ سلطنت کے بڑے بڑے بھاری کام بجالاتے ہو۔ اور پھر وہ بھی ایسے لوگوں میں رہکر جن کی زبان۔ مذہب۔ دستور تمہاری بول چال تمہاری ملت اور رسم و رواج سے مختلف ہے۔ اِسلئے میری دُعا ہے۔ کہ ہمیشہ مشکل کاموں کو نہایت استقلال اور ہنرمندی کے ساتھ انجام دیتے وقت یہہ خیال تمہارا رہنموں ہو کہ جس طرح ہم اپنی قوم کی نیکنامی قایم رکھتے اور اپنے مذہب کے پُر اشفاق احکام کی تعمیل کرتے ہیں اُسی طرح اَور سب ملتوں اور قوموں کے لوگوں کو جو اِس مُلک میں بستے ہیں۔ حُسنِ انتظام کے بیش بہا فایدوں سے مستفید کرتے رہیں۔ لیکن مُلکِ ہند میں مغربی شایستگی کے دانشمندانہ اصول کے برتاؤ سے حصولِ دولت کے وسایل کو جو برابر ترقی ہوتی ہے اِس امر میں یہہ ملک کچھ سرکاری ملازموں کا ہی ممنون نہیں بلکہ ملکہ معظمہ کی رعایا میں سے اُن اہلِ فرنگ کا بھی مشکور ہے۔ جو ہندوستان میں رہتے ہیں اور ملازمتِ سرکاری میں داخل نہیں اُن لوگوں کو تختِ انگلستان اور ملکہ معظمہ کی ذاتِ خاص سے جو دلی ارادت ہے اور جو فوایداُنہوں نے اپنی محنت۔ اپنے حوصلے اور رفاہِ عام کے کاموں میں بڑی تن دہی اور اخلاقِ عملی سے سلطنتِ ہند کو پہنچائے ہیں۔ اُن سے حضرت ممدوحہ بخوبی واقف ہیں اور اُنکی قدر کرتی ہیں۔ اگر میں آج ایسے موقع پر اِس امر کا اعتراف کرکے اُنکا اطمینان نہ کروں تو حضرت موصوفہ کے ارادہ قیصرانہ کے اظہار میں قاصر رہونگا چونکہ حضرت ممدوحہ کی یہہ خواہش ہے کہ اُنکی رعایا میں جن لوگوں سے اِنکی سلطنت کے اِس بڑے حصے میں خدماتِ مُلکی اور محاسنِ ذاتی ظہور میں آئی ہیں اُن کے عزاز و امتیاز زیادہ کرنے کے لئے موقع حاصل ہو اِسلئے حضرت ممدوحہ بطیبِ خاطر صرف طبقۂ اعلائے ستارۂ ہند اور طبقۂ برٹش انڈیا کو کسی قدر بڑھانا ہی منظور نہیں فرماتیں بلکہ ایک نیا طبقہ موسوم بہ انڈین امپیر مقرر فرماتی ہیں۔

اے افواجِ ہند کے انگریزا ور دیسی افسرو اور سپاہیو! تم نے ملکہ معظمہ کی فوج کا اعزاز قایم رکھنے کے لئے جو جو بہادریاں ہر موقع پر جبکہ تم ساتھ ساتھ میدانِ جنگ میں گئے ہو دکھائی ہیں حضرت ممدوحہ اُنہیں فخر کے ساتھ یاد رکھتی ہیں اور

حضرت ممدوحہ کو یہ یقین ہے کہ آپ ہمیشہ اسی وفاداری کے ساتھ متفق ہو کر اس امر اہم کو باحسن وجوہ سرانجام دیں گے اس لئے آپ ہی کو یہ بھاری خدمت سپرد کیجاتی ہے کہ آپ حضرت ممدوحہ کے ممالک محروسہ میں امن وامان قائم اور رونق برقرار رکھیں۔

اے والیئہ سپاہیو! - آپ لوگوں کی کوششیں جو ہوا خواہی اور کامیابی کے ساتھ اس باب میں ظاہر ہوئی ہیں اگر ضرورت پڑے تو افواج سرکاری کے ساتھ شریک ہو کر کام دیں۔ اس لائق ہیں کہ آج کے دن انکی دل سے ستایش کیجاے۔

اے سلطنت کے روساء و امرا! - آپ کی ارادت استواری سلطنت کی اور آپکی خوشحالی جلال سلطنت کی دلیل ہے حضرت ملکہ معظمہ کو بھروسہ ہے کہ اگر خدا نخواستہ اس سلطنت کے مصالح پر کوئی حملہ یا تہدید واقعہ ہو تو آپ لوگ اس کی حفاظت کیواسطے آمادہ ہو جائینگے۔ حضرت ممدوحہ اس آمادگی پر آفرین فرماتی ہیں حضرت ملکہ کیطرف سے میں آپ لوگوں کو شہر دہلی کے آنے پر مرحبا کہتا ہوں اور اس جلسہ عظیم الشان میں آپ کے شریک ہونے کو سلطنت برطانیہ کی نسبت آپ صاحبان کی اس عقیدت اور خیرسگالی کی دلیل روشن جانتا ہوں جس کا اظہار جناب پرنس آف ویلز بہادر کی تشریف آوری کے موقع پر بڑے شوق سے پیدا ہوا تھا حضرت ممدوحہ تو اپنے مصاحبین آپ کے مصالح تصور فرماتی ہیں اور مراسم اتحاد کے استحکام اور ان روابط کے قیام کیواسطے جو اتفاق حسنہ سے دولت انگلشیہ اور اس کے متوسلوں اور متعہدوں کے مابین موجود ہیں حضرت ممدوحہ نے خسروانہ عنایت سے خطاب قیصری اختیار فرمایا ہے جس کا ہم آج اعلان کرتے ہیں۔

اے دیسی رعایائے حضرت قیصرہ ہند! - اس سلطنت کی موجودہ حالت اور دائمی مصلحتیں اس بات کی مقتضی ہیں کہ اس اعلیٰ درجہ کے حاکم و ناظم خاصکر ایسے انگریز ہوں جنہوں نے اس تدبیر کے اصول کی تعلیم پائی ہو جس پر کاربند ہونا حکومت قیصری کے تسلسل کیواسطے لازم ہے۔ امور تمدن میں ملک کی پیہم ترقی جو اس کی ملکی عظمت کو لازم اور روز افزوں قوت کا سبب ہے۔ اکثر انہیں مدبروں کے عاقلانہ اختراعات کا نتیجہ ہے اور ضرور ہے کہ ابھی مدت تک فنون و علوم اور آداب مغربی جو صلح اور جنگ کے موقعوں پر ممالک یورپ کی موجودہ فوقیت کا باعث ہیں۔ ممالک مشرقی میں

فائدہ عام کیواسطے بدستور انہیں کے ذریعہ سے جاری اور مروج رہیں۔ یہ مسلم ہے کہ آپ سب صاحب جو ہند کے رہنے والے ہیں خواہ آپکی قوم و مذہب کچھ ہی کیوں نہو۔ اس ملک کے انتظام میں اپنی لیاقت کے موافق انگریزی رعایا کے ساتھ شریک ہیں برطانیہ اور ہند کے بڑے بڑے مدبروں نے بار بار تسلیم کیا ہے اور یہی شاہی پارلیمنٹ کے ضوابط سے ثابت ہے اور گورنمنٹ ہند بھی اسکو اپنے اوپر واجب اور اپنی ملکی تدابیر کی کل مصلحتوں کے موافق سمجھتی ہے۔ اس لئے گورنمنٹ ہند کو بڑی مسرت اور خوشی ہے کہ چند سال سے ہندوستانی ملازمان ملکی اور خاصکر جو لوگ بڑے منصبوں پر مامور ہیں انکے اوضاع و اطوار میں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ اس سلطنت عظمی کا انتظام اس بات کا مقتضی ہے کہ جو لوگ اس میں شریک ہیں اُن میں سے بہت سے آدمی نہ صرف لیاقت علمی کے ساتھ موصوف ہوں بلکہ متانت اور متصف باخلاق حمیدہ ہوں۔ اس سبب سے علی الخصوص جو خاندان و مرتبہ و اقتدار موروثی کے باعث آپ لوگوں میں ممتاز ہیں اُن پر واجب ہے کہ اپنی ذات اور اپنی اولاد کو اس معزز خدمت کے لئے جس کی راہ انکے واسطے کھلی ہے سزاوار بنائیں۔ اور یہ بات فقط اس تعلیم کے قبول کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے جس سے آدمی اُن اصول کو سمجھنے اور برتنے کے قابل ہو۔ جنکو ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی گورنمنٹ نے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ آپ سب صاحبان کو لازم ہے کہ وفاداری اور دیانت۔ انصاف اور صداقت و متانت کو جو سیاست مدن کے اخلاق کی غایت ہے ہمیشہ مد نظر رکھیں اس صورت میں حضرت ممدوحہ کی گورنمنٹ ملکی انتظام میں آپ لوگوں کی اعانت بکمال بڑی خوشی سے قبول کرے گی۔ کیونکہ گورنمنٹ مذکور دُنیا کے ہر ایک حصہ میں جہاں جہاں اُس کو اقتدار حاصل ہے اپنی فوجی طاقت پر اتنا بھروسہ نہیں کرتی جس قدر اپنی ایسی رضامند رعایا پر رکھتی ہے جو بالاتفاق اور بطیب خاطر اس کی اطاعت کرتی اور تخت کی حفاظت میں جانفشانی دکھاتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ ہماری دائمی بہبودی اور عافیت اسی کی سلامتی پر منحصر ہے۔ حضرت ملکہ معظمہ اپنی سلطنت ہند کی ترقی کمزور ریاستوں کے فتح کر لینے یا آس پاس کے علاقے ملا لینے میں نہیں جانتیں۔ بلکہ اس میں سمجھتی ہیں کہ اُن کی ہندوستانی رعایا بتدریج اور ایک لیاقت کے ساتھ اس نرم اور نصفت شعار حکومت میں شریک ہو کر وہ برتاؤ عمل میں لاوے جس میں کسی طرح کی مزاحمت نہو۔ لیکن حضرت ممدوحہ کی اغراض اور فرائض صرف وہی نہیں جو اُنکی سلطنت سے متعلق ہیں۔

وہ بخلوصِ نیت یہ بھی خواہش رکھتی ہیں کہ اُن ممالک کے حکمرانوں سے جو اس سلطنت کی حدود پر واقعہ ہیں اور اُس کے ظلِ حمایت میں مدتوں سے خود مختار رہے ہیں کمال محبت اور دوستی کا رابطہ مستحکم رکھیں۔ ہاں اگر کبھی اس سلطنت کے امن و امان میں کسی بیرونی تہدید سے کچھ خطرہ ہوگا۔ تو قیصرہ ہند اپنے ان ممالک محروسہ کی حمایت میں کسی طرح کوتاہی نہیں فرمائیں گی۔ بیرونی دشمن کا سلطنت ہند پر حملہ آور ہونا گویا تمام ممالکِ شرقیہ کی ترقی و سرسبزی پر حربہ کرنا ہے۔ اور حضرت ممدوحہ کو اپنے ممالکِ محروسہ کے غیر محدود سرمایہ اور اپنے متعہدوں اور رؤسائے تابعین کی شجاعت و وفاداری اور اپنی رعایا کی ہوا خواہی و جان نثاری سے ہر ایک حملہ آور کی مدافعت اور سرکوبی کے لئے کامل قوت اور پورا بھروسہ حاصل ہے۔ برِاعظم ایشیا کے ممالک بعیدہ کے جن بادشاہوں نے اپنے اپنے سفیر و وکیل تہنیت نامے دیکر بھیجے ہیں اس تقریب مبارک میں انکا حاضر ہونا اس امر کی شہادت ہے۔ کہ گورنمنٹ ہند کی تدبیر صلح آمیز اور کل ممالک قرب وجوار کے فرمانرواؤں کے ساتھ اس کا ارتباط دوستانہ ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ حضرت ممدوحہ کی گورنمنٹ ہند کیطرف سے اس جلسہ قیصریہ میں عالیجناب خان قلات اور اُن سفیروں کو جو دور دراز کی مسافت طے کرکے قیصر ہند کے ایشیائی متعہدوں کیطرف سے حدودِ انگریزی میں آئے ہیں اور نیز اپنے معزز مہمان نواب گورنر جنرل علاقہ گوا اور صاحبانِ کانسل دول خارجہ کو خیر مقدم کہوں۔

اے رؤسا و رعایائے ہند! - اب مَیں مسرت کے ساتھ آپ لوگوں کو یہ فرمان والاشان جو آپکی **قیصرۂ ملکہ معظمہ** نے اپنے شاہی اور قیصری نام سے آپ لوگونکو آج بھیجا ہے۔ سناتا ہوں۔ یہ وہ عبارت ہے جو آج صبح کو حضرت ممدوحہ کیطرف سے بذریعہ تار میرے پاس پہنچی ہے "**ما بدولت وکٹوریہ**" بفضلِ خدا سلطنتِ متحدہ کی ملکہ اور قیصرۂ ہند اپنے نائب السلطنت کی معرفت اپنے سب سرداران اہل قلم اور اہلِ سیف اور کل رؤسا اور امرا اور رعایا کو جو دہلی میں اس وقت مجتمع ہیں اپنی شاہی اور قیصری دعا پہنچاتی اور اپنی توجہ دلی اور شفقتِ شاہانہ سے ہند کی رعایا کو مطمئن فرماتی ہیں۔ جو تکریم و تواضع رعایائے ہند نے ما بدولت کے فرزند دلبند کے ساتھ کی اُس سے ما بدولت کو دلی مسرت حاصل ہوئی اور ما بدولت کے خاندان اور تخت کی نسبت اُنکی اس ارادت اور عقیدت نے ما بدولت کے دل پر بڑا اثر کیا۔

ابدولت کی اُمید ہے کہ اِس روز مبارک کے باعث روابط محبت ہمارے اور ہماری رعایا کے درمیان زیادہ مستحکم ہوں اور ہر ایک اعلیٰ و ادنیٰ اِس بات کا یقین کرلے کہ ہمارے عہد میں حکومت کے بڑے اصول یعنی آزادی اور عدل و انصاف انکو حاصل ہیں۔ نیز ابدولت کی سلطنت میں انکی خوشی کی افزائش۔ اُن کی سرسبزی کی ترقی اور اُن کی بہبودی کی زیادتی مدام مدِ نظر رہے۔" میں یقین کرتا ہوں کہ آپ لوگ اِن الفاظ مرحمت آمیز کو نہایت عزیز جانیں گے۔

اِس کے بعد دربار بخیر و خوبی ختم ہوا جس سے ہندوستان کا تعلق نہایت عمدگی کے ساتھ تاجِ برطانیہ سے پیوستہ ہو گیا۔

فصل دوم

جشنِ جیوبلی

جیوبلی کی اصلیت۔ جیوبلی کا مشتق ایک عبرانی زبان کا لفظ یوبیل ہے جس کے معنے سینگ کے ہیں۔ اصلیت اِس کی یہ ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں ہر سات سال کے بعد ایک سال قومی طور پر بذریعہ بوق و قرنا کے خوشی منائی جاتی تھی۔ اور ملک کے لئے ہر طرح کے سامانِ آسائش و بخشش مہیا کئے جاتے تھے۔ اور پھر ایسے سات جشنوں کے گذرنے پر ایک بڑا جشن مقرر کیا جاتا تھا جس میں اَور بھی مسرت و شادمانی کا اظہار ہوتا تھا۔ اور رعایا کو کئی قسم کی معافیاں و بچائیں اور قرضداروں کے قرض ادا کئے جاتے تھے۔ بلکہ اِس سال زمین کو بھی کشتکاری کی مصیبت سے آرام دیا جاتا تھا۔ اور مثل یوم السبت کے اِس سال کو بھی مقدس مانا جاتا تھا۔ پس یہ رسم یہودیوں سے پہلے پہل عیسائیوں کے فرقہ رومن کیتھولک نے اخذ کی۔ اور بونی فیس ہشتم پوپ

اور نہ رومانے اپنے اعتبار سے اس کی مدت سو سال مقرر کی۔ مگر یہ ایسی مدت تھی کہ جس سے بادشاہ کو اس تقریب کی خوشی دیکھنے کی اُمید نہ ہو سکتی تھی۔ ہاں قومی اعتبار سے یہ ہو تو ہو۔ لہذا سیلمنٹ ششم نے اس کی مدت وہی قدیمی یعنے بچاس سال مقرر کی۔ اس کے بعد پال دوم نے اُس سے بھی گھٹا کر پچیس سال کر دی۔ چنانچہ اب نئی اصطلاح میں پچیس سالہ مدت کے لئے نُقرئی جیوبلی۔ اور پنجاہ سالہ مدت کے لئے طلائی جیوبلی کے لفظ مقرر ہیں۔

ایشیائی ملکوں میں اس رسم کا کہیں رواج معلوم نہیں ہوتا۔ مگر جو شخص تیس سال سے زیادہ حکومت کرتا تھا۔ اس کو صاحب قران کہتے تھے۔ قرآن ایک ایسی مدت ہے۔ جس کی نسبت لوگوں کو اختلاف ہے۔ بعض بچاس سال کو قرن کہتے ہیں۔ بعض پچیس کو۔ بعض تیس کو۔ مگر بہرحال یہ تقریب ایسی ہے۔ کہ اس سے فی الجملہ ہر ایک ملک کو کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رہا ہے۔

فرمانروایانِ انگلینڈ کی جیوبلی۔ انگلستان میں ملکہ وکٹوریہ کے سوا صرف تین بادشاہ ایسے گذرے ہیں۔ جنہوں نے اس تقریب مبارک کا لطف اٹھایا ہے۔ کیونکہ بچاس سال کی عمر نہیں۔ بلکہ بچاس سال تک سلطنت کرنیکے بعد یہ تقریب ادا ہو سکتی ہے۔ اور اسقدر دراز عرصہ تک حکومت کرنا کیا یورپین اور کیا ایشیائی بادشاہوں کو بہت ہی کم نصیب ہوا ہے۔ بہرحال اُن تینوں بادشاہوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ہنری سوم جس نے ۱۲۱۶ء میں تخت نشین ہو کر ۱۲۶۶ء میں جیوبلی کی۔
۲۔ ایڈورڈ سوم جس نے ۱۳۲۷ء سے تخت نشین ہو کر ۱۳۷۷ء کو جیوبلی کی۔
۳۔ جارج سوم یعنے ملکہ وکٹوریہ کے جدامجد جنہوں نے ۱۷۶۰ء سے تخت نشین ہو کر ۱۸۲۰ء تک حکومت کی۔ اور ۲۴۔ اکتوبر ۱۸۱۰ء کو جیوبلی منائی۔

ملکہ وکٹوریہ کی حکومت پنجاہ سالہ ۲۱ - جون ۱۸۸۷ء کو پوری ہوگئی تھی - اور اِس دراز اور پُر امن اور بابرکت زمانہ میں جو ترقی انگریزی سلطنت انگریزی قوم اور انگریزی تجارت کو ہوئی تھی - اور جو آرام سلطنت کے تمام باشندوں کو پہنچے تھے - وہ بہ نسبت ہر سہ شاہانِ گذشتہ کے بہت بڑے لائق تعریف و عزت تھے - لھذا اس موقع پر اِس سے تین ماہ قبل یعنے ۵ ا مارچ ۱۸۸۷ء کو ملکہ معظمہ نے مندرجہ ذیل اعلان کے ذریعہ اِس پُرانی رسم کی ادائیگی کا ارادہ ظاہر فرمایا

اعلانِ جوبلی

"جملہ عوام و خواص پر روشن رہے کہ ما بدولت واقبال کو سلطنت کرتے ہوئے اِسی جون ۱۸۸۷ء میں پچاس برس پورے ہوجائینگے - جو جشن کہ اِس پچاسویں سالگرہ کی خوشی کا اِس گریٹ برٹن کی متبرک زمین پر منایا جاویگا - اور ہندوستان کی وفادار رعایا نے ۱۶ فروری کو منایا ہے - اِس کا نام جوبلی ہے - مَیں دلی مسرت اور کمال فخر کے ساتھ یہ ظاہر کرنا کچھ غیر مناسب اور بیموقع نہیں خیال کرتی ہوں کہ جب مَیں زندگی کے محض ابتدائی حصہ میں تخت نشین سلطنت ہوئی تھی - اُس وقت سے آج تک کہ یہ ظاہر حال اَب میری زندگی کا آخر حصہ ہے - زمانہ نے کتنے پلٹے کھائے اور کتنی بیش بہا اور قابل قدر ترقیاں کیں اور اپنی سُرعتِ رفتار کو باعث کہاں کہاں پہنچا - تاہم اِس کے وہ پُر زور انقلابات جنکو ہماری سوانح عمری اور لائف میں لفظِ حوادث سے تعبیر کریں گے میرے دِل کو غیر مستقل اور میری زندگی کو معمول سے زیادہ مضطرب نہ کرسکے - نہ زمانہ کے چند روزہ اور فانی حیرت خیز مسرتوں اور بے انتہا کامیابیوں نے ہماری حالت کو معمول سے زیادہ ظاہر ہونے دیا - گو مجھے اِس وقت زمانہ کے رنج و راحت خوشی و غم کی تفصیل منظور نہیں ہے - اور نہ اِس بات کی کوئی ضرورت سمجھتی ہوں - تاہم ان میں سے غالباً چند ہی باتیں قابلِ ذکر ہیں - اوّل اپنے پیارے اور مونس شوہر کی زندگی کا وفا نہ کرنا جو دُنیا کی آنکھوں سے نہایت ہی وحشت ناک اور بے لطف زندگی دیکھی جاتی ہے - دوسرے اپنے پیارے نورِ چشم لختِ جگر فرزند کا اِس پیری میں کھو جانا جس کا صدمہ وہم و گمان سے باہر ہے - باوجود اِن باتوں کے ما بدولت واقبال کو اپنی

بے بہا کامیابیوں اور غیر معمولی اقتدار بنا پنے پیارے آسمانی خدا کا تہ دل سے شکریہ بجالانا فرض عین ہے۔ خصوصاً اس جوبلی کی مبارک خوشی پر جو اس ہر دلعزیزی اور خوبی کے ساتھ بہت ہی کم بادشاہوں کو دیکھنا نصیب ہوئی ہے۔ اِس موقع پر مابدولت واقبال اپنی خیرخواہ و جان نثار وفادار ہندوستانی رعایا کو کبھی اپنے گوشۂ دِل سے نہیں بھلا سکتیں۔ جنہوں نے اظہارِ خوشی اور سامانِ آرائش میں اپنے حتی الامکان کوئی درجہ نہیں اُٹھا رکھا۔ اور صرف ہماری خوشنودی خاطر کے لحاظ سے باقیماندہ دولت کو کوڑیوں کے مول لُٹا دیا۔ مابدولت واقبال کو اُمید ہے کہ ہماری گریٹ برٹن رعایا بھی اظہارِ خوشی میں غیر معمولی حوصلوں سے کام لے گی۔ اور قابلِ یادگار خوشی منائے گی۔ چونکہ مابدولت واقبال کو عنقریب اپنے نورِ چشم پرنس آف ویلز کی پیاری لڑکی کو اِسی یورپ کے ایک عالی قدر جرمنی شہزادہ سے بیاہنا ہے۔ اسلئے مابدولت واقبال کو بڑا حوصلہ ہے۔ کہ بظاہر حال اپنی زندگی کے اِس آخر اور مبارک تقریب کو نہایت فراخ حوصلگی اور اولوالعزمی سے انجام دیں۔ اور اپنے جان نثار ملکِ ہندوستان کے والیانِ مُلک اور راجاؤں کو مدعو کر کے اُن کی جان نثاری کی پوری قدر افزائی کریں۔ اور مَیں اُمید کرتی ہوں کہ جو خوشیاں جوبلی میں اُنہوں نے منائی ہیں اور اپنی سچی خیرخواہی کے باعث جو اولوالعزمیاں دکھائی ہیں اُس کا پورا معاوضہ مَیں اِسی تقریب میں کرسکوں گی۔ مابدولت واقبال کے ارکانِ دولت کو لازم ہے کہ ایک مینجنگ کمیٹی بغرض تقریب و تخمینہ خرچ و طرز اعزاز و مہمانی والیانِ ریاست منعقد کرکے ایک پروگرام شایع کریں۔

دستخط۔ وکٹوریہ قیصرۂ ہند کوئین اوف انگلنڈ

انتظامِ جوبلی کی مینجنگ کمیٹی

۔ اِس اعلان کے شایع ہونے پر یورپ اور ہندوستان کے عالیقدر رؤساء کے مدعو کرنے اور اُنکے رہائش و آسایش کے انتظامات سوچنے اور جلوس وغیرہ کے متعلق پروگرام وغیرہ مرتب کرنے کے لئے ایک شاہی مینجنگ کمیٹی مقرر کی گئی۔ جس کے پریزیڈنٹ (میر مجلس) ہزرائل ہائینس پرنس اوف ویلز شہزادہ ولیعہد بہادر۔ اور وائیس پریزیڈنٹ (نائب صدر مجلس) ڈیوک اوف کیمبرج۔ اور سیکرٹری لارڈ سالسبری صاحب

وزیر اعظم۔ اور جائنٹ سکرٹری سرجیمس فرگسن صاحب۔ اور ممبران منتظم لارڈ ہارٹنگٹن۔ لارڈ کیمبرلی۔ اور مسٹر گلیڈ سٹون مقرر ہوئے۔

دربار جوبلی کا دن۔ جس مسرت وشادمانی کو لئے ہوئے تھا۔ وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ پایہ تخت لنڈن میں دنیا بھر کے معززین و تاجدار اور بڑی بڑی سلطنتوں کے نائب اور رشتہ دار اسی روز بہجت افروز کی شمولیت کو موجود تھے اور رعایائے انگلستان نے بھی کوئی کسر اظہار وفاداری میں نہ رکھی تھی۔ جلوس کے دیکھنے کے لئے سڑک معینہ کے دونوں طرف بیشمار ہجوم کا جمع ہونا۔ اور صرف ایک نظارہ کے لئے سینکڑوں روپے کرایہ میں دیدینا کوئی نئی بات نہیں۔ ناظرین شادی اور تاج پوشی کے حال میں مختصراً پڑھ ہی چکے ہیں۔ اور اس جشن کو تو ان پر بھی فوقیت تھی۔

دربار جوبلی۔ ۲۰۔ جون ۱۸۸۷ء کو قصر ونڈسر کیسل میں نہایت تحمل وشان اور شوکت و احترام سے منعقد ہوا۔ ملکہ معظمہ لباس شاہی میں تخت زرین پہ جلوہ افروز ہوئیں۔ اور اقطاع عالم کے رئیس و امیر باری باری انکے حضور میں ایک سلیقہ وشان کے ساتھ پیش کئے گئے جنمیں ہندوستانی والیان ریاست یہ تھے۔ (۱) مہاراجہ صاحب ہولکر (۲) راؤ صاحب کچھ (۳) مہاراجہ صاحب کوچ بہار (۴) ٹھاکر صاحب مورونی (۵) ٹھاکر صاحب لیمری (۶) ٹھاکر صاحب گونڈل (۷) نواب امیر کبیر آسمان جاہ مرحوم مدار المہام دکن بحیثیت خاص۔ (۸) نواب ظفر جنگ شمس الدولہ شمس الملک اور سردار دلیر الملک سی آئی ای منجانب حضور نظام بطور نیابت۔ علیٰ ہذا ہر ایک اعلیٰ ریاست کیطرف سے علیٰ قدر حیثیت ایک ایک دو دو سردار بطور نائب عرض مبارکباد کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ہندوستان کے والیان ریاست تو پرلے درجہ کے ہواخواہ سرکار ہیں۔ اور بڑی خوشی ہے سب کے سب ہی ملکہ وکٹوریہ کے

دیدار فرحت آثار کو قدم بچشم جانتے - مگر اس قدر دور دراز ولائت میں اُس حیثیت سے جانا جو ایشیائی وضع کے لئے لازمی ہے - اخراجاتِ کثیر کا محتاج تھا - اور بلا حیثیت سے سفر کرنا اپنی تحقیر تھی - اسلئے اکثر نے یہیں سے جوشِ وفاداری ظاہر کرنا مناسب سمجھا - اور دوسرے ذریعوں سے اپنا اظہارِ مسرت فرمادیا -

الغرض یہہ دربارِ دربار تمام معزز جماعتوں کے ڈیپوٹیشن اور ایڈریس وغیرہ پیش ہونیکے بعد نہایت خوش وقتی سے برخاست ہوا - اور اکثر معزز شاملینِ دربار کو خطابات سے معزز و ممتیز فرمایا گیا -

جیوبلی امپیریل انسٹی ٹیوٹ - اسی تقریب سعید کی یادگار میں پرنس آف ویلز بہادر نے امپیریل انسٹیٹیوٹ کی بُنیاد رکھی جس میں لاکھوں روپے رؤساء ہند نے بطور چندہ پیشکش کئے - اور اس طرح یہہ ایک دوامی یادگار ولائت میں قایم ہوگئی - اور ایسی ہی کئی یادگاریں قومی طور پر خود بخود قائم ہوئیں - اور صدہا مقامات ہند و انگلینڈ میں ملکہ کے بُت (اسٹیچیو) قایم کئے گئے وغیرہ وغیرہ -

تمام دُنیا میں جشن جیوبلی - اسی روز بہجت افروز کو علاوہ سلطنت انگلشیہ کے وسیع مقبوضات کے تمام روئے زمین کی سلطنتوں نے بھی اپنی طرف سے اظہارِ تہنیت کے جلسے کئے - اور سلاطینِ غیر نے انگریزی سفیروں کو مبارکبادیں اور دعوتیں دیکر اور چراغاں وغیرہ کرکے اس مبارک جشن میں اپنی دلچسپی ظاہر کی - جو ملکہ وکٹوریہ کی ہردلعزیزی کی ایک بہترین دلیل ہے -

ہندوستان کا جشن جیوبلی - ہندوستان میں چونکہ موسم گرما اپریل سے لیکر ستمبر تک ہوتا ہے جس میں جون و جولائی زیادہ تر شدت گرمی کے لئے مشہور ہیں - لہٰذا حکام کی صلاح و صوابدید سے ہندوستان کے لئے اس جشنِ عظیم کی تاریخ اصلی تاریخ سے چار ماہ قبل ۱۶ فروری ۱۸۸۷ء مقرر کی گئی تھی اُسی روز کلکتہ

میں حضور وائسرائے نے اور تمام صوبوں کے گورنروں نے اپنے اپنے صدر مقامات میں اور تمام دیسی والیان ریاست نے اپنی اپنی ریاستوں میں بڑے بڑے عالیشان دربار اور جلسے منعقد کئے۔ اور اسکے سوا تمام رئیسوں اور امیروں نے اپنے اپنے مقامات میں اور تمام حکام نے اپنے اپنے اضلاع میں اور تمام میونسپلٹیوں نے اپنے اپنے شہروں اور قصبوں میں اور تمام رعایائے ہند نے اپنے اپنے گھروں میں اظہار مسرت و شادمانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ ہر ایک قوم نے جدا گانہ قابل قدر عمارتوں اور مفید انسٹیٹیوشنوں اور مبارک کارناموں کی یادگاریں قائم کیں۔ اور مختلف مقامات میں ملکہ کے سٹیچیو قائم کئے گئے۔ تمام عالیقدر شعرا نے بیش بہا نظمیں لکھیں۔ اور علمی صیغہ میں ملکہ وکٹوریہ کے نام سے جوبلی وظائف صدہا قائم ہوئے۔ غرضکہ ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک ایک سمندر اظہار وفاداری و خیر خواہی کا موجزن تھا جسکی تفصیل لکھنے کو ایک دفتر بکار ہے۔ مگر بنظر اختصار صرف لارڈ ڈفرن صاحب کی درباری سپیچ درج ذیل ہے:-

وائسرائے صاحب کی جوبلی تقریر

جنٹلمین! میں نازاں ہوں اور خوشی سے ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو قائم مقام مختلف شہروں۔ مختلف رئیسوں اور گروہوں کے میرے گرد اسواسطے آکر فراہم ہوئے ہیں کہ جناب ملکہ قیصرہ کے حضور میں مبارکباد عرض کریں۔ کہ ممدوحہ کے جلوس کا پچاسواں سال شروع ہوا۔ دنیا میں کوئی تاجدار نہیں گذرا جس کی حکومت ایسی سرسبز اور رفیع الزمان ہوئی جس سے اس کی رعایا اس قدر محبت کرتی ہو۔ عقلمندی۔ انصاف۔ عبادت اور فرض اس کے تخت کے نگہبان ہیں۔ اور اس کے ہمدم اور رفیق ہیں۔ ایک شاہ وسیع عملداری ربع مسکون پر حکومت کرتا ہے۔ خوش قسمتی سے اس کی رعایا کو تمام قوتوں میں کامیابی ہوئی اور کوئی مشکل اڑتی نہ رہی۔ اس کی حکومت کی بنیاد ہر سال استحکام اور مضبوطی حاصل کرتی گئی۔ اور رعایا کی فرمانبرداری بجانب تخت اور ملکہ قیصرہ کی حکومت کے ہر سال بڑھتی ہی گئی اس وقت اسکی وسعتیں فرقوں کی رعایا اپنی طبیعت اور دل کے خیال اس طریقہ سے

متفق ہوکر ظاہر کیا ہے۔ جیسا میں نے بیان کیا ہے۔ دُنیا کے کسی اَور مُلک میں
یہہ بات غیر ممکن ہوگی میری گورنمنٹ نے خوشی اور انتظام خوشی لوگوں ہی کی رائے پر منحصر
کردیا۔ کہ وہ بطور خود جس ڈھنگ سے چاہیں خوشی کریں۔ جس سرزمین پر افسروں کی کارروائی
سے کل باتیں ہوا کرتی ہیں۔ ابکی مرتبہ اِس باب خاص میں یہہ افسرانہ کارروائی مُعطّل کی گئی
تمام رعایا کا سامنا قیصرہ سے ہے جسکے لئے ہندوستانیوں کی سادہ زبان سے ہر ایک عبادتگاہ و معبد
میں اور ہر دل اور ہر زبان سے دُعا نکلی ہے۔ سب نے خوشی خُرمی کی دُعا مانگی ہے۔ اور نیکی کی
برکت چاہی ہے اور تہِ دل سے فرمانبرداری کا اظہار کیا ہے بڑے بڑے رئیسوں نے دربار وں
میں میونسپلٹیوں نے اپنے ہالوں میں سپاہیوں نے بارکوں میں۔ زمینداروں نے اپنے
مکانوں میں شہر والوں نے اپنے گھروں میں۔ اور رعایا نے اپنے جھونپڑوں میں۔ خوشی کی
ہے۔ اور وہ بخوبی جانتے ہیں کہ نصف صدی جو قریب بالاختتام ہے اِس میں کیسی
امن و عافیت رہی۔ گھر گھر انصاف ہوا جنگل صاف کیا گیا۔ دریاؤں پر پل بنائے اور لاکھوں
ایکڑ اُفتادہ زمین پر زراعت ہوئی۔ خوب شادابی ہوئی۔ احتمال اور خوف قحط اور بیماریوں کا
دور ہوا۔ ہزارہا شمعیں تعلیم کی روشن ہوئیں۔ ہر ایک مقام میں اعلےٰ سے ادنےٰ ہندوستان
کا طالب علم مغربی علم کی دولت اور تجربہ حاصل کرسکتا ہے اور ہر ایک انگلش اور ہندوستانی
رعایائے جناب ملکہ معظمہ قیصرہ کا شخص صحیح طور سے کہہ سکتا ہے۔ کہ حقیقت میں یہہ باہمی
مُبارکباد کا بہت مناسب وقت ہے۔ اگر ہم زمانہ ماضی دیکھکر خوش ہوں کہ اُس سے فائدہ
ہوا تو یہہ خوشی اِس وجہ سے نہیں ہے کہ گذشتہ سے آئیندہ کا زمانہ پیدا ہوتا ہے۔ اصلاح اور ترقی بتدریج
کی زندگی کا قاعدہ ہے۔ ہرچند کہ یہہ امر انگلستان اور نو آبادیوں اور اِس مُلک میں حاصل ہوئے
ہیں جس سے وکٹوریہ کا زمانہ یادگار تاریخی ہوگا۔ مگر میں اُمید کرتا ہوں کہ اِس سے پیشین گوئی آئیندہ
بڑی بڑی خوشی کے زمانہ کی ہوگی۔ درحقیقت گورنمنٹ ہند کی کوشش کے لئے وہ باتیں بسیط
ہیں۔ لیکن مثل زمانہ گذشتہ کے اب وہ تنہا محنت اور کوشش نہ کرے گی۔ اِس زمانہ میں جس کا
حال بیان کیا جاتا ہے تعلیم نے اپنا کام پورا کیا۔ سب طرف ہمارے گرد ہندوستانی جنٹلمین لائق
اور خلائق اور فہیم اور ذکی موجود ہیں جنکی فرمانبرداری اور لیاقت ایسے اتفاق سے ہمکو بڑے بڑے
فائدوں کے حاصل ہونے کی اُمید ہے۔ واقعی ہمارے ایسے انتظام کے لئے اُنکی مشاورت
اور اعانت کی اپنے کام کے انجام دینے کے واسطے بہت ضرورت ہے۔ میں نہایت خوشی سے
اُن کی خواہش کو وہ اپنے انگلش حاکموں کے ساتھ انتظام مُلک میں شریک ہوں پسند کرتا ہوں۔

اور مَیں نہایت خوش ہونگا اگر مجھکو اپنے عہدِ حکومت میں اسکی توسیع کا۔ اور پولیٹکل درجہ کی ترقی کا موقع ملا۔ جیسا کہ بڑے منتظم لارڈ سلیگلسن نے ایسے ہندوستانی جنٹلمینوں کو ترقی دی تھی جو بوجہ اپنے داب اور لیاقت کے جنپر اُنکے ہموطنوں کو بہت اعتماد تھا۔ ہماری لیجس لیٹف کونسل میں داخل ہونے کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔ جب مَیں اس طریقہ سے پولیٹکل خواہشات مذکور کا صحیح ہونا تسلیم کرتا ہوں۔ تو مَیں اُمید کرتا ہوں کہ ہماری ہمجنس رعایائے ہندوستان اُن فرائض سے تجاوز نہ کرے گی۔ جو حلقۂ پولیٹکل اور انتظامی کارروائی سے باہر ہیں۔ جس پر ملک کی سرسبزی گورنمنٹ کی کارروائیوں سے بھی بڑھکر منحصر ہے۔ مثلاً اصلاح طریقۂ کاشت اور درستی اراضیات اُفتادہ اور فراخ مقامات میں گنجان آبادی کی توسیع اور دوبارہ و اضلاع میں جدید ذرائع صنعت و حرفت بوجہ ترقی تعلیم پیشہ کے پیدا ہو۔ اور حالت حفظانِ صحت ہمارے شہروں ہی کی نہ سنبھلے۔ بلکہ موضعوں اور مزرعوں اور غربا کے مکانات تک کی سنبھلے اور عقلمندی سے ترقی تعلیم اُن لڑکیوں کی ہو جو آئندہ اپنی اولاد کی مائیں ہونگی اور مسائل ملل کی بابت عام رائے میں پختگی پیدا ہو۔ جس پر خوشی و خرمی گھروں کی اور نیک چلنی اُن لوگونکی بنیاد ہے۔ اور توسیع استحکام کارروائی کی ہو۔ جس سے عوراتِ ہند کا ڈاکٹری علاج ہو۔ اسپر ہمارے شاہ کو ذاتی دلچسپی ہے۔ ہندوستان کی صنعت و حرفت کو کچھ ترقی ہوئی مَیں خیال کرتا ہوں کہ بعض امر تو یوروپ سے مقابلہ کرنے میں پیدا ہونا یا یوں کہوں کہ از سرِ نو قائم ہونا اُس صناعت کا ضرور ہے۔ جس کے لئے ہندوستان ایک زمانہ میں اپنی عمارتوں۔ اپنی آراستگی اور قیمتی دھات کی ساخت۔ زیورات۔ اپنی مصوری۔ اپنی رنگامیزی۔ اپنی قلمی کتب کے مطلا کرنے میں مشہور تھا۔ جو لوگ ہر قوم اور مذہب کے بستے ہیں اُنکی ترقی ہو تاکہ سب ایک ساتھ ترقی کی کوشش کریں۔ خواہ اس سے عزت و ناموری حاصل ہو یا دولت کی ترقی ہو۔ یہہ تو چند باتیں ہیں جو ہمنے ملکہ وکٹوریہ کے ناموں اور مضمون پنجاہ سالہ حکومت میں حاصل کی ہیں۔ اور تہِ دل سے آپ کا اس دُعا میں مَیں شریک ہوتا ہوں۔ کہ ہماری عزیز دل قیصرہ کی ایسی عمر دراز ہو۔ جو اِن سب باتوں میں کامیابی حاصل ہوتی دیکھیں۔ میرا بیان بیقین کرو۔ اور مَیں ذاتی واقفیت سے کہتا ہوں کہ منجملہ اُن لوگوں کے جن کی فلاح و بہبود کا نہایت شوق سے ہر وقت قیصرہ کو خیال رہتا ہے۔ آپ لوگوں سے بڑھکر کوئی نہیں ہے۔ اِس طریقہ میں جو شایانِ شان شاہ کے ہے۔ انگلستان کی طبیعت اور خیال کا اظہار فرماتے ہیں۔ بفضلِ تعالیٰ کون دمکان اس سلطنت رفیعہ کی حکومت برٹش قوم اور اُس کے حاکموں کو تفویض ہوئی ہے کہ اُس کا اعزاز قائم رکھے

اُس کی عملداری محفوظ رہے۔ انصاف سے مختلف اقوام اور گروہوں پر حکمرانی ہو جن میں بہُت سی قومیں باعتبار مذہب اور ملّت او رطریقہ کے بالکل جُدا اور مختلف ہیں۔ اور بغیر ضرر رسانی داب و استحقاق مراعات خراج گذار رئیسوں کے قائم رکھے۔ اور ایسی رعایا کی بہبودی کو محفوظ رکھے جو شمار میں عنقریب مساوی تمام یوروپ کی رعایا کے ہے جن میں ہر قسم کی تہذیب کے لوگ موجود ہیں اور یہاں کے لوگوں کے اوصاف کو محفوظ رکھکر ترقی دے۔ اور ایسا انتظام کرے کہ یہاں کی اقوام محبت اور ہمدردی اور اطمینان حاصل کرے۔ جن قوموں کو ذراسی بھی ناانصافی ناگوار ہوتی ہے۔ اور یہ لوگ مہربانی اور راستبازی کو بخوبی تسلیم کرتے ہیں۔ اور اُن لوگوں میں سے وہ اتفاق پیدا کرے کہ جو سب خیر خواہ ملکی ہمدرد ہوں۔ جس زمانہ میں یہ نتیجہ پیدا ہوگا وہ آئندہ پوشیدہ زمانہ ہے۔ لیکن کوئی آمادگی انگلستان کی ایسے استقلال سے نہیں ہے۔ جیسی یہ خواہش ملکہ قیصرہ اور برٹش اشخاص کی ہے۔ کہ خیر خواہی۔ دلیری۔ اور ثابت قدمی سے اس مشکل اور عظیم کام کو انجام دیں جس کی میں نے یہ تشریح کی ہے۔ اور جس سے ہماری ہمجنس رعایا اور برادرانِ ہند کو فائدہ پہنچے۔

فصل سوم

ڈائمنڈ جیوبلی

جشن جیوبلی تو صرف پنجاہ سالہ حکومت کا جشن تھا۔ مگر یہ جواہر جیوبلی ساٹھ سالہ عہد حکومت کا جشن اعظم تھا۔ کیونکہ پنجاہ سالہ عہد حکومت والے تو پھر بھی اس سے پہلے انگلستان کو تین حکمران میسر آچکے تھے۔ اور ایشیا میں بھی چند ایک ہو گذرے ہیں۔ مگر بخلاف اس کے ساٹھ سالہ عہد حکومت انگلستان میں کسی بادشاہ کو اس سے پہلے نصیب نہیں ہوا۔ اور نہ ایشیائی ممالک میں ایسے بادشاہ زیادہ ہوئے ہیں۔ پس اس سے زیادہ اور کیا دلیل اقبالمندی اور نصرت و برکت کی ہو سکتی ہے۔ کہ ملکہ وکٹوریہ کا عہدِ حکومت سب بادشاہوں سے بڑھ گیا۔ لھذا اس کے متعلق بھی

نہایت شوکت وشان سے طیاریاں ہوئیں۔ اور ۲۰ جون ۱۸۹۷ء کو یہ روز سعید مثل عید تمام سلطنت انگلستان وہندوستان وغیرہ میں نہایت ہی مسرت وشادمانی کا گذرا۔ اور بدستور تمام ممالک کے شہزادے اور سفیر اور رئیس پایۂ تخت لنڈن میں ملکہ وکٹوریہ کے مہمان ہوئے۔ اور دربار شاہی میں اپنی اخلاصمندی اور حسن ارادت کا اظہار سپاسناموں اور مبارکبادوں کے ذریعہ کرکے انعام واکرام خاص سے سربلند ہوئے۔ شہر لنڈن تو اس دن ایک چمنستان پُربہار بنا ہوا تھا۔ جس کے لئے وہ حق بھی تھا۔ مگر دوسرے مقامات اور بالخصوص ہندوستان میں بھی کچھ کم رونق نہ تھی۔ بدستور اس عظیم الشان مسرت وکامرانی پر حکام اعلیٰ کے دربار اور رئیسوں۔ امیروں کے جلسے اس افراط وبشاشت سے منعقد ہوئے کہ کوئی مدنہ رہی اور غالباً کوئی طریقہ اظہار وفاداری کا ایسا نہ تھا۔ جو باقی اُٹھا رکھا گیا ہو۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ ان تقریبات سعید میں ہندوستان کے اظہار وفاداری کو دیکھتے ہوئے انگلستان کی رعایا بھی کچھ فوقیت نہ جتا سکی۔ اور اس طرح معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا ہندوستان ایک عرصۂ دراز سے نسلاً بعد نسلاً ملکہ وکٹوریہ کی میراث میں چلا آتا ہے۔ اور کبھی بند وغیرہ ہوا ہی نہیں چنانچہ حضور وائسرائے نے بھی اپنی سپیچ میں اس کا اعتراف فرمایا ہے۔ جس کو تمام وکمال اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔ وہو ھذا۔

دربار ڈائمنڈ جوبلی کلکتہ میں وائسرائے ہند کی تقریر

انگلستان میں قاعدہ ہے کہ عام انجمنوں اور سوسائیٹیوں کے ایڈریس سکرٹری آف سٹیٹ کی وساطت سے ملکہ معظمہ کے حضور میں پیش کئے جاتے ہیں۔ جب ہندوستان کے مختلف حصوں سے مجھ سے یہاں کے ایڈریسوں کے بارہ میں مشورہ لیا گیا۔ تو میرے

دوست مہاراجہ دربھنگہ نے (جو اپنی معمولی علو حوصلگی کی وجہ سے اس معاملہ میں دلچسپی لیتے تھے) اُنکو اس کا رنج ہے کہ ڈاکٹروں نے اُنکو باہر آنے کی اجازت نہیں دی جسکا مجھے بھی افسوس ہے۔ یہہ بات میرے ذہن نشین کی۔ کہ اگرچہ ہندوستانی حضور قیصرہ کیخدمت میں ایڈریس پیش کرنے کے موقع کو نہایت گرانقدر سمجھیں گے۔ تاہم وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس امر میں حضور ممدوحہ کی خواہش کا دریافت کرنا مقدم ہے۔ جب مجھے اس وفادارانہ اور حضور قیصرہ کی آسائش مدنظر رکھکر صلاح دی گئی۔ تو میں نے اس بارہ میں ملکہ معظمہ کے احکام حاصل کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا۔ ہر مجسٹی نے بھی ہدایت کی کہ اُن کی جانب سے میں ایڈریس قبول کروں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس معزز فرض کا کافی طور سے بجا لانا میرے حد امکان سے باہر ہے۔ یعنے ان ڈیپوٹیشنوں سے ایڈریسوں کا لینا جو بلا طلب خلوص نیت سے آئے ہیں۔ اور جن کا مناسب طور پر استقبال ابتک نہیں کیا گیا۔ یہہ امر اطمینان بخش ہے۔ کہ میں اس موقع پر اس قدر کثیر التعداد ڈیپوٹیشنوں کو یہاں موجود پاتا ہوں۔ اس سلطنت عظمے کے حصے اتنے دور دراز فاصلے پر واقع ہیں کہ کسیکو بھی وہاں سے نیابتوں کے آنے کی توقع نہ تھی۔ لیکن باوجود اسکے ان ڈیپوٹیشنوں میں سے بہت سے دور دراز سفر کرکے یہاں پہنچے ہیں۔ احاطۂ بنگال جس قدر صوبوں سے ملکر بنا ہے۔ اُن میں سے ایک بھی یہاں اپنے آپکو ریپریزنٹ کرنے میں قاصر نہیں رہا۔ یہی بمبئی پریسیڈنسی کی کیفیت ہے۔ ہم میں مختلف حسب و نسب۔ مذہب و ملت۔ زبان۔ مقاصد اور پیشوں کے لوگ ہیں۔ لیکن اظہار مسرت میں سب متفق و یک زبان ہیں۔ اور اس خیال سے پھولے نہیں سماتے۔

میں حضور قیصر ہند کیجانب سے آپکو خیر مقدم کہتا ہوں۔ اور ان ایڈریسوں کو جو آپنے پیش کئے ہیں قبول کرتا ہوں نیز حضور ممدوحہ کی خاص درخواست کے مطابق میں آپکو یہاں آنے اور ہر مجسٹی کے متعلق آپکی وفاداری اور جوش نمک حلالی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے بذریعہ تار ان ایڈریسوں کا خلاصہ بھیجنے کی ہدایت ہوئی تھی چنانچہ میں نے حسب ذیل تار روانہ کیا ہے۔

"ان ایڈریسوں میں بالعموم حضور قیصرہ کو شاہان انگلستان میں سب سے زیادہ سلطنت کرنے پر مبارکباد دی گئی ہے۔ تخت انگلستان کی اطاعت اور ہر مجسٹی کی وفاداری کا اعتراف کیا گیا ہے۔ سنہ ۱۸۵۸ء کے اعلان اور ہر مجسٹی کے دور حکومت میں اندرونی ملکی

امن و امان کی برکتوں کا شکریہ ادا کیا گیا ہے۔ ایڈریسوں میں اس عہد کی اخلاقی و عقلی ترقی۔ گورنمنٹ کی عمدگی۔ تمام ملک میں خط وکتابت کی سہولیت۔ تعلیم اور تجارت کی گرم بازاری۔ مذاق کفایت شعاری۔ پولیٹیکل ترقی۔ اخبارات کی آزادی۔ بالخصوص جب سے حضور ممدوحہ نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھوں میں لی ہے نیز یہہ ہر مجسٹی کی اس ہمدردی کیطرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ جو طاعون و قحط کی نسبت حضور ممدوحہ نے ظاہر فرمائی ہے۔ بطور ایک تحفہ والدہ اور فرمانروا کے حضور ممدوحہ کی زندگی کی تعریف کرتے ہیں۔ اور وہ طوالتِ سلطنت۔ یور مجسٹی اور آپکی رعایا کے حق میں مزید برکتوں کے لئے دست بدعا ہیں"۔ مجھے آپ صاحبوں کو اس تار کے جواب پہنچانے کی اعلیٰ عزت حاصل ہوئی ہے۔ جو غالباً اس جوبلی کی مبارک تقریب پر حضور ممدوحہ کے پہلے الفاظ ہیں۔ چنانچہ وہ تار میرے ہاتھ میں ہے۔ جو سکریٹری آف سٹیٹ نے گذشتہ شب بھیجا ہے۔ "مجھے حضور قیصرہ ہند کی پیش گاہ سے یہہ کہنے کا حکم ہوا ہے۔ کہ حضور ممدوحہ نے مسرت اور اطمینان سے آپ کے مرسلہ تار کو ملاحظہ فرمایا۔ جس میں اُن ایڈریسوں کا خلاصہ مندرج تھا۔ جو آج بمقام شملہ حضور ممدوحہ کے نائب السلطنت کو ہر مجسٹی کیخدمت میں روانہ کرنے کے لئے پیش کئے جائینگے۔ حضور ممدوحہ ہندوستانی رعایا کی اس وفاداری اور جوشِ نمک حلالی کو اعلیٰ درجہ کی قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتی ہیں جنکی خوشی اور اقبالمندی کو ترقی دینے کا خیال سب سے زیادہ حضور ممدوحہ کے مرکوز خاطر رہا ہے۔ ہر مجسٹی آپکو اجازت دیتی ہیں۔ کہ آپ اُنکی جانب سے ایڈریس پیش کرنیوالوں کا شکریہ ادا کریں۔ اور کہدیں کہ حضور ممدوحہ اُنکے بہبود کی دل سے متمنی ہیں" (جیرنز) حضور قیصر ہند کو فوراً اس امر سے مطلع کیا جائے گا کہ میں نے حضور ممدوحہ کا پیغام حاضرین دربار کو پہنچا دیا۔ نیز میرا فرض ہے۔ کہ جس قدر ایڈریس آج میرے پاس پیش ہوئے ہیں اور مع اُن کثیر التعداد تحریری پیغامات مبارکباد اور تاروں کے جو گذشتہ چند روز سے میرے نام آرہے ہیں اور اس دربار میں جن کی رسید دینے کا مجھے موقعہ ملا ہے۔ دیگر مراسلوں کے ساتھ فوراً حضور ممدوحہ کیخدمت میں بھیجدوں میں نہایت بھروسہ سے دعویٰ کرتا ہوں کہ یہہ تقریب جبکہ دُنیا کے تمام حصوں سے ایڈریس مبارکباد پہنچیں گے۔ کوئی خط وکتابت حضور قیصرہ کے نزدیک اس سلسلہ سے زیادہ عزیز نہ ہوگی جس میں کہ حضور ممدوحہ کو ہندوستانی رعایا کی محبت کا یقین

دلایا گیا (چیرز) مَیں نے لوگوں کو یہ کہتے سُنا ہے۔ کہ جس تقریب کو آج ہم منا رہے ہیں
یہ ایک شاذونادر امر ہے۔ اصلی معنوں میں جارج سوم کا دورِ حکومت بہت زیادہ نہیں
تھا۔ زندگی اِس قسم کے حادثات سے پُر ہے۔ بہتر ہو گا کہ ہم اِس مضمون کو اُن دوستوں
کی بحث کے واسطے چھوڑ دیں جو کسی کو خوش ہوتا ہوا نہ دیکھ سکیں۔ میری رائے یہ ہے
کہ ہزار سال گذشتہ کے سلسلۂ شاہان میں کسی فرمانروا کا سب سے زیادہ دورِ حکومت ہر ایک
ملک میں قابلِ یادگار واقعہ ہے۔ وہ لوگ بلا شُبہ نہایت بے درد ہیں جو اس کی پرواہ
نہ کریں۔ بالخصوص جبکہ موجودہ مثال میں وہ عہدِ سلطنت بادشاہ کے حُسن و توجہ سے
ترقیوں اور خوبیوں کا مجموعہ ثابت ہو تو ایسے موقع پر کوئی نہایت کمینہ اور ناسپاس
شخص ہی ہو گا۔ جو بادشاہ کو مبارکباد دینے سے انکار کریگا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ عہد
معدلت مہد سراسر ترقیوں اور خوبیوں کا نمونہ ہے۔ مجھے کوئی ایسا حق حاصل نہیں
کہ اُس کی تفصیل سے آپکا بارِ خاطر ہوؤں۔ لیکن اِس خیال سے کہ کسی کو شُبہ ہو مَیں
اِس امر کو نہایت مختصر الفاظ میں پایۂ ثبوت کو پہنچانا چاہتا ہوں۔ جہانتک میرے
معلومات ہیں مَیں اُن کے رو سے ملکۂ معظمہ کی سلطنت کا صحیح رقبہ بیان نہیں کرسکتا۔
تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ ایک ذمہ وار عہدہ دار نے کہا تھا کہ گذشتہ بارہ سال میں حضور ممدوحہ
کی قلمرو بالخصوص افریقہ میں ۲۶ لاکھ مربع میل وسیع ہو گئی ہے۔ ہندوستان کی نسبت
مَیں زیادہ صحت سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ ۱۸۳۷ء میں ہندوستان کا کوئی مُلک سا سا
تحت انگلستان کے ماتحت نہیں تھا۔ یہاں کمپنی کا دور دورہ تھا۔ اور سالِ مذکورہ میں
اِس کے مقبوضہ مُلک کا رقبہ ۶۴ ہزار مربع میل تھا۔ برٹش انڈیا کا موجودہ رقبہ دس لاکھ
اڑسٹھ ہزار مربع میل ہے۔ اگر آبادی کو معیار قرار دیا جائے۔ تو ۱۸۳۷ء میں ایک کروڑ
آبادی تھی۔ اور ۱۸۹۷ء میں ۲۲ کروڑ تک بڑھ گئی۔ قدرتاً روئے زمین کے بعض ویران
قطعات کی آبادی میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ سنہ ۱۸۳۷ء کی مردم شماری میں وکٹوریہ تمام بستی
کی آبادی ۲۲۴ آدمیوں کی تھی ۱۸۹۱ء کی مردم شماری سے ظاہر ہوا کہ آبادی مذکور
گیارہ لاکھ چالیس ہزار تک ترقی کر گئی ہے۔ پُرانی بستیوں میں سے کناڈا کی آبادی پانچ گنا
بڑھ گئی۔ اور انگلستان و آئرلینڈ کی آبادی المضاعف ہو گئی ہے۔ قصہ مختصر اس وقت برٹش
قلمرو میں ۳۴ کروڑ آدمی رہتے ہیں جو کُل دُنیا کی آبادی کا تقریباً چوتھا حصہ ہے (چیرز)
اِس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ سلطنت کی خوشحالی بھی کم سے کم آبادی اور رقبہ کے

تناسب سے بڑھتی گئی ہے۔ اِس کے نقشہ ہائے تجارت سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ رعایا کی مرفہ الحالی میں کہانتک ترقی ہوئی ہے۔ سنہ ۱۸۴۰ء میں انگلستان کی بیرونجات سے تجارت درآمد و برآمد کی مالیت ۱۳ کروڑ پونڈ تھی۔ اور ۱۸۹۵ء میں اسکی مالیت ۷۰ کروڑ تک پہنچ گئی گو تجارتِ انگلینڈ نے اس سُرعت سے ترقی کے منازل طے کئے ہیں۔ تاہم وہ اس بارہ میں ہندوستان کے گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ چنانچہ ۳۵-۱۸۳۴ء میں اس کی مجموعی مقدار ۱۹ کروڑ روپیہ تھی۔ اور ۹۷-۱۸۹۶ء میں دو ارب روپیہ تک بڑھ گئی۔ میرے خیال میں یہ اعداد اِس عہد کے اُن بڑے بڑے تغیر و تبدل کے اظہار کے لئے ناکافی نہیں ہیں جنسے کہ لوگ فایدہ اُٹھا رہے ہیں۔ مجھسے بارہا ایجاد و اختراع کے متعلق عظیم الشان فتوحات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے کہ سٹیم (بخارات) اور بجلی کا استعمال۔ لیکن میں اُس کی تفصیل سے آپکو تکلیف نہیں دوں گا۔ مس ایڈن نے ۱۸۳۷ء کے سفر شملہ کی تکلیفات کا جو حال قلمبند کیا ہے میں صرف اُس کیطرف آپکو توجہ دلاتا ہوں۔ حتیٰ کہ گورنر جنرل بھی اِن مصائب سے مُستثنےٰ نہ تھے۔ اُس دشوار گذار سفر میں گورنر جنرل کو کلکتہ سے دو سال غیر حاضر رہنا پڑتا تھا۔ جس آسانی۔ کم خرچ اور سرعت سے آپ شملہ پہنچتے ہیں۔ اگر اس کا گذشتہ تکالیفِ سفر سے مقابلہ کیا جائے۔ تو اگر کل نہیں تو کم از کم بعض لوگ ضرور اس نعمت کی قدر کریں گے۔ جس سے اہلِ مُلک کو بالعموم اور غُربا کو بالخصوص آمد و رفت کے وسایل کی آسانی سے اِس عہد میں فایدہ پہنچا ہے۔ ایک اَور سرکاری محکمہ ہے جو ہماری روزانہ زندگی سے نہایت گہرا تعلق رکھتا ہے۔ جس کو مَیں مُلک کی ترقی کی مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ ۱۸۳۷ء میں ہندوستان میں پہلا ڈاکخانہ قایم ہوا تھا۔ اِس سے پہلے مختلف طریقوں اور ایجنسیوں کے ذریعہ سے خط و کتابت کیجاتی تھی میں خیال کرتا ہوں کہ ہرکاروں کی رفتار کی تیزی اور اُجرت کی شرح مُختلف ہوتی تھی۔ گورنمنٹ نے پہلے پہل کلکتہ سے بمبئی تک ڈاک کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اور اخراجات کے لحاظ سے ایک روپیہ فی تولہ محصول لگایا گیا۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ اُس وقت کتنے خطوط بھیجے جاتے تھے لیکن اَب فی سال ۴۴ کروڑ خطوط روانہ ہوتے ہیں۔ اور محصول فی تولہ ایک آنہ ہے۔ اِس قدر بڑا تغیر تقریباً بعید الفہم معلوم ہوتا ہے۔ مہم چترال کی ریکارڈ میں جب ڈاکخانہ کی تمام خدمات اور میدانِ جنگ سے بہت سا روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنے کا حال مَیں نے پڑھا تو خود بخود میرے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر ۱۸۳۸ء کے سپاہیوں سے یہ کہا جاتا۔ کہ وہ

چترال کے بھیانک پہاڑوں سے (جو اُس زمانہ میں غیر معلوم ملک تھا) باقاعدہ اور بلا کسی تکلیف کے اپنی تنخواہ اپنے اہل و عیال کی پرورش کیواسطے بھیج سکا کرینگے۔ تو معلوم نہیں کہ وہ کیا خیال کرتے؟ یہ ایک نہائیت موثر تغیر ہے جسکو زیادہ غور سے مطالعہ کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ لیکن میں اِس پر ضرورت سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتا۔

علاوہ ازیں علمی۔ اخلاقی اور عقلی ترقیوں کے بھی بہت سے نظائر موجود ہیں جنکی کیفیت اُن لوگوں کو دلچسپ معلوم ہوگی جو فرصت رکھتے ہیں۔ آج ہم سب کے آئینۂ خیال میں حضور قیصر ہند جلوہ افروز ہیں۔ ہم اِس موقعہ پر حضور ممدوحہ کی ذاتِ اشرف کی نسبت اپنی محبت اور جوشِ اطاعت کو ظاہر کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں (چیرز) میں اُن امور کیطرف آپکی توجہ مبذول کرانی چاہتا ہوں جنکو حضور ممدوحہ کی کمزوری کا باعث فرض کیا جاتا تھا۔ مگر بخلاف اِس کے ہر مجتسی کی بدولت اِنسے سلطنت کو اعلیٰ درجہ کی تقویت حاصل ہوئی مثلاً جنگ و جدل کو لیجئے۔ یہ ایک ایسا عہد ہے جس کا اصل اصول دنیا میں امن قائم کرنا ہے۔ لیکن کوئی بادشاہ جنگ کی مجبورانہ ضرورت سے اِنکار نہیں کر سکتا۔ اِس ساٹھ سال میں کریمیا۔ غدر نیل۔ افغانستان اور دیگر بیشمار لڑائیوں میں بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھلائے جا چکے ہیں۔ لہذا یہ دور سلطنت سپاہیانہ اولوالعزمی کے لحاظ سے بھی ہیٹا نہیں رہا۔ صرف ایک ایسا بادشاہ لڑائی کا حکم دے سکتا ہے جو اپنی طاقت سے باخبر ہو۔ اِس ساٹھ سال میں انگریزی سپاہ رعیت جس میں اُس تمام فوج کو شامل کرتا ہوں جو انگریزی جھنڈے کے نیچے لڑتی رہی ہے (چیرز) کو بخوبی یقین ہو گیا ہے۔ صرف ایک ہی آواز ہے۔ جو سب سے پہلے اُن کی بہادری کی قدر کرتی ہے۔ اور ہر ایک نقصان و تکلیف میں ہمدردی کی روح پھونکتی ہے۔ میں اِن لوگوں سے جنکے سینوں پر تمغے چمک رہے ہیں دریافت کرتا ہوں کہ کیا دنیا میں ملکہ کے سوا کوئی اور بھی ایسا بادشاہ ہے۔ جس کی حمائیت میں اُس کی سپاہ مرنے اور مارنے کو فخر تصور کرتی ہو۔ ؟ (چیرز) ایک اور بکم جوش پیدا کرنے والے مگر مشکل مسئلہ پر مکرر غور کیجئے۔ میں نے اِس عہد میں سلطنت کے عظیم الشان پھیلاؤ کا ذکر کیا ہے۔ تاریخ سکندر سیزر نپولین جیسے بادشاہوں کا نمونہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کرتی ہے۔ جنہوں نے اِن تمام ملکوں کو جو اُنکے سد راہ ہوئیں دور کر کے بانتظری اور بزور شمشیر دنیا کے ایک بہت بڑے حِصّہ کو طوقِ اطاعت پہننے پر مجبور کیا۔ لیکن اِس پابند قوانین بادشاہ کی عہد میں

سلطنت کو جو وسعت حاصل ہوئی ہے سیزر و سکندر و نپولین کی فتوحات اس کو نہیں پہنچ سکتیں۔ گذشتہ ستمبر میں مجھے یہہ کہنے کا موقع ملا تھا کہ کس طرح وقت نے بیچ بعد دیگرے حضور ممدوحہ سے اُنکے معتمد وزرا کو جدا کر دیا۔ مَیں مکرر اس مضمون پر یا علیحدگی کی وجوہات پر بحث کرنا نہیں چاہتا۔ یہہ حالت جو فاتح بادشاہوں کے لئے بھی کمزوری کا باعث ہو سکتی ہے۔ حضور ممدوحہ کے مستقل ادائے فرض کے خیال۔ زنانہ عطوفت اور امتیاز سے ایک ایسا اعزاز اور اصلی طاقت ثابت ہوئی کہ کوئی سلطنت اس بارہ میں انگلستان سے لگا نہیں کھا سکتی (چیرز)۔

ایک بات اَور سُنئے اگر ملکہ معظمہ کی تخت نشینی کے وقت کوئی مدبر آئندہ ساٹھ سال کے پولیٹیکل پہلو پر نظر ڈالتا تو اُسے محض اس وجہ سے اندیشہ پیدا ہو جاتا۔ کہ فرمانروائے انگلستان ایک عورت ہے۔ مَیں یہہ ظاہر کر چکا ہوں کہ لڑائیوں اور مُلکی معاملات میں یہہ کمزوری اعلےٰ درجہ کی طاقت ثابت ہوتی رہی ہے۔ اپنے خیالات کو بوضاحت ظاہر کرنے کے لئے مجھے کہنا چاہیئے۔ کہ دو تصویریں ہیں۔ ایک تو کسی مصوّر کی صنّاعی کا نتیجہ ہے۔ جس کے ہونٹ بہ نسبت میری تقریر کے زیادہ فصاحت سے متکلّم ہیں۔ یہہ ایک نوجوان لڑکی کی تصویر ہے جو دوشیزہ شرم و حیا اور متانت کے ساتھ کونسل میں اجلاس کر رہی ہے۔ دوسرا وہ مرقّع ہے جو آج طلوع آفتاب کے وقت کھچ رہا ہوگا۔ جس کی کیفیت باوجود بُعدِ مسافت شعلے کیطرح بذریعہ تار یہاں پہنچ جائے گی۔ ملکہ معظم اس وقت لڑکوں اور لڑکیوں کی والدہ ہے۔ اس کی اولاد جرمنی اور روس جیسی بڑی سلطنتوں کی حصّہ دار ہے۔ دار الخلافہ میں لکھوکھا رعایا مبارکباد دے رہی ہے۔ اور وہ اپنی معمولی دلکش فروتنی سے اُنکی طرف متوجہ ہے۔ مَیں یہہ کہتا ہوں کہ اس عہد میں کمزوری نے طاقت کا نمونہ دکھایا ہے اسی طاقت نے حضور ممدوحہ کی سپاہ کے وفادارانہ حوصلے بڑھا دیئے ہیں۔ وزرا میں اعتماد۔ اور رعایا کے دلوں کو محبت سے تسخیر کر لیا ہے۔ اس کے دربار کو نیکیوں اور خوبیوں کا مرکز بنا دیا ہے جنکے آثار آئندہ نسلوں تک پہنچیں گے۔ اور اسی وجہ سے ہمکو روئے زمین کے لوگوں میں تاج اعزازنو۔ تمام حاصل ہوا ہے۔ (چیرز) مَیں ایک لفظ اَور کہنا چاہتا ہوں

ہیں خیال کرتا ہوں کہ میں اس امر کو ثابت کر چکا ہوں کہ ہمارے فرمانروا کی ساٹھ سالہ دور حکومت کی طاقت رعایا سے محبت اور انجام فرائض کے خیال پر مبنی ہے ہم یہاں آج اظہار عقیدت کے لئے فراہم ہوئے ہیں۔ میں یہ معلوم کرکے خوش ہوں کہ ملک کے مختلف حصوں میں ہم اس عظیم الشان دربار کی ایسی یادگار قائم کرنا چاہتے ہیں جو ہماری آئندہ نسلوں کو اس واقعہ کی یاد دلائیں۔ جب میں اپنے گرد اس مجمع کو دیکھتا ہوں اور یہ معلوم کرکے کہ میں سلطنت ہند کے فوجی اور ملکی افسروں کے سامنے گفتگو کر رہا ہوں۔ نیز جیسا کہ میں اپنی تقریر کے ابتدا میں ریمارک کر چکا ہوں کہ یہاں بہت سی قوموں کے وکلا موجود ہیں جنکو روح وروان سلطنت کہنا بیجا نہیں۔ تو میں یہ خیال کرنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ حضور ممدوحہ کی زندگی کی یادگار قائم کرنے کے واسطے اس سے بہتر اور موزوں اور حضور قیصرہ کی تمنا کے مطابق کوئی یادگار نہیں ہو سکتی کہ ہم باہمی اختلافات کو خیرباد کہیں۔ آپ نے بڑے بڑے تودوں کو دیکھا ہو گا جو روائیتوں کے مطابق جاتری لوگ اپنے عہد کو پورا کرنے کے ثبوت میں مٹھی مٹھی بھر ریت متبرک مقامات سے اٹھا لاتے تھے۔ اور ایک جگہ جمع کرتے جاتے تھے۔ اُن کے بانیوں کے نام اگرچہ صفحۂ دنیا سے مٹ گئے۔ لیکن وہ تودے تاہنوز باقی ہیں۔ کیا جو لوگ یہاں موجود ہیں اُنکے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ عہد کر لیں کہ ہم اپنی اپنی تھوڑی تھوڑی امداد سے اختلافات کے کوہ گراں کو آخر کار اکھاڑ کر پھینکدیں گے۔ یا کم از کم اس جوش تعصب کو دھیمان کر دیں گے جس نے اس ملک کے رہنے والوں کی طرز معاشرت کی صورت بگاڑ دی ہے۔ (چیرز)

مشیت ایزدی سے سال حال کو جو خوشی و خرمی اور شکر گذاری کیواسطے وقف تھا وبا۔ قحط اور آب زلزلے کے مصائب کا منہ دیکھنا پڑا۔ ہم جانتے ہیں کہ رنج وغم کے ان بادلوں نے حضور ممدوحہ کی مسرت کو کس قدر منغض کر دیا ہے۔ نیز ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہر مجسٹی کی رہنمائی اور اثر سے دنیا کے ہر ایک حصہ نے ہندوستان سے ان مصائب میں ہمدردی کی۔ یہ فیاضانہ کارروائی جس کا کہ ان ایڈریسوں میں بھی اعتراف ہوا ہے جلد بھول جانے والی نہیں ہے۔ ۱۸۹۷ء کا قحط فنڈ بجائے خود وکٹوریہ کی طوالت عمر کی ایک غیر موزوں یادگار نہیں ہے۔ (چیرز) مجھے یقین ہے کہ اگر اس

جوبلی کے سال سے حاکم و محکوم کے باہمی اعتبار کو ترقی دینے کیواسطے سرگرمی سے کوشش کرنے کا خیال پیدا ہو جائے۔ اور جہاں قومی و مذہبی جوش کا احتمال ہو وہاں تحمل سے کام لیا جائے۔ اور نیک نیتی اور امن جیسے ضروری امور کو مد نظر رکھ سکیں۔ تو ہم اپنے ہر دلعزیز فرمانروا کی ایک ایسی یادگار قایم کرنے میں کامیاب ہوں گے جو کسی بادشاہ یا قوم کے مایۂ فخر و نازبیتل کے بُت سے زیادہ پایہ دار ثابت ہوگی۔

اِن تقریبات عظیمہ کے علاوہ ہر سال ۲۴ مئی کو ملکہ کی سالگرہ کا جشن تمام ملک میں منایا جاتا تھا۔ اور اُس موقع پر تمام مستحقین کو خطابات اور تمغے تقسیم کر کے اُن کی عزت افزائی کیجاتی تھی۔ اور وہ دن بالعموم خوشحالی اور شادمانی کا تصوّر ہوتا تھا۔ نیز ہر سال کی یکم جنوری کو دربارِ قیصری کے نام سے ایک دربار ہندوستان کے تمام اضلاع میں افسرانِ اعلیٰ کی صدارت سے منعقد کیا جاتا تھا۔ اور اس میں بھی خطابات و تمغہ جات اُن لوگوں کو برابر عطا ہوتے تھے جو گورنمنٹ کی کوئی خدمت کر چکے ہوں۔ بلکہ اِس دربار میں علاوہ خطابات وغیرہ کے مشہور اور اہلِ خدمت آدمیوں کو خلعتیں عطا کر کے بھی سربلند کیا جاتا تھا۔ اور یہ ہر سال کے دونوں دن ملک میں نہایت مبارک و مسعود تصوّر کئے جاتے تھے۔ اور ان پر بھی اکثر قصایدؔ و قطعاتِ تاریخ حکّامِ مقامی کے روبرو رعایا کیطرف سے پیش ہوا کرتے تھے۔

باب ہفتم

ملکہ وکٹوریہ کی تلخکامیاں

فصل اوّل

ملکہ کی والدہ کی وفات

ملکہ وکٹوریہ کی با اقبال زندگی کے حالات ناظرین کسیقدر پڑھ چکے ہیں۔ جن کے مطابق ملکہ اُن کو ایک باغِ بے خزاں کا گُلِ سدا بہار نظر آتی ہوں گی۔ مگر زمانہ کسی کو اپنے کُلّیات سے مُستثنےٰ نہیں کیا کرتا۔ اور شاہ ہو یا گدا۔ امیر ہو یا غریب زندگی کی کٹھن منزلوں کو طے کرنے پر مجبور ہوا کرتا ہے۔ ضابطۂ خداوندی اور آئینِ قدرت کچھ ایسا زبردست واقع ہوا ہے۔ کہ کسی کو اُس کے روبرو مجالِ دم زدن نہیں ہو سکتی اس خوشحال زندگی میں ملکہ وکٹوریہ نہائیت فرحت و انبساط کے دن کاٹ رہی تھیں۔ اور اگرچہ انکی تین اولادیں طفلی میں ضائع بھی ہو چکی تھیں۔ مگر وہ اپنی والدہ کے سایۂ عاطفت۔ اپنے شوہر کے آغوشِ محبت اور اپنی چھ اولادوں کی اُلفت و چاہت میں بالکل مسرور نظر آتی تھیں۔ کہ یکایک موت نے اِنکے گھر کا رُخ کیا۔ اور سب سے پہلے اِنکی والدہ ڈچس آف کنٹ کو آدبوچا۔

ڈچس اوف کنٹ بیمار ہوئیں تو شاہی ڈاکٹر انکے معالج مقرر کئے گئے ملکہ مع اپنے کنبے کے اِنکی خبر گیراں ہوئیں۔ مگر طبیعت دِن بدن بگڑتی گئی۔ آخرش انکو فروگمور کے

پُرفضا مقام پر بھجا یا گیا۔ مگر وہاں بھی حالت سنبھلنے نہ پائی۔ بلکہ روز بروز ردائیت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور بالآخر وہ وقت آپہنچا۔ جو سب کے لئے مقدر ہے۔ ملکہ یہہ خبر سنکر اپنے شوہر اور خاندان سمیت فوراً فرد گ مور پہنچیں۔ تو ڈچس حالتِ نزع میں تھیں۔ ملکہ نے نہائیت پیار سے اپنی والدہ کے ہاتھ چومے۔ اور انہیں سینے سے لگایا۔ مگر ڈچس مطلق پہچان نہ سکیں جس سے ملکہ کے دل پر سخت صدمہ پہنچا۔ اور وہ رو رو کر بیحواس ہوگئیں۔ کیونکہ یہی وہ بزرگ ڈچس تھیں جنکے زیر سایۂ ایامِ شیر خوارگی سے اس حالتِ مادری تک ملکہ نے نشو و نما پایا تھا۔ القصہ اُسی دن ۱۵ مارچ سنہ ۱۸۶۱ء کو ۷۵ برس کی عمر میں ڈچس کا انتقال ہوگیا۔ اور خاندانِ شاہی ایک بزرگ اور بابرکت خاتون سے خالی رہ گیا۔ ؎

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

غرضکہ ڈچس موصوف کا جنازہ نہائیت تزک و احتشام سے اُٹھایا گیا۔ اور حسب قاعدہ تمام ممبرانِ خاندان اور عہدہ دار اس میں شریک ہوئے۔ اور مرتے ہوئے ڈچس موصوف نے پرنس البرٹ کو اپنی جائداد کا متولی قرار دیا۔

فصل دوم

پرنس کنسرٹ البرٹ شوہر ملکہ وکٹوریہ کی وفات

جُدا کسی سے کسی کا کبھی حبیب نہ ہو
یہہ داغ وہ ہے کہ دشمن کے بھی نصیب نہ ہو

ملکہ وکٹوریہ اور پرنس البرٹ کی محبت باہمی جس درجہ پہنچی ہوئی تھی اُس کی نسبت بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ عشق کا درجہ تھا۔ اور یہی محبت و اُلفت تھی

جس نے ملکہ وکٹوریہ کو غموم و ہموم سے بچایا ہوا تھا چنانچہ ملکہ انہیں دنوں اپنے ماموں کو ایک خط میں لکھتی ہیں۔ کہ

"ہر چند میری والدہ اور تین چھوٹے بچوں نے جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی میں رختِ اقامت جا ڈالا ہے۔ مگر پھر بھی اپنی چھ اولادوں سمیت جو اس وقت ہمارے پاس ہیں ہمارا جوڑہ باہمی محبت و الفت سے بے انتہا خوش وقت رہتا ہے"

اور کیوں نہو۔ پرنس البرٹ جیسا خوبصورت و نیک سیرت اور مستقل محبتی شوہر واقعی ایسا ہی تھا۔ مگر تقدیر کے آگے استحقاق اور ضرورت کا قدر کیا ہو سکتا ہے شادی کے اکیس سال بعد ہی تینتالیس ۴۳ برس کی عمر میں شہزادہ کا وقت اخیر بھی آپہنچا

پرنس البرٹ کی بیماری۔ شہزادہ اگرچہ بسبب نزاکتِ طبع کے پہلے بھی گاہ گاہ علیل ہو جایا کرتا تھا۔ مگر ڈچس اوف کنٹ کے مرنے پر کاروبار کے بڑھ جانیکے باعث اور بھی کسلمند رہنے لگا۔ اور آخرش بسترِ موت پر جا گرا۔ جس کی ابتدا یوں ہوئی کہ اکتوبر ۱۸۶۱ء میں ایکدن کیمبرج کے سبزہ زار میدان میں شہزادہ سیر و شکار میں مصروف تھا۔ کہ دفعتاً بارش شروع ہو گئی اور اسکے تمام کپڑے تر بتر ہو گئے۔ شہزادہ واپس ہوا تو ملکہ معظمہ ایٹن کالج کی والنٹیر رائفلز قواعد دیکھنے کو طیار تھیں۔ لهذا اس مونس صادق نے بھی بغیر پوشاک بدلے فی الفور ساتھ دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہزادے کے جوڑوں میں درد محسوس ہونے لگا۔ اور بخار بھی رہنے لگا۔ مگر اُس نے کچھ پروا نہ کی۔ لیکن اواخر نومبر میں جب طبیعت زیادہ بگڑ گئی۔ تو ڈاکٹر ہلسنر اور جیمس کلارک مشہور شاہی ڈاکٹروں کا معالجہ شروع ہوا۔ اور خود ملکہ معظمہ مع شہزادی ایلیس کے تیمارداری کے فرائض ادا کرنے لگیں۔ مگر مرض الموت کا علاج کیا ہو سکتا تھا

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
آخر اس بیماریِ دل نے اُس کا کام تمام کیا

الغرض ۱۴۔ دسمبر ۱۸۶۱ء کا منحوس دن غضب کا جلّاد تھا۔ جس نے شہزادہ کا رشتۂ حیات جبراً توڑ دیا۔ اُسوقت کا حال کیا لکھا جائے۔ شام کیوقت جب شہزادہ کی ساری اولاد بغرض اُسکے پلنگ کے گرد جمع ہوئی۔ کہ مرنے والا سب کو ایک آخری نظر سے دیکھ لے تو اُس بیچارہ کی طیاری درپیش تھی۔ طاقتِ گفتار جواب دے رہی تھی۔ اور چہرۂ مُردنی چھا رہی تھی۔ مگر اُس حالتیں بھی اُس نے نیم باز آنکھیں کھولکر اور ملکہ کیطرف دیکھکر اپنے سر کو اُنکے کندھو نپر ڈالکر بوسہ لیتے ہوئے کہا "میری نیک بی بی" ملکہ نے جواب دیا "پیارے دیکھو تو بیشک مَیں تمہاری وُہی چاہتی بیوی ہوں" شہزادہ مسکرانا چاہتا تھا۔ مگر طاقت نہ تھی۔ آخرش اُسی حالتیں گیارہ بجے شب کے شہزادہ کا مُرغِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے اہلِ خاندان کو مدّتوں تک اپنا غم یادگار میں دے گیا۔

ملکہ کی حالت سخت اندوہناک تھی۔ اُنپر ایک کوہ الم ٹوٹ پڑا تھا۔ کہ جس شوہر کو وہ ایک دم کے لئے جُدا نہ کرتی تھیں وہ مدّت العمر کے لئے اُن سے جُدا ہو گیا۔ اولادِ شاہی کا بھی مارے غم کے بُرا حال تھا۔ ڈیوک اوف ایڈنبرا اور پرنس اوف ویلز خاصکر زیادہ نوحہ خوان تھے۔ آخرش شہزادہ کو نہلا دہلا کر فوجی پوشاک پہنائی گئی۔ اور خویش و اقارب کے جمع ہونے پر جنازہ اُٹھا کر ونڈسر کے شاہی گرجا میں لایا گیا۔ جہاں اداے رسوم مذہبی کے بعد ملکہ معظمہ کیطرف سے ایک نوحہ جرمنی زبان میں پڑھا گیا۔ جس کا مطلع یہ تھا۔ کہ ؎

بے تیرے کس طرح میں رہوں گی دیار میں　　بلکہ رہیگی قبر بھی میری فشار میں

اِسی میں ایک شعر اِس شعر کا ہم مضمون تھا۔ کہ ؎

کہاں کی نیند آگئی ابھی سے مسافرانِ رہِ عدم کو
کچھ ایسا سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے ہم اُنکو جگا جگا کر

بعدازاں تابوت قبر میں اُتارا گیا۔ اور خویش واقارب نے آخری دیدکر کے ہمیشہ کیلئے الوداع کہا۔ اُس وقت شہزادے کے تابوت پر سر کیطرف اُنکا وہ نقرئی تاج رکھا گیا۔ جسکو وہ بحیثیت شوہر ملکہ پہنا کرتے تھے۔ اور پائینتی گارٹر کا تمغہ اور درمیان میں ایک لوحِ سیمین جسپر اُنکا نام ونشان کندہ تھا۔ اس کے علاوہ ایک دوسرا تاج بھی ساتھ رکھا گیا۔ جو بحیثیت ڈیوک آوف کوبرگ اُنکا موروثی تاج تھا۔ شہزادے کے ہاتھ میں ملکہ کی تصویر دی گئی۔ اور تمام جسم شہزادی ایلیس کے گوندھے ہوئے ہار سے ڈھانپ دیا گیا۔ اور سوگوار بادل محزون گھروں کو واپس آئے۔ شہزادہ کی جدائی ملکہ پر سخت گراں تھی جس سے اُنکی حالت دگرگوں ہو رہی تھی مکان کاٹے کھاتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے جزیرۂ وائٹ کے سُنسان محل میں چند یوم تنہا جا بسر کئے۔ کہ کسی طرح دِل کی بھڑاس بھی تو نکلے۔ سچ ہے۔ ؎

نالہاے کلبۂ احزاں تسلّی بخش نیست   زیبا باں میتواں فریاد خاطر خواہ کرد۔

مگر فرائضِ جہانبانی اور امورِ خانہ داری کا خیال کر کے خود ہی طبیعت کو اُستوار کیا اور مقام فروگ مور میں شہزادہ کا ایک عالیشان مقبرہ ۲۰ لاکھ لاگت سے بنوا کر نہائیت اعزاز سے اُنکی لاش ۲۵ مارچ ۱۸۶۲ء کو شاہی قبرستان ونڈسور سے وہاں منتقل کی گئی۔ اس عالیشان عمارت میں صرف جائے مقبرہ کا طول وعرض وارتفاع ستر فیٹ ہے۔ اور اُس پر یہ کُتبہ درج ہے۔

"یہ مکان ۲۵ مارچ ۱۸۶۲ء کو ملکہ وکٹوریہ نے اپنے عزیز شوہر کی یادگار میں بنوایا"

"با برکت ہیں وہ لوگ جو خُدا کی یاد میں سوتے ہیں اور اُسی کی یاد میں جہان سے گذرجاتے ہیں"

اِس یادگار کے سوا ملکہ نے ایک عظیم الشان ہال بھی اپنے شوہر کی یادگار میں تعمیر کرایا۔ اور اِس کے سوا اُنکی تمام تقریروں کو کتابی صورت میں چھپوا کر تمام سوسائٹیوں اور مناسب اشخاص میں مُفت تقسیم کیا۔ اِس کے علاوہ شہزادہ کے وطن میں اُنکا

ایک سینٹیجو قایم کیا گیا۔ جسکو ملکہ نے بذات خاص افتتاح فرمایا۔
شہزادہ البرٹ واقعی بڑا قیمتی وجود تھا۔ اُس نے اپنے حین حیات انگلستان کی بہتری کے لئے وہ سود مند کوششیں کیں کہ جنکو بُھلایا نہیں جاسکتا۔ اور گو بعض لوگ اُس کے مخالف بھی ہوئے مگر آخر اُسکی نیک نیتی ہی سب پر غالب رہی۔

شہزادہ البرٹ کے حالات زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ شہزادہ مذکور ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوا۔ ۱۸۳۹ء میں ملکہ سے بیاہا گیا۔ ۱۸۴۷ء میں کیمبرج یونیورسٹی کا چانسلر مُقرر ہوا۔ ۱۸۴۹ء میں اشاعتِ علوم کی برٹش ایسوسی ایشن کا میر مجلس منتخب ہوا۔ ۱۸۵۰ء میں ڈیوک اوف ولنگٹن نے اس کے لئے کمانڈر انچیف کا عہدہ تجویز کیا۔ جس سے اُس نے بدیں وجہ انکار کر دیا۔ کہ اُس کے ہونے کے فرائض کے لئے ملکہ سے جُدا بھی رہنا پڑا کریگا۔ ۱۸۵۱ء میں اُس نے انگلستان کے لئے ایک عظیم الشان نمائش کھولی۔ اور آخر ش ۱۸۶۱ء میں داعی اجل کو لبیک کہتا ہوا ملکہ کو بیوہ اور بچوں کو یتیم چھوڑ گیا۔ ع۔ جھونکا نسیم کا تھا کہ آیا نکل گیا۔

شاہی قبرستان۔ بطور ایک تہ خانہ کے ہوتا ہے۔ جس کے اندر تابوتوں کے رکھنے کے واسطے جگہ بنی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ مکان بھی قبر سے کم نہیں کیونکہ اس میں روشنی وغیرہ کا کوئی سوراخ نہیں ہوتا۔ اور جب تابوت رکھا جاتا ہے تو مُنہ کو بند کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر کوئی اُسے کھول نہیں سکتا۔

ملکہ وکٹوریہ کی بیوگی۔ ملکہ معظمہ پہلے سے ہی رحیم المزاج تھیں۔ اس واقعہ کے بعد اور بھی رقیق القلب ہوگئیں۔ اور کیوں نہ ہوتیں اُنکی آنکھوں کے سامنے دُنیا پلٹ گئی تھی۔ بالخصوص بیواؤں کے دردِ اندرونی پر اُنہیں زیادہ رحم آتا تھا۔ اور وہ اُن کی مصیبت پر سخت متاثر ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ ایکدفعہ

ملکہ وکٹوریہ جمو قیع جیوبیلی



جبکہ انگلستان میں کوئلہ کی ایک کان کے پھٹنے سے چوبیس مزدور مر گئے۔ تو ملکہ نے اُنکی بیواؤں کو پیغام تعزیت ان الفاظ میں بھیجا۔ کہ "مجھے تم سے دلی ہمدردی ہے۔ کیونکہ مجھ کو اپنی مصیبت نے تمہارے مصائب کا وزن کرنا بتا دیا ہے" ایسا ہی ایک دفعہ جبکہ ڈچس آف سدرلینڈ کی معرفت بیوہ عورتوں کیطرف سے اُنکی خدمتمیں ایک بائبل مطلا جلد کی بطور پیشکش گذرانی گئی۔ تو اُس کے جواب میں آپ نے لکھا۔ کہ

"میرے دلپر اپنی بیوہ بہنوں کی اس یادگار سے بڑا اثر ہوا ہے۔ اور بالخصوص اُن الفاظ نے بڑا درد پیدا کیا ہے جن میں میرے متوفی خاوند کی خوبیوں کو سراہا گیا ہے۔ مَیں اپنی تمام رعایا میں سے اپنی ان ہم سبق ہمدردوں کی قدر کرتی ہوں اور خاصکر اُن الفاظ کے لئے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ جو پرنس البرٹ کی نسبت لکھے گئے ہیں۔ اور جس کی یاد میں محض اس اُمید پر حیات چندروزہ کے دن کٹ رہے ہیں کہ ایک دن اُس سے ایسی ملاقات نصیب ہوگی۔ کہ جس کے بعد فراق نہو سکے گا۔ یہی اُمید ہے۔ جو ہموم وغموم دُنیوی میں تسلی دے رہی ہے۔ اور میری دُعا ہے کہ خدائے پاک اسی طرح سب بیوہ بہنوں کو صبر واستقلال عطا فرمائے۔"

القصہ زندگی بھر ملکہ نے شہزادہ کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ جب کبھی وہ اُس کے یادگاری حال میں گئیں آبدیدہ ہوگئیں۔ جب کبھی اُس کے رہنے کے کمروں کا رُخ کیا چشم پُرآب ہو کر نکلیں۔ اور جب اُنکا تصور ہوتا دِل وجگر پر ایک چوٹ لگتی۔ چنانچہ ابتداء میں تو ملکہ نے خلوت نشینی ہی اختیار کر لی تھی۔ بالکل معاملات سلطنت اور مُہمات ریاست کو ترک فرما دیا تھا۔ مگر رعایا اور عہدہ داروں کے اضطراب اور گھبراہٹ سے پھر دل کو ڈھارس دیا۔ کہ

زندگی درگردن افتاد است و بیدل چارہ نیست
شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

پھر بھی مدت العمر مقام فروگ مور میں ہر سال شہزادے کی برسی کے دن ملکہ خود جاتیں اور عبادتِ مذہبی میں آپ شریک ہوتیں۔ اور مزید برآں یہی وصیت بھی فرماتیں۔ کہ بعد مرگ مجھے بھی پیارے البرٹ کے پاس اسی مقبرہ مین دفن کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

فصل سوم

اولادِ شاہی کی موتیں اور ملکہ وکٹوریہ کا رنج و غم

آدمی کیوں طالب راحت ہے دو جہان میں چین دانے کو بزیر آسیا ملتا نہیں

اگرچہ دونوں سوح فرسا صدمات جنکا ذکر فصولِ گذشتہ میں آچکا ہے۔ ملکہ کی زندگی کو تلخ کردینے کے لئے کافی تھے۔ مگر زمانہ کسی کو چین لینے نہیں دیتا۔ اور مصیبتیں ایک ایک کرکے نہیں آیا کرتیں۔ بہم آتی ہیں۔ چنانچہ ملکہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ اور سب سے پہلے۔

پرنسس ایلیس ملکہ کی عزیزہ لڑکی ۱۴ دسمبر ۱۸۷۸ء کو عین عنفوانِ شباب میں انتقال کر گئی۔ یہ شہزادی بڑے درجہ کی لائق اور معاملہ فہم تھی۔ اور ملکہ کو اس سے کمال محبت تھی۔ ۲۵۔ اپریل ۱۸۴۳ء کو یہ پیدا ہوئی تھیں۔ اور جولائی ۱۸۶۲ء میں انکی شادی ہسے کے گرانڈ ڈیوک لوئیس کے ساتھ عمل میں آئی تھی۔ انکا ایک شہزادہ اور چار شہزادیاں اب باقی ہیں۔

پرنس لیوپولڈ ڈیوک اوف البینی کی وفات ۲۸ مارچ ۱۸۸۴ء میں عین

عالمِ جوانی میں واقع ہوئی جس نے ملکہ کے زخمِ دل پھر ہرے کر دیئے۔ کیونکہ پرنس ممدوح ابھی تازہ تازہ بیاہے ہوئے تھے۔ اور صرف ایک لڑکا ان کا یادگار ہے۔ اس جوانمرگی پر تمام ہندوانگلینڈ میں سخت رنج وافسوس کا اظہار ہوا۔ اور واقعی ع ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مُرد۔

شہزادہ موصوف ۷۔ اپریل ۱۸۵۳ء کو پیدا ہوئے۔ سنِ بلوغ پر ڈیوک آف البنی بنائے گئے۔ ۲۷۔ اپریل ۱۸۸۲ء کو انکی شادی پیرمونٹ کی شہزادی ہیلن سے ہوئی۔ اور ۲۸۔ اپریل ۱۸۸۴ء کو قضا کر گئے۔ اس کے بعد۔

پرنس البرٹ وکٹر ملکہ معظمہ کے با اقبال پوتے کی وفات حسرت آیات نے ۱۴ جنوری ۱۸۹۲ء کو اور بھی رہی سہی کمر توڑ دی۔ یہ نوجوان شہزادہ ہی اپنے باپ کا ولیعہد ہو کر کسی آئندہ زمانہ میں شاہِ انگلستان ہونے والا تھا۔ پہلے درجے کا طبّاع۔ محنتی۔ ذہین اور مستعد۔ ہندوستان کی بھی سیر کر چکا تھا۔ اور اسی ضمن میں لاہور بھی ہو گیا تھا۔ اس کے لئے بھی وہی معمولی بخار مہلک ہوا جو بارش میں بھیگ جانے کے بعد ہوا تھا۔ اور ہر چند دوا ودوش ہوئی۔ مگر سب بیکار گئی۔ ع

گزید ند فرزانگاں دستِ فوت ۔۔۔ چو در طب ندید ند دارو ئے موت

اسکا ماتم تمام انگلستان و ہندوستان میں دِلی رنج وافسوس سے ہوا۔ اور واقعی شہزادہ کا عالمِ شباب اور اس کی طبیعت کی پاکیزگی اسی کی متقاضی تھی ع
پھول تو دو دن بہارِ جانفزا دکھلا گئے ۔۔۔ حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

یہ شہزادہ ۸۔ جنوری ۱۸۶۴ء کو پیدا ہوا تھا۔ اور ابھی شادی بھی ہونے پائی تھی صرف نسبت ٹھہر چکی تھی کہ یکایک پیوندِ خاک ہو گیا۔ ملکہ کیطرف سے جو ہار اس شہزادے کے تابوت پر ڈالا گیا تھا اس پر یہ لکھا تھا۔ ایک غم زدہ دادی کیطرف سے "

ڈیوک اوف اڈنبرا کی موت اِن سَب پر سَبزا دتھی۔ جو عین اپنے وقت اخیر میں ملکہ نے دیکھی۔ یعنے یہ شہزادہ سنہ ۱۹۰۰ء میں کو صرف چند روزہ بیماری کے بعد راہی عدم ہوگیا۔ اِن کی زبان پر سرطان ہوگیا تھا۔ یہ شہزادہ بڑا سادہ مزاج اور نہایت شریف النفس تھا۔ مگر آخر سب مرنے کے لئے ہیں۔

اِنکا پورا نام الفرڈ ارنسٹ البرٹ ہے۔ یہ ۶۔ اگست سنہ ۱۸۴۴ء کو پیدا ہوئے۔ ۲۳۔ جنوری سنہ ۱۸۷۴ء کو شہزادی روس سے بیاہے گئے۔ اور ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء کو انتقال کرکے پانچ بچے چھوڑ گئے۔

پرنس کرسچن ملکہ کے عزیز نواسے کی وفات بھی ۳۰۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء کو عین عالم شباب میں بعمر تیس ۳۰ سال وقوع میں آئی۔ یہ شہزادہ بھی ملکہ کو بڑا عزیز تھا۔ مگر تقدیر سے چارہ ویارہ کیا۔ ؎

لائی حیات آئے۔ قضا لے چلی چلے اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

بوجہ طوالت اِن صاحبوں کے جنازوں کے جزئی حالات لکھے نہیں گئے مختصر یہ کہ ہر ایک کا جنازہ نہایت اہتمام کے ساتھ اُٹھایا گیا۔ اور نہایت حسرت کے ساتھ پیوند زمین ہوا۔ شاہی خاندان کے دستور دکھلانے کے لئے کسی قدر پرنس البرٹ کے جنازہ کے حالات اِس سے پہلے لکھے جاچکے ہیں۔

فصل چہارم

ملکہ وکٹوریہ کی ذاتِ خاص پر حملے

گذشتہ فصول میں تو ملکہ کے عزیز و قریب رشتہ داروں کی مفارقتِ دائمی کا ذکر ہوا لیکن اَب خاص اُن حملوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو ملکہ کی ہلاکت کے لئے کئے گئے تھے

اِسی کے ساتھ ملکہ کی رحمدلی اور مستقل مزاجی کی بھی تعریف کرنی پڑتی ہے۔ کہ اُنہوں نے کسی حملہ پر نہ تو کچھ اضطراب ظاہر کیا۔ اور نہ کسی مجرم کو قتل وغارت کی سنگین سزائیں دیں۔ حالانکہ زار روس پر ایک دو حملوں کا یہ اثر ہوا۔ کہ وہ تنہا زندگی اور حیات بے تکلف کے لُطف سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئے۔ جب دیکھو ارد گرد پہرہ سر پر کھڑا ہے۔ کہیں اندر باہر سوائے حفاظت کے آ جا ہی نہیں سکتے برخلاف اِس کے ملکہ وکٹوریہ نے کبھی کوئی ابتدا دی اپنے پہرہ چوکی میں نہیں کی۔ اور ہمیشہ محافظِ حقیقی خود ہی اُنکو اپنے حفظِ دامن میں رکھتا رہا۔

پہلا حملہ - ملکہ پر سنہ ۱۸۴۰ء میں ہوا جبکہ وہ اپنے شوہر نامدار کے ساتھ ایک گاڑی میں کانسٹیٹیوشن ہل کی سیر کو جا رہی تھیں۔ کہ ایک سترہ سالہ شراب فروش لونڈے نے اُنپر دو دفعہ بندوق کا فیر کیا۔ مگر دونوں دفعہ نشانہ خطا ہوا۔ اور عند التحقیقات جیوری نے مجرم کو دیوانہ قرار دیکر پاگل خانہ بھیجدیا۔

دوسرا حملہ ملکہ پر ۳۰ مئی سنہ ۱۸۴۲ء کو ایک شخص جان فرانسس ۲۴ سالہ انگریز نے اُسی مقام پر کیا۔ جہاں پہلے ہوا تھا۔ مگر پھر بھی نشانہ خطا ہوا۔ اور اگرچہ عدالت نے جیوری سمیت اُس کو مجرم قرار دیکر پھانسی کی سزا دی۔ مگر ملکہ نے رحمدلی سے سزا کو جلاوطنی سے بدلکر اُس کی جان بچادی۔

تیسرا حملہ ملکہ پر سنہ ۱۸۴۲ء کے اخیر میں خاص اُس دن ہوا۔ جس دن ملکہ معظمہ نے جان فرانسس کی سزا میں تبدیلی سے اُس کی جان بچائی تھی۔ ملکہ گاڑی میں سوار ہو رہی تھیں کہ بین نامی ایک کبڑے نے پاس آکر اُنکو نشانہ بنانا چاہا۔ لیکن ایک عام لڑکے نے جو اُسوقت گاڑی کے پاس کھڑا تھا بندوق داغتے ہوئے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور نشانہ ٹھیک نہ رہا جسپر اُس کو صرف اٹھارہ ماہ کی قید کی گئی۔

چوتھا حملہ ۹ مئی سنہ ۱۸۴۹ء کو اُسی مقام کے قریب ہملٹن نام ایک حمار نے کیا۔

جہاں پہلے دو حملے ہوئے تھے۔ مگر اس کی بندوق نے بھی خطا کی۔ نشانہ ٹھیک نہ بیٹھا۔ اور ملکہ بچ گئیں۔ اس پر اس کو سات سال قید کی سزا دی گئی۔

پانچواں حملہ اسی سال کے اخیر رابرٹ پیٹ نام ایک پنشنر فوجی عہدہ دار نے کیا مگر نشانہ خطا ہوا۔ اور مجرم کو سات سال کے لئے بعبور دریائے شور کی سزا دی گئی۔

چھٹا حملہ ۲ مے ۱۸۵۰ء کو اس وقت ہوا جبکہ ملکہ ڈیوک آف کیمبرج کے محل سے اُنکی عیادت کے بعد اپنے محل کو واپس آنے کے لئے سوار ہونے کو تھیں کہ بیٹ نے بڑھکر ایک ضرب موٹے بید کی نہایت زور سے آپ کے چہرہ پر لگائی۔ جس سے جان تو بچ گئی۔ مگر ضرب شدید آ کر بہت عرصہ تک آپکی بیماری کا باعث ہوئی۔ گرفتار ہونے پر مجرم نے آئیں بائیں شائیں بنا کے دیوانہ پن کی ٹیّس جمانی چاہی مگر جیوری نے اس کو قبول نہ کیا۔ اور سات سال کی جلاوطنی کی سزا تجویز کی۔

ساتواں حملہ ۲۹ فروری ۱۸۷۲ء کو آرتھر اوکونر نام ایک سترہ سالہ لڑکے نے خالی بندوق داغنے سے اس وقت کیا۔ جبکہ ملکہ شام کیوقت معمولی سیر سے فارغ ہوکر محل بکنگہم میں واپس داخل ہو رہی تھیں۔ اس پر اس کو ایک سال قید اور چند ضرب بید کی سزا دی گئی۔

آٹھواں حملہ ۲ مارچ ۱۸۸۲ء کو میکلین نام ایک انگریز نے اس وقت کیا۔ جبکہ ملکہ اپنی گاڑی میں سوار ہونے کو تھیں۔ مگر حسب معمول بندوق کے فیر نے خطا کی اور میکلین دیوانہ قرار پاکر پاگل خانہ بھیجا گیا۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی دیوانے آپکو ڈرانے اور دھمکانے آجاتے تھے کہ ہم ملک کے مالک اور وارث تخت و تاج ہیں۔ جنکو ملکہ نہایت خوشدلی کے ساتھ رخصت فرماتی تھیں۔ غرضکہ جس طرح ملکہ کی زندگی عیش و کامرانی میں بے نظیر تھی ویسے ہی غم و الم سے بھی خالی نہ تھی۔ کہ دونوں چیزیں توام ہیں۔

باب ہشتم

ملکہ وکٹوریہ کا انتقال پُرملال

فصل اوّل

ملکہ وکٹوریہ کی بیماری اور موت

زوال و انحطاط ایسی شے ہے کہ ذاتِ خداوندی کے بغیر کوئی اس سے محفوظ و مصئون نہیں ہو سکتا۔ ملکہ وکٹوریہ جو اپنے والدین کے گھر میں سچ مچ لچھمی ہو کے پیدا ہوئی۔ اور تختِ سلطنت پر واقعی اقبالِ بے زوال لیکے جلوہ افروز ہوئی اور جس نے طرزِ تمدن و طریقِ معاشرت نے گویا سلامت روی۔ استقلال۔ صحت و توانائی کا ٹھیکہ لے رکھا تھا۔ آخر کار وہ بھی اس آئینِ قدرت سے خالی نہ رہی اور تقاضائے عُمر کے ساتھ مُتعلقین اور اولاد کی مفارقت کے داغ اور بالخصوص اس پیرانہ سالی میں نوجوان بیٹے ڈیوک اوف اڈنبرا اور ہونہار پوتے پرنس البرٹ وکٹر کی موت نے رہی سہی کمر توڑ دی۔ اس پر مُستزاد یہ ہوا کہ جنگ ٹرنسوال نے قومِ انگریزی کے ہزاروں نونہالوں اور بیسوں ناموروں کو خاک و خون میں ملا کر ملکہ کی طبیعت کو اَور بھی کمزور و ناتوان کر دیا ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

ملکہ وکٹوریہ کی بیماری کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ وہ ماہِ اکتوبر میں ہی شروع

ہوگئی تھی۔ مگر چونکہ حالت کچھ خطرناک نہ تھی اِس لئے اُس کا افشا نہیں کیا گیا۔ بلکہ ایک اخبار نے یہہ خبر لکھی تو دوسرے نے ساتھ ہی تردید کردی۔ مگر آخرالامر کثرت غم وہم نے طبیعت کو نڈھال اور مرض کو غالب کردیا۔ نام کو سقوطِ اشتہا کا عارضہ تھا۔ مگر دراصل یہی پیام موت تھا۔ جس نے آخر کام کر ڈالا۔ ڈاکٹر دم بدم تجویزیں کرتے تھے۔ مگر وسط جنوری سنہ ۱۹۰۱ء میں طبیعت اور بھی کمزور ہوگئی۔ اور گو دن میں دو دو تین تین بار طبع معلیٰ کی کیفیت چھا پکر مشتہر کیجاتی تھی۔ مگر ؎

چوں مخبط شد اعتدالِ مزاج نہ عزیمت اثر کند نہ علاج

بدشگونی۔ انگلستان والوں کا اعتقاد ہے۔ کہ ملکہ ایلی زبتھ کیوقت میں جس محل میں ملکہ میری قتل ہوئی تھی۔ جب کسی فرمانروائے انگلستان کی موت قریب ہوتی ہے۔ تو اُس محل سے آوازیں آیا کرتی ہیں۔ چنانچہ ملکہ وکٹوریہ کے ایام بیماری میں بھی متواتر کئی راتیں وہاں سے رونے کی آوازیں آتی رہیں۔ مگر اس خبر کو ملکہ سے پوشیدہ رکھا گیا۔ کہ طبیعت پر زیادہ اثر نہ پڑے۔

ملکہ کی وصیّت۔ کہا جاتا ہے کہ ملکہ وکٹوریہ نے چند باتوں پر چلتے وقت بھی اپنے فرزند ارجمند کو آگاہ کرنے سے دریغ نہ فرمایا۔ ایک تو یہہ کہ آپکا نام جو البرٹ ایڈورڈ تھا۔ اُس کی نسبت فرمایا۔ کہ صرف ایڈورڈ کے نام سے تخت نشین ہونا۔ کیونکہ اس نام کے چھ بادشاہ پہلے اسی تخت پر بیٹھ چکے ہیں۔ اور علاوہ ازیں البرٹ کا نام ایسا پیارا اور نیک شہرادر مبارک معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کو دُنیوی دہندوں میں مستعمل کرنے کے لئے جی نہیں مانتا۔ اور یہہ بھی مقصود ہے کہ تمھارے باپ کی سی مشکلات کا سامنا تمھیں نہ ہو۔ دوسرا اپنی پیدا کردہ جائیداد میں سے کچھ حصہ اپنے پوتے کو بھی عنایت فرمایا۔ اور مابقے ولیعہد صاحب

کے لئے رکھدیا۔ تیسرا یہ بھی فرمایا۔ کہ میرے جنازہ کو فوجی جلوس سے نکالنا۔ اور دفن ہوتے وقت تک اس پر ہندوستانی ملازمین کا پہرہ رہے۔ (ہندوستان سے دو خانساماں آپکے پاس گئے تھے۔ جنپر خاص مہربانی تھی۔ اور حافظ عبدالکریم صاحب آپکو اُردو پڑھایا کرتے تھے۔ اور اُنپر تو کمالِ نظر شفقت تھی۔ مگر وہ اُس وقت ہندوستان میں تھے۔ اور آپکے پاس صرف وہی معمولی خدمتگار ہی موجود تھے)۔

ملکہ کی موت - آخرکار ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو وہ نمونۂ حشر دن آن پہنچا جس کے لئے ملکہ پیدا ہوئی تھیں۔ اُس دن صبح سے ہی طبعیت نے مختلف رنگ بدلنے شروع کئے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ تو موت کا دھوکہ ہوکر مشہور بھی ہوگیا۔ مگر ابھی چند گھنٹے اس دُنیا کی ہوا اور بھی کھانی تھی۔ دِن بھر تمام ممبرانِ خاندان ملکہ کے پلنگ کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ اور شہنشاہ جرمن بھی ہفتہ بھر سے زیادہ آئے ہوئے اپنی نانی کی خدمت میں مصروف تھے۔ اسوقت ایک عجیب رقت آمیز سکوت و تحیر چھا رہا تھا۔ کہ ایک بجے شب کے ملکہ کا مُرغِ رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کرگیا۔ ؎

برفت آں گلُبنِ خُرّم بہادے | دریغے ماند فریادے ودادے

ملکہ کا خاتمہ - اَللہُ اَللہُ دُنیا بھی عجیب مقام ہے۔ ابھی ابھی جو فرمانروان دُنیا کے ایک کثیر حصّہ کی فرمانروائی کرتی تھی اور جس کے اقبال عدیم المثال کے روبرو دُنیا بھر کے فاتحوں کی عقل دنگ تھی وقتِ آخر آ لینے پر ایک جسم بیجان کے سوا کچھ نہ تھا۔ مرتے وقت کہا جاتا ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو کوئی زائد کرب و اضطراب مطلق نہیں ہوا۔ دونوں باہیں صلیب کی صورت سے سینے پر رکھی ہوئی تھیں اور جسم مثل سنگ مرمر کے بالکل سفید و سرد معلوم ہوتا تھا۔

فصل دوم

ملکہ کا جنازہ اور تدفین

جنازہ کی تاریخ۔ ملکہ وکٹوریہ کا انتقال اگرچہ ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو ہوا۔ اور ہرچند کہ ممبران خاندان شاہی اور عزیز و قریب بھی سب موجود تھے۔ مگر رسم شاہی کے موافق جنازہ اٹھانے کی تاریخ یکم فروری سنہ ۱۹۰۱ء اور تاریخ دفن ۴ فروری سنہ ۱۹۰۱ء مقرر کی گئی تھی۔ اس عرصہ میں ملکہ کی لاش بدستور محل آسبورن میں پڑی تھی اور اس کی محافظت ایک ممبر خاندان اور دونوں ہندوستانی خدمتگاروں کے ذمہ کی گئی تھی۔ اور ماسوا اس کے فوجی پہرہ بھی محل کے اردگرد بدستور لگا ہوا تھا۔ اور اس قدر وقفہ اور عرصہ اس واسطے دیا جاتا ہے۔ کہ ایک تو تمام عزیز و قریب جمع ہو جائیں اور دوسرا فوجی جلوس کا بھی بخوبی بندوبست ہو جائے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ مرنے والے کے رشتہ دار اور خاص الخاص اہلخدمت مرنے کے پیچھے بھی چند دن صورت دیکھنے سے محروم نہ رہیں۔

جنازہ کا جلوس۔ یکم فروری کو پونے دو بجے محل آسبورن سے ونڈسر جانے کے لئے اس ترتیب سے روانہ ہوا۔ کہ سب سے آگے ایک خاکی رنگ کی توپ گاڑی پر ملکہ کا تابوت رکھا ہوا تھا۔ جس کے اوپر ملکہ کا تاج بھی رکھا گیا تھا جس کی چمک دمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ اس گاڑی کے آگے آٹھ گھوڑے جتے ہوئے تھے تابوت کے پیچھے شاہ ایڈورڈ ہفتم ملکہ کے فرزند اکبر اور قیصر جرمن ملکہ کے نواسے امیر البحروں کی وردیاں اور ڈیوک آف کینناٹ جنرل کی وردی پہنے گھوڑوں پر سوار تھے جنکے پیچھے چھ اور شہزادے اور نو خاندان شاہی کی لیڈیاں

مع جدید شاہ کی ملکہ کے مُنہ پر سیاہ نقاب ڈالے ہوئے چل رہی تھیں۔ اِس ترتیب سے تو لاش البرٹ نامی جہاز پر پہنچائی گئی۔ جہاں سے فوجی جلوس شروع ہوا جس کی مختصر کیفیت یہ ہے۔ کہ البرٹہ جہاز کے شہ نشین پر سُرخ مخمل کا فرش کر کے اُس پر ملکہ کا تابوت اِس ترکیب سے رکھا گیا تھا کہ ہر ایک کو نظر آ سکے۔ اِس جہاز کے گرد گرد آٹھ تارپیڈو غرق کرنیوالی کشتیاں تھیں۔ اور دونوں طرف جہازات کا پہرا جما ہوا کھڑا تھا۔ جنمیں سات جہاز دوسرے دول عظام کے بھی شریک تھے۔ البرٹہ کے لنگر اُٹھاتے ہی سب جہاز اس کے ساتھ شامل ہو گئے اور بینڈ نے ماتمی باجا بجانا اور توپخانہ نے الوداعی سلامی کا سر کرنا شروع کر دیا۔ اِسی طرح پانچ بجے شام کے بندر گوسپورٹ پر پہنچے۔ اور رات بھر اسی طرح تابوت بدستور جہاز میں رکھا گیا۔ دوسرا دن جنازہ کے باقاعدہ فوجی جلوس کے ساتھ ونڈسور کے شاہی گرجا میں پہنچانے کے لئے مقرر تھا۔ جس کیواسطے مخلوق اور گورنمنٹ نے بڑا بھاری اہتمام کر رکھا تھا۔ یعنے دورویہ مکانات ارغوانی رنگ سے رنگے گئے تھے۔ اور صرف کھلی جگہ پر بیٹھنے کی فیس فی شخص ایک سو روپیہ اور دریچوں میں بیٹھنے والوں سے پندرہ پندرہ سو روپیہ فی کس ہو گئی تھی۔ جلوس کی بھی کوئی انتہا نہ تھی۔ جو دس میل تک لمبا چلا گیا تھا۔ بتیس ہزار تین سو پچاسی سپاہی صرف دورویہ پہرے پر مقرر کئے گئے تھے۔ اور چار ہزار کے قریب جلوس میں شامل تھے جنمیں سوا سو سپاہی نو آبادیوں کے اور بیس ہندوستان کے بھی شامل تھے۔ مخلوق کا اندازہ پانچ لاکھ کیا جاتا ہے۔ جرمن ٹی ریگون گارڈز اور جرمن بہادر کا دستہ اس کے علاوہ تھا۔ لارڈ رابرٹس فیلڈ مارشل کا گرز لئے ساتھ ساتھ تھے۔ جہاز سے خشکی پر چلنے کے لئے تابوت بدستور توپ گاڑی پر رکھا گیا۔ اور بدستور ممبران خاندان شاہی اور شہنشاہ جرمن اور

تمام دوسرے شہزادے جلوس میں چل رہے تھے۔ اس موقع پر ایک عجیب اتفاق ہوا کہ تابوت گاڑی کے آگے جو گھوڑے لگائے گئے تھے باوجود سخت کوشش کے وہ قدم اُٹھانے کا نام نہ لیتے تھے۔ بالآخر اُنکو کھولکر ایک لمبا رسّا باندھا گیا۔ اور سپاہیوں نے خود کھینچکر گاڑی کو گرجا تک پہنچایا۔ انبوہِ خلائق کے باعث دو سو آدمی کچلے گئے اور بیہوش ہو گئے۔ جنکے لئے فی الفور ہسپتال پہنچانے کا انتظام پہلے سے ہی ہو چکا تھا۔ مگر پھر بھی بہت لوگ مر گئے۔ لیکن باوصف اس انبوہ خلائق کے سناٹے کا عالم چھایا ہوا تھا۔ اور خاموش رنج کا ابر ہو رہا تھا۔ غرضکہ اس تجمل و شان سے برطانیہ اعظم کی عدیم المثال خاتون کا جنازہ شاہی گرجا میں پہنچایا گیا۔ جو برابر دوسرے دن تک وہیں پڑا رہا مگر یکم فروری کو نمازِ جنازہ ہر ایک جگہ ادا کی گئی۔

ملکہ کی تدفین ۔ ۴ فروری سنہ ۱۹۰۱ء کو عمل میں آئی۔ اس موقع پر کوئی جلوس روان نہ تھا۔ بلکہ صرف شاہی خاندان کے ممبران اور شہنشاہ جرمن وغیرہ عزیز رشتہ داروں کی موجودگی میں اس آفتاب عالم تاب کو اس کے پیارے البرٹ کے پہلو بہ پہلو قبرستان فروگ مور میں تہ خاک کر دیا گیا۔

شاہراہ عدم چہ ہموار است — چشم وابستن و تواں رفتن

ملکہ کی عمر ۔ اکاسی سال کی ہوئی ہے۔ اس میں سے تریسٹھ سال آپ نے حکومت کی۔ اٹھارہ سال دوشیزگی میں گذارے۔ اور اکیس سال شادی خانہ آبادی کے بعد لطف و محبت سے گذرے۔ جس کے بعد پورے بیالیس سال آپ نے حالتِ بیوگی میں زندگی بسر کی۔ اور یہ سب اوقات ایسی خوش اسلوبی سے گذرے کہ زمانہ میں انکی سلامت روی اور صلح پسندی ضرب المثل ہو گئی۔ اور یہ اُسی کا اثر ہے کہ آپ کے مرنے پر زمانہ خود بخود رو رہا ہے گویا ملکہ وکٹوریہ

اس نصیحت کو اس کے اصلی معنوں میں پورا کر دکھایا۔ کہ ؎

توچناں زی کہ وقتِ مُردنِ تو　　ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

فصل سوم

ملکہ وکٹوریہ کا ماتم

اے دلِ بچشمِ زخمِ حوادث فگار شو　　اے چشم از تراوشِ دل اشکبار شو

اے لب بنوحہ نالۂ جانکاہ ساز دہ　　اے سر بغصۂ خاک سر رہگذار شو

ملکہ وکٹوریہ کے صدمۂ انتقال کو کوئی کن الفاظ میں لکھ سکتا ہے۔ اور جو رنج والم اور قلق و درد اس حادثۂ جانکاہ اور سانحہ ہوش ربا سے نہ صرف خاندانِ شاہی بلکہ تمام ممالکِ انگلستان اور قومِ انگریزی اور تمام رعایائے ملکہ کو ہوا ہے اُس کا اندازو بیان کس کے امکان میں ہے۔ واقعی ایسی بے نظیر ملکہ کا اُٹھ جانا ایک عام ملکی آفت اور ہر شخص کی خانگی مصیبت سے کم نہیں وہ ملکہ وکٹوریہ جس نے تریسٹھ سال تک ایسی کامیاب حکومت کی کہ غالباً کسی بادشاہ کو نصیب نہوئی ہوگی جس نے تختِ انگلستان کی وقعت ایک سے سَو کر دکھائی جس کے عہد دولت میں تہذیب و شائستگی کا دَور دورہ اور رعایا کا سکہ بیٹھ گیا۔ جس کے انتظامات و آئین نے ہر گوشۂ ملک میں امن و آسودگی کی برکات عام پھیلا دیں۔ جس کے وجود سے فرقۂ اناث کو ایک خاص امتیاز حاصل ہو گیا۔ اور جس کی بے تعصبی شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پر پانی پلانے لگ گئی۔ جس کا نام دوستوں کے لئے راحت اور دشمنوں کے لئے آفت کا کام دیتا تھا۔ اور جس کے درازنمانہ سلطنت میں لاکھوں اشخاص تعلیم پاکر

مدارجِ اعلےٰ پر پہنچ گئے۔ اور ہزاروں سرکاری خطابوں سے معزز کئے گئے جو اپنی رعایا کی مصیبت کیوقت خود مبتلائے رنج اور رعایا کی خوشی پر خود مسرتِ مسرت ہو جاتی تھی۔ اُس کا اُٹھ جانا واقعی ایک ناقابل تلافی صدمہ ہے۔

وہ جائے تو کیوں نہ آئے افسوس ۔ افسوس افسوس ہائے افسوس

بیشک اُسی کی موت تھی کہ جسکی تار برقی در اصل اپنے اصلی معنوں کا جلوہ دکھا رہی تھی۔ کہ انگلستان و ہندوستان وغیرہ وغیرہ میں جہاں کہیں کسی نے سُنی سُنتے ہی اُس کے خرمنِ عافیت پر ایک بجلی سی گر گئی۔ اور ایک عام کہرام مچ گیا عیسائی تو عیسائی۔ ہندو مسلمان کوئی بھی ایسا نہ رہا جو اس خبر پر چشم پُر آب اور دِل کباب نہوا ہو۔ جا بجا ہر ایک رئیس نے ہر ایک والئی ریاست نے ہر ایک جماعت نے۔ ہر ایک سوسائیٹی نے۔ ہر ایک دفتر کے کلرکوں نے ہر ایک انجمن نے اور ہر ایک کمیونٹی نے۔ اور ہر ایک مشہور و ممیز شخص نے تعزیتی جلسے کر کے اپنے دلی رنج و قلق کا اظہار کیا۔ اور ہر ایک شاعر نے پُر تاثیر اور دِل دوز مرثئے اور قطعاتِ تاریخ لکھے۔ اخبارات کے نہ صرف کالم بلکہ ہفتوں تک صفحے کے صفحے اِس درد انگیز موت کے فسانوں بلکہ بَینوں کے نذر ہوتے رہے۔ غرضکہ ایسا عالمگیر ماتم کبھی دیکھنے اور نہ سُننے میں نہ آیا تھا۔

ماتمِ وکٹوریہ کی میعاد سرکاری طور پر دو قسم کی مقرر کی گئی یعنے عام طور پر تمام رعایا کے لئے چھ ہفتہ کامل ماتم کے لئے۔ اور بارہ ہفتہ نصف ماتم کے لئے یعنے کامل ماتم ۱۰ مارچ ۱۹۰۱ء تک اور نصف ۱۰ اپریل ۱۹۰۱ء تک۔ دوسری میعاد سلطنتی طور پر چھ ماہ کامل ماتم کے لئے ۲۲ جولائی ۱۹۰۱ء تک۔ اور ایک سال نصف ماتم کے لئے ۲۲ جنوری ۱۹۰۲ء تک مقرر کی گئی۔ اور اِس عرصہ میں خوشی کی تقریبات بند کی گئیں۔

فصل چہارم

ملکہ وکٹوریہ کی یادگار

ملکہ وکٹوریہ کی یادگار کے لئے خود بخود وفادار رعایائے ہند و انگلینڈ کیطرف سے تحریکیں پیش ہو گئی تھیں۔ چنانچہ ولایت میں حضور شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم نے اس کے انتظام و انصرام کیلئے ایک کمیٹی مقرر فرمادی ہے اور ایکہزار پونڈ جیب خاص سے دیئے ہیں۔ ہندوستان میں سب سے پہلے مہاراجہ صاحب کشمیر نے یادگار وکٹوریہ قائم کرنے کے لئے پندرہ لاکھ روپیہ وائسرائے صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر وائسرائے صاحب نے اس موقع پر ایک لاکھ روپیہ کی حد قرار دیکر تمام ہندوستان کو یکساں حصہ لینے کے لئے رستہ کھولدیا۔

لارڈ کرزن صاحب وائسرائے ہند نے اس چندہ سے کلکتہ میں ایک عالیشان پبلک عمارت کی تجویز کی ہے۔ اس کے پریزیڈنٹ خود لارڈ کرزن بہادر اور وائس پریزیڈنٹ ہز ہائینس نظام حیدرآباد اور ممبران ملک کے نہایت اعلٰے حکام و مشاہیر ہیں۔ اس عمارت میں ملکہ معظمہ کے سٹیچیو (مجسمہ) کے علاوہ اور انکے عہد کے تمام مشہور ریفارمروں اور فلاسفروں کی تصاویر کے سوا صنعت و حرفت کے تمام نمونے بھی رکھے جائیں گے۔ تاکہ یہ ہال انکے عہد کی ایک مکمل اور زندہ تاریخ کا کام دے۔ اس تجویز کے لئے اس وقت تک قریباً چالیس لاکھ روپیہ جمع ہو گیا ہے۔ اور آئندہ ابھی اور بھی کافی امید ہے۔ جس کی نسبت ہندوستان کے بیدار مغز وائسرائے نے یہ تجویز کی ہے کہ جو روپیہ اس کے اخراجات سے بچ رہے وہ ہندوستان کے قحط فنڈ میں دیا جائے

اِس یادگار کے متعلق بعض لوگوں نے اِس بنا پر اختلاف رائے بھی کیا ہے کہ اگر بجائے اِس کے کوئی ایسی مفید یادگار قایم ہوتی۔ جس سے مُلک کو دوامی فوائد پُہنچنے یقینی ہوتے۔ تو زیادہ ترمناسب تھا لیکن اصلیت یہہ ہے کہ ہندوستان میں ابتک کوئی ایسی عمارت قایم نہیں ہے۔ جو اِس نو تجویز عمارت کی ضرورت کو پُورا کرسکے۔ اور ظاہر ہے کہ شاہی یادگار کے لئے جس طرح مُلکی فوائد کا خیال لازمی ہوا کرتا ہے۔ ویسا ہی اِس امر کا لحاظ بھی ضروری ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ کہ شاہی تناسب اور موزونیت بھی نظر انداز نہو۔ ہر معاملہ میں فایدہ فایدہ کہنا بھی ایک کُھلی ہوئی خود غرضی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ایسی عمارت کی ہندوستان میں فی الواقع نہایت ضرورت ہے۔ ہر مُلک میں جہاں سیّاح اور دولِ غیر کے سفیر اور دوسرے کاروباری لوگ آتے جاتے ہیں۔ تو وہاں کے بادشاہوں کے محلات کا دیکھنا بھی وہ اپنے فرائض میں سے سمجھا کرتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں کوئی ایسی چیز نہیں۔ جو باوجود شہنشاہِ وقت کی غیر حاضری کے اُس منشاء کو پُورا کرسکے۔ پس یہہ عمارت شاہی محلات کا بھی قایم مقام ہوگی۔ اور بوجہ اپنی نرالی طرز و انداخت کے ملکہ معظمہ کے عہد کی ایک خود بولنے والی تاریخ کا کام بھی دے گی۔ جس میں نہ صرف اُنکے بلکہ اُنکے وقت کے تمام بڑے آدمیوں اور اُنکے عہد کی ترقیات کے حالات آئینہ کیطرح پیش نظر ہوں گے۔ ماسوا اِس کے وائیسرائے صاحب نے دوسری تجاویز کو بھی رد یا نامنظور نہیں فرمایا۔ بلکہ صاف طور پر اجازت دی ہے کہ ہر ایک صوبہ بجائے خود جس قسم کی یادگار قایم کرنی چاہے اُسے اختیار ہے اور اِس غرض کے لئے مُختلف پریزیڈنسیوں میں لفٹنٹ گورنروں اور افسرانِ اعلیٰ کی صدارت سے الگ الگ جلسے بھی ہوئے۔ اور چندے بھی ہوئے جس سے

صاف ظاہر ہے۔ کہ لارڈ کرزن بہادر وایسرائے ہند دوسری تجاویز سے
بھی دلی ہمدردی رکھتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ ضرور ہے کہ مندرجہ بالا ضروری
خیال کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ جو واقعی فراموش کرنے کے لائق بھی نہیں
ماسوا اس کے لیڈی کرزن صاحبہ نے ملکہ کی یادگار میں فن دایہ گری کی تکمیل
کے لئے ایک فنڈ کھولا ہے۔ جس کی ہندوستانی مستورات کو واقعی سخت ضرورت
تھی۔ اس فنڈ میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔ اور اُمید ہے کہ بہت جلد
اس کے فوائد مستوراتِ ہند کے لئے عام ہو جائیں گے۔

اس یادگار کے علاوہ ہر ایک صوبہ میں مختلف یادگاریں قایم کرنیکا انتظام
ہو رہا ہے۔ مثلاً مدراس والوں نے اشاعتِ علوم و فنون کے لئے بھاری
اہتمام کا ارادہ کیا ہے۔ بمبئی والوں نے زنانہ ہسپتالوں کی توسیع کا بیڑا اٹھایا ہے
پنجاب میں سے ہندوؤں نے صنعتی تعلیم کی ترقی کے لئے اور مسلمانوں نے
زنانہ مدارس کی درستی کے لئے فنڈ کھولے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی ایک چھوٹے
چھوٹے مفید عام کام جاری کئے جانے کی تجویزیں ہو چکی ہیں۔ اور کئی ایک
والیانِ ریاست نے طرح طرح کی یادگاریں قایم کر دی ہیں۔ لیکن مولف کے
نزدیک اگر دیسی والیانِ ریاست اپنے اپنے ملک میں مختلف کلوں کو اس
یادگار میں جاری فرمائیں تو اُن کی رعایا اور خاص اُنکی ریاستوں کے لئے
اس یادگار سے بھی مثل ملکہ وکٹوریہ کے وجود کے بیشمار فوائد حاصل ہوں۔

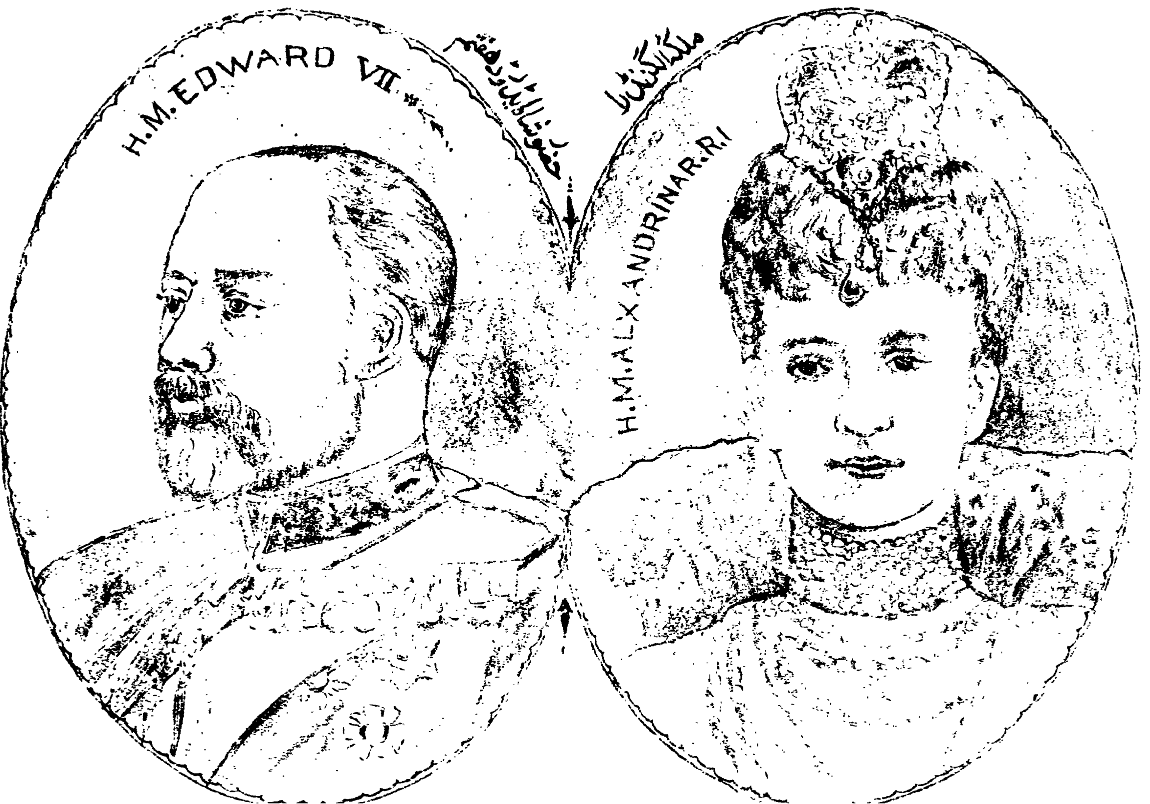
تکملہ

شاہ ایڈورڈ ہفتم کی تخت نشینی اور اُنکے مختصر سوانح عمر

شاہ ایڈورڈ ہفتم جو بجائے اپنی والدہ ملکہ وکٹوریہ کے اسوقت سریر آرائے سلطنت ہیں۔ ملکہ متوفیہ کے فرزند اکبر ہیں۔ جو ۹۔ نومبر ۱۸۴۱ء کو پیدا ہوئے تھے۔ انکا نام انکے والد اور نانا کے نام پر البرٹ ایڈورڈ رکھا گیا تھا۔ اور انکی پیدائش پر اظہار مسرت و شادمانی کا کوئی دقیقہ والدین متعلقین یا رعایا کیطرف سے باقی نہ رہگیا تھا۔ ۹ دسمبر ۱۸۴۱ء کو انکے اصطباغ دینے کی رسم نہایت شان و شوکت سے ادا ہوئی اور فریڈرک ولیم متوفی قیصر جرمن ان کے دینی باپ مقرر کئے گئے۔ اور شہزادہ مذکور ولیعہد سلطنت قرار دیئے جاکر پرنس آف ویلز بنائے گئے جسکا ملکہ معظمہ کیطرف سے مندرجہ ذیل الفاظ میں اعلان ہوا۔ کہ

"ہم اپنے پیارے لڑکے موسوم بہ البرٹ ایڈورڈ کو پرنس آف ویلز اور ارل اوف چسٹر سے ملقب کرتے ہیں۔ اور ساتھ اعزاز و امتیاز کے ساتھ حسب دستور سلطنت ہم اس کی بغل میں تلوار۔ سر پر تاج۔ انگلی میں انگشتری اور ہاتھ میں سونے کا عصا دیکر خواہش کرتے ہیں کہ وہ ان معززہ نشانات سے سلطنت کی حفاظت اور رہنمائی کا کام دے۔"

اسی فرمان کے ساتھ ملکہ کے ہوم سکریٹری نے ایک اشتہار اس تولید سعید کی تہنیت میں اُن قیدیوں کی رہائی کے متعلق جاری کیا۔ جنہوں نے دوران قید میں اپنا چال چلن بہتر ثابت کیا تھا۔


H.M. EDWARD VII
حضرت شاه ایدوارد هفتم
ملکه الکساندرا
H.M. ALXANDRINAR.R.I

اس کے بعد شہزادہ کی عمر کے حسب حال انکی تعلیم و تربیت کے لئے لائق اتالیق و ادیب مقرر ہوتے رہے۔ مگر حتی الامکان ملکہ معظمہ اور انکے شوہر نامدار خود ہی اپنے خلف الرشید کی تعلیم و تربیت کے نگراں تھے۔ شہزادہ کے اتالیقوں میں مسٹر برچ ایک مشہور و معروف عالم گذرے ہیں۔ جو گویا اس خدمت کے لئے ذمہ وار قرار دیئے جا چکے تھے۔ شہزادوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا حال ناظرین ملکہ وکٹوریہ کی لائف میں کسیقدر پڑھ چکے ہیں۔ کہ کیسی احتیاط اور قابلیت سے کیجاتی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ باعث ولیعہدی کے خاصکر شہزادہ کی تعلیم و تربیت میں کہانتک اہتمام کیا جاتا ہوگا۔ بہر حال جب شہزادہ صاحب لکھنے پڑھنے لگ گئے تو انکو اٹن ہائی سکول میں داخل کیا گیا۔ جہاں سے ترقی پاکر اکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں میں تعلیم پاکر کامیاب ہوتے رہے ۱۸۶۳ء میں ڈنمارک کی شہزادی پرنسس الگزنڈرہ کے ساتھ آپکی شادی خانہ آبادی نہائیت دہوم دہام سے عمل میں آئی۔ اس تقریب کی نذروں اور تحائف کا اندازہ تیس لاکھ روپیہ کیا جاتا ہے۔ جس میں صرف اہل لنڈن کیطرف سے ایک ہار ڈیڑہ لاکھ کا پیش ہوا تھا۔ بہرحال اس ازدواج سے آپکو مندرجہ ذیل چھ اولادیں ہوئیں

اوّل۔ ۸ جنوری ۱۸۶۴ء کو پرنس آلبرٹ وکٹر پیدا ہوئے۔ جو حالت جوانی میں ۱۸۹۰ء میں ہندوستان بھی تشریف لائے تھے۔ اور جنکی عقل و دانش اور فہم و فراست سے بڑی بڑی اُمیدیں تھیں۔ مگر افسوس کہ ۱۸۹۲ء میں یک لخت ایک ہفتہ کی بیماری کے بعد انکا کاسہ عمر لبریز ہوگیا۔ اور وہ اپنے والدین کو داغ جُدائی دے گئے۔

دوم۔ ۳ جون ۱۸۶۵ء کو پرنس جارج فریڈرک آرنسٹ البرٹ پیدا ہوئے جو اس وقت بفضل خدا چھتیس ۳۶ سالہ جوان ہیں۔ اور اب وہی ولیعہد سلطنت

قرار پا کر ڈیوک اوف کا رنگوال دیارک مقرر کئے گئے ہیں - یہ شہزادہ صاحب بھی اپنے باپ کیطرح پہلے درجہ کے محتاط اور متوفی بہائی کی مانند نیک خیالات کے جائے اُمید ہیں -

سوم - پرنسس لوئیسا وکٹوریہ الگزنڈرہ جو ۲ فروری ۱۸۶۷ء کو پیدا ہوئیں -
چہارم - پرنسس وکٹوریہ الگزنڈرہ اولگا میری جو جولائی ۱۸۶۸ء کو پیدا ہوئیں -
پنجم - پرنسس جولیٹ میری وکٹوریہ جو ۲۶ نومبر ۱۸۶۹ء کو پیدا ہوئیں -
ششم - پرنس الگزنڈر جو خوردسالی میں ہی وفات پا گئے -

شاہ نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت مثل اپنی والدہ اور والد کے نہایت اہتمام سے فرمائی ہے - اور اُنکو بعد تحصیل علوم کے دُنیا بھر کی سیاحت سے بخوبی پُختہ کار بنا دیا ہے - جن سے ہمیشہ نیک توقع ہو سکتی ہے -

پرنس اوف ویلز بہادر اپنے زمانِ ولیعہدی میں اپنے اتالیق کے ساتھ خود بھی بہت بڑی سیاحت کر چکے ہیں - بلکہ ۱۸۷۵ء میں ہندوستان کو بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرما چکے ہیں - اور گو ہندوستان نے بوجہ نمک حلالی اور خیر سگالی اُنکی خاطر و مدارات اور استقبال و مشایعت کے جلسوں میں حد کر دکھائی تھی - اور دیسی رئیسوں نے کوئی کسر اظہار ارادت و عقیدت میں اُٹھا نہ رکھی تھی - مگر آپکی طبع مُعلےٰ ہمیشہ سادگی پسند رہی - اور دُنیا کا سفر آپ نے بطور ایک معمولی امیر کے اختیار فرمایا تھا -

آخر ۱۸۷۱ء میں آپ مُبتلائے بُخار ہو کر نہایت رنجور ہو گئے تھے جس سے ملکہ متوفیہ اور ارکانِ دولت کے سوا تمام رعایا کو سخت تردد و انتشار پیدا ہو گیا تھا کیونکہ آپکی بیماری نہ صرف بحیثیت اولادِ ملکہ ہونے کے بلکہ بحیثیت ولیعہد ہونے کے واقعی سخت تردد میں ڈالدینے والی تھی - جس کے لئے سب

دست بدعا تھے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنا فضل وکرم فرما کر صحت عطا فرمائی تو ہواخواہوں کی جان میں جان آئی۔ ۲۸ فروری ۱۸۷۲ء کو شہزادہ کے غسل صحت کرنے پر انگلستان وہندوستان میں ایسے عالیشان جلسے اظہار مسرت کے منعقد ہوئے کہ جن کا کوئی حد وحساب نہیں۔

ملکی منفعت اور رفاہ عام کاروبار سے آپکو ہمیشہ سے دلچسپی رہی ہے۔ اور آپنے اکثر عمارتوں اور نمائیشوں کو اپنے دست مبارک سے افتتاح فرمایا ہے۔ بالخصوص ۱۸۸۶ء کی کولونیل اینڈ انڈین اگزیبیشن۔ اور پھر ۱۸۸۷ء کی امپیریل انسٹیٹیوٹ تو آپکی ہی مساعی جمیلہ کی یادگاریں ہیں۔

احتیاط آپ کے مزاج میں اس قدر ہے۔ کہ باوصف ایسی اعلیٰ واقفیت اور اختیارداری کے کسی پبلک معاملہ میں کبھی آپ نے اپنی رائے ظاہر نفرمائی ورنہ وزارت اسکے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ جس طرف ہوجاتے وہی خواہ نخواہ بھی وزیر ہوتا۔ مگر آپ نے ہمیشہ اپنی رائے کو محفوظ رکھا۔ اور یہ ایسا مشکل کام ہے۔ کہ بہت کم لوگ اس پر قادر ہوسکتے ہیں۔

سلیقہ کے یہ معنے ہیں کہ باوصف کثیرالاولاد اور کثیرالمصارف ہونے کے کبھی مقروض نہ ہوئے۔ اور ہمیشہ وظیفہ مقررہ میں ہی کام کرتے رہے بلکہ اپنی علو ہمتی سے بڑی بڑی عالیقدر رقومات پبلک چندوں اور رفاہ عام امور کے لئے عطا فرماتے رہے۔

علمی قابلیت اسی سے ظاہر ہے۔ کہ تیرہ مختلف یونیورسیٹیوں نے آپکو اعلیٰ درجہ کی ڈگریاں دے رکھی ہیں۔ بلکہ آپ ویلز یونیورسٹی کے چانسلر مقرر ہوچکے ہیں۔ انگریزی کے سوا جرمنی۔ فرانسیسی۔ اٹالین اور روسی بانوں میں بھی کامل عبور رکھتے ہیں ۱۸۷۴ء میں آپ فریمیسنوں کے گرانڈ ماسٹر اور پھر ۱۸۷۵ء میں فرسٹ پرنسپل کی

ہو چکے ہیں۔ اور انا سی مختلف فرقوں کی رعایا کے دینی باپ قرار دیئے جا چکے ہیں
فوجی اعزاز بھی آپ کو تمام تر حاصل ہیں۔ یعنے آپ ہر شتہ بحری کے آنریری
امیر البحر اور رائل نیوی ریزرو کے کپتان ہیں۔ جرمن آرمی کے فیلڈ مارشل
اور بہت سی انگریزی نامور افواج کے کرنل انچیف ہیں۔ اور آٹھ دفعہ آپ کرنیلی
کا اعزاز پا چکے ہیں۔

آپ کے تمغہ جات اور خطابات بھی بہت عظیم الشان ہیں۔ یعنے تاجداری سے
پہلے ہی آپ کے۔ جی۔ کے ٹی۔ کے۔ پی۔ جی سی۔ بی۔ جی سی۔ ایس آئی
جی سی۔ ایم جی وغیرہ انگریزی اعلیٰ خطابات کے سوا دوسرے ممالک کی طرف سے بھی خطابات
عظیم کے مالک ہیں اور آپ ہی پہلے عیسائی ہیں جنکے ساتھ سلطان مصر نے کھانا کھایا تھا۔
پوشاک ہمیشہ اعلیٰ اور قیمتی رکھتے ہیں۔ بلکہ آپ پوشاک کا فیشن نکالنے کے
لئے مشہور ہیں۔ اور قریباً ہر روز آپکی پوشاک نئی ہوتی ہے۔ صرف آپکی ایک
جنگی وردی کی قیمت ایک اسپنٹ ہے علاوہ ازیں گھوڑدوڑ کی سیر اور شکار کیلئے آپ بہت مشہور ہیں
پنجاب میں آپ کی تشریف آوری خاص قابل یادگار ہے۔ کیونکہ دہلی میں
سب سے پہلے آپ ہی کی تجویز سے فوج کا کیمپ اوف اکسر سائیز یعنے مصنوعی
مشقی جنگ ہوا تھا۔ دوسرا لاہور کی چھاونی میانمیر میں آپ نے ہی
سپاہیوں کی صنعتی نمائش کا افتتاح فرمایا تھا۔ تیسرا گجرات پنجاب سے
ورے دریائے چناب کے گرانڈیل پل کا بنیادی پتھر بھی آپ ہی کے
دست مبارک کا رکھا ہوا ہے۔ چوتھا یہ کہ مہاراجہ صاحب کشمیر نے آپکو دو لاکھ
روپیہ کی ایک رقم مع تاو اننذ کے یہ کہا تھا کہ آپکی آرائش کیلئے میرا سر حاضر ہے۔
ولیعہدی کی حیثیت آپکو مع خاندان قریب بیس لاکھ کے وظیفہ ملتا تھا
لیکن اب بادشاہ ہونے پر آپکو پانچ لاکھ ستر ہزار پونڈ ملا کرے گا جس کا اندازہ
ہندوستانی سکہ سے پچاسی لاکھ روپیہ ہوتا ہے۔

ملکہ وکٹوریہ نے غیر معمولی احتیاط کے خیال سے اپنی زندگی بھی مثل عالم ہوشمند اشخاص کے مختلف کمپنیوں میں بیمہ کرا رکھی تھی۔ جن کا ماہواری چندہ ادا کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ انکے انتقال پر تخت حکومت کے ساتھ ان بیمہ کمپنیوں سے ساٹھ لاکھ پونڈ کی عظیم الشان رقم بھی موجودہ شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کو میراث میں پہنچی ہے۔

شاہِ جدید کے اعلان و فرمان

دریں حدیقہ بہار و خزاں ہم آغوش است ٭ زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش است

۲۲۔ جنوری ۱۹۰۱ء کو ملکہ وکٹوریہ کے انتقال پر ملال کے بعد شہزادہ ولیعہد یعنی پرنس البرٹ ایڈورڈ کی نسبت حسب ضابطہ انگلستان کے عمائد دینی و دنیوی کیطرف سے تخت نشینی کا جو اعلان جاری ہوا اُس کا اندراج اطلاع ناظرین کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے جو یہ ہے۔

اعلان

منجانب عمائد دینی و دُنیوی

"از نجا کہ خداوند قادر مطلق کی مشیت سے ہماری سابق والیہ سلطنت ملکہ وکٹوریہ (یادش بخیر) کو جوار رحمت میں جگہ ملی ہے۔ اور چونکہ جناب ممدوحہ کی وفات سے سلطنت متحدہ برطانیہ کلاں و آئرلینڈ کا شہنشاہی تاج بلاشرکت غیرے اور جائز طور پر شہزادہ عالی مقام والاجاہ البرٹ ایڈورڈ کے میراث میں آیا ہے۔ لہذا ہم ارکان دینی و دنیوی اس سلطنت کے مع جناب مرحومہ کی پریوی کونسل و کثیر تعداد و دیگر خاص خاص اشخاص ذی رتبہ و لارڈ میئر و ایلڈرمن و ساکنان شہر لندن بذریعہ اعلان ہٰذا اس وقت متفق ...

وہ یک زبان و یکدل ہو کر تشہیر کرتے ہیں اور اعلان دیتے ہیں کہ خدا کے فضل سے عالیمقام و والا جاہ شہزادہ البرٹ ایڈورڈ بباعث وفات ہمارے سابق والی سلطنت رادش بخیر، اب ہمارے جائز اور حقدار ایڈورڈ ہفتم بلا شرکت غیرے سلطنت متحدہ برطانیہ کلاں و آئرلینڈ حامی دین اور قیصر ہند ہو گئے ہیں۔ اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم دلی اور عاجزانہ خلوص سے اُن سے پوری عقیدت رکھیں گے۔ اور اُنکی ہمیشہ فرمانبرداری کریں گے۔ اور خدا تعالیٰ سے جس کے حکم سے بادشاہ اور ملکہ حکومت کرتے ہیں دُعا مانگتے ہیں کہ وہ شہزادہ ایڈورڈ ہفتم کو ہم پر سلطنت کرنے کے لئے سالہائے دراز تک خوش و خورم رکھے۔"

"مرقومہ ۲۳۔ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء

مقام کورٹ سینٹ جیمس"

اِس اعلان کے جواب میں شہنشاہ عالم پناہ ایڈورڈ ہفتم نے مندرجہ ذیل الفاظ بیان فرمائے:۔

شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کا جواب

"اراکین خاندانِ شاہی۔ اُمراء و شرفاء!

یہ سب سے زیادہ رنجدہ موقع ہے۔ کہ جسپر مجھے کبھی آپ سے خطاب کرنیکا اتفاق ہوا ہے۔ میرا پہلا اور افسوسناک فرض یہ ہے۔ کہ آپکو اپنی مادر عزیزہ ملکہ معظمہ کی وفات سے اطلاع دوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ اور کل قوم بلکہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کل دُنیا میرے ساتھ اِس ناقابل تلافی نقصان پر دلی ہمدردی کرتی ہے۔ جو ہم سب نے برداشت کیا ہے۔ اِس امر کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ کہ میری کوشش ہمیشہ یہ ہوگی۔ کہ اُنکے نقش قدم

چلوں جو بہبودی بحیثیت بادشاہ وارد ہوتا ہے اُس کو اپنے اوپر لینے میں میرا مصمم ارادہ ہے کہ ایک آئینی بادشاہ اِس لفظ کے ٹھیک ٹھیک معنوں میں ہوں اور جبتک میرے جسم میں جان ہے اپنی رعایا کی بہتری اور بہبودی میں کوشاں رہوں۔ مَیں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنا نام ایڈورڈ رکھوں۔ جس سے میرے چھ بزرگ موسوم رہ چکے ہیں۔ ایسا کرنے میں مَیں البرٹ کے نام کی بے قدری نہیں کرتا۔ جو مجکو اپنے بزرگ اور دانا والد سے (جنکی وفات کا ہمیشہ رنج رہیگا۔ اور جو تمام دُنیا کے اتفاق رائے سے بجا طور پر البرٹ صالح کے نام سے مشہور تھے) میراث میں آیا ہے۔ اور میری خواہش ہے کہ یہ نام یگانہ رہے۔

اخیر میں مَیں یقین کرتا ہوں کہ پارلیمنٹ اور قوم اُن اہم فرائض کی انجام دہی میں میری امداد کرے گی۔ جو اب میرے میراث میں آئے ہیں۔ اور جنکی ادائگی میں میرا مصمم ارادہ ہے کہ بقیہ زندگی میں اپنی کل طاقت کو صرف کردوں۔"

اِسی اعلان اور جواب کو بتاریخ ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء تمام ممالکِ مقبوضہ و مفتوحہ میں بذریعہ حکامِ مقامی مجامع عام کے روبرو پڑھکر سُنادیا گیا تھا۔ تاکہ حضور ممدوح کی جانشینی بخوبی مشتہر ہو جائے۔

ازاں بعدہ ۲ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو حسب قاعدہ شہنشاہ کی رسم حلف بھی ادا ہوئی جس میں تمام عمائدینِ سلطنت۔ اہالیانِ خاندان اور دوسرے ممالک کے شہزادے اور حتیٰ کہ قیصر جرمن بھی جلوہ افروز تھے۔ اور اس میں باضابطہ طور پر شہنشاہ مذکور نے اپنی مذہبی اُستواری۔ رعایا کی نگہداشت۔ پارلیمنٹ کی پیروی اور انصاف و عدالت کی برقراری کا اقرار فرمایا۔

اس کے بعد ارل مارشل لندن نے بذریعہ اعلان مشتہر کیا کہ "دعا کی کتاب میں ملکہ معظمہ کی متعلقہ دعاؤں میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں کیجائیں

کہ بجائے ملکہ معظمہ وکٹوریہ ہماری ساورین لیڈی (خاتون عالیمرتبت) کے اعلیٰ حضرت ایڈورڈ ہفتم ہمارا ساورین کنگ (شاہ عالی مرتبت) کے الفاظ پڑھے جائیں۔ اور خاندانِ شاہی کی متعلقہ دعاؤں میں بجائے البرٹ ایڈورڈ پرنس اوف ویلز کے یہ الفاظ بولے جائیں۔ علیا حضرت ملکہ الگزنڈرہ اور پرنس جارج ڈیوک اوف کارنوال و یارک و انکی بیگم ڈچز اوف کارنوال اینڈ یارک۔"

بعد ازاں ۴ فروری کو شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کیطرف سے ہندوستان کے والیان ریاست اور رؤسائے عالیمرتبت کے نام مندرجہ ذیل پیام بھیجا گیا۔

فرمانِ شاہی بنام والیان ریاستہائے ہند

جناب والدہ مکرمہ متوفیہ کی وفات حسرت آیات کے باعث تاج و تخت کی وراثت ہمکو ملی ہے۔ اور یہ وراثت عرصہ دراز سے ہمارے خاندان میں نسلاً بعد نسلاً ہم تک پہنچی ہے۔ اب ہماری خواہش یہ ہے۔ کہ والیانِ ریاست و رعایائے ہند کو اپنا سلام بھیجکر اُنہیں اس بات کا یقین دلائیں کہ اُن کی بہبودی دل سے ہمارے مدِنظر ہے۔ ہماری نیکنام مادر متوفیہ اس ملک کی پہلی حکمران تھیں۔ جنھوں نے معاملاتِ ہند کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ اور اس وسیع ملک کی حکومت سے مزید تعلق رکھنے کے اظہار کے طور پر قیصرہ کا خطاب اختیار فرمایا تھا۔ کل امور متعلقہ ہند سے حضور ملکہ معظمہ بہت سخت اور غیر متغیر ذاتی دلچسپی رکھتی تھیں۔ اور ہمیں اچھی طرح سے معلوم ہے کہ اُس کی کروڑہا رعایا متوفیہ کے تاج و تخت سے کس قدر محبت اور وفاداری کا اظہار کرتی تھی جنابہ متوفیہ کی دیرپا اور پُرشوکت حکومت کے آخر سال میں اس امر کا اظہا

نمایاں طور پر اُس ہمدردانہ تائید سے کیا گیا۔ جو والیانِ ریاست نے جنگِ جنوبی افریقہ میں کی۔ اور نیز اُن بہادرانہ خدمتوں سے جو ہندوستانی افواج اپنے خاص مُلک کی حدود سے عمل میں لائیں۔

حضور ممدوحہ کی مرضی اور اجازت کی بدولت ہم نے ہندوستان کی سیر کی۔ اور اِس قدیم اور مشہور سلطنت کے والیانِ ریاست اور رعایا اور شہروں سے ذاتی واقفیت حاصل کی۔

ہندوستان میں آنے سے ہمارے دل پر جو جو گہرے اثر ہوئے تھے اُنہیں ہم کبھی نہ بھولیں گے۔ اور پہلی قیصرہ کے عُمدہ نمونہ کی پیروی کر کے اپنی رعایائے ہند کے ہر طبقہ کے لوگوں کی عام بہبود کو اُسی طرح ملحوظ رکھیں گے۔ اور اُن کی لازوال وفاداری اور محبت کے ویسے ہی مُستحق رہیں گے جیسی حضرت عُلیا ملحوظ رکھنے سے ہمہ اوقات مُستحق تھیں۔"

"قلعہ ونڈسر	}	دستخط"
۴۔ فروری ۱۹۰۱ء		"ایڈورڈ"

اِس کے علاوہ اُس خط و کتابت کا درج کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو منجانب تمام رعایائے ہندوستان شہنشاہ جدید کے حضور میں ملکہ متوفیہ کے اظہارِ تعزیت اور اُنکے جلوس میمنت مانوس پر گذارشِ اتقیا و اطاعت کی غرض سے سکرٹری اوف سٹیٹ ہند اور گورنمنٹ ہند کے مابین ہوئی۔ اور وہ یہ ہے۔

ہندوستان کے اظہارِ ماتم پر سرکاری خط و کتابت

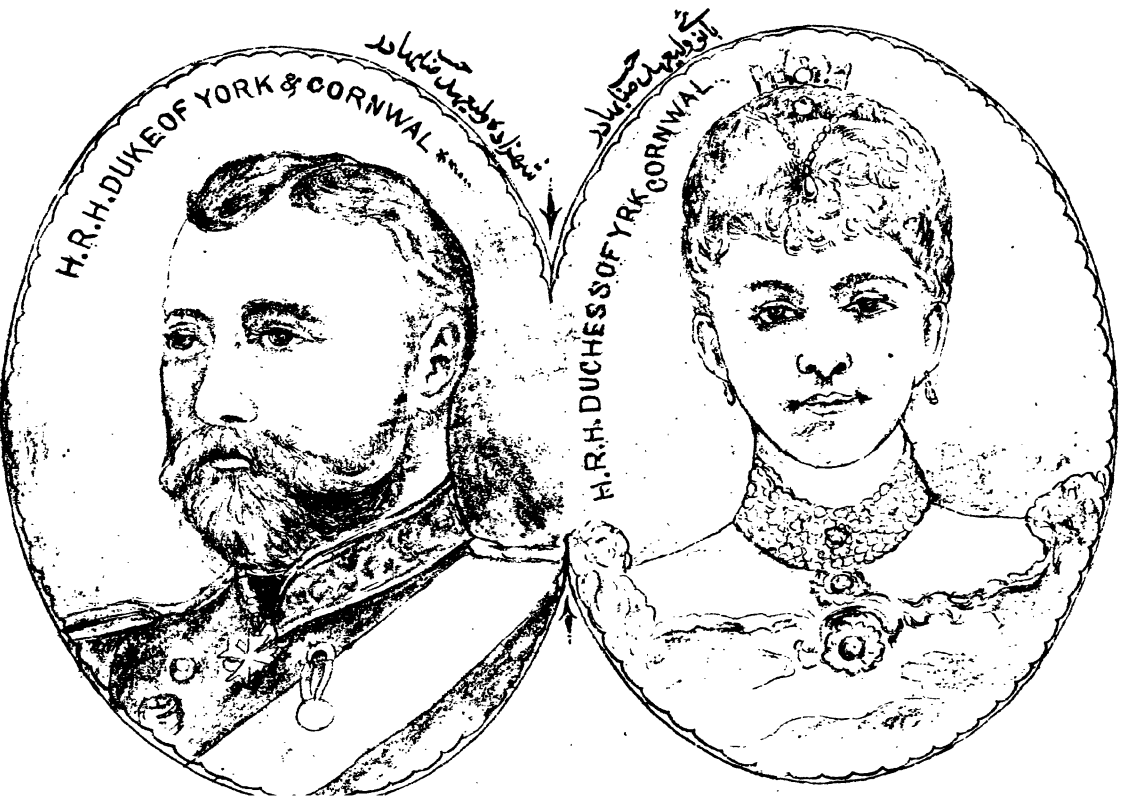
از جانب وائسرائے ہند بخدمت سکرٹری اوف سٹیٹ۔

"میں گورنمنٹ ہند کیطرف سے پیغام مندرجہ ذیل اعلیٰ حضرت بادشاہ والاجاہ

قیصر ہند کے حضور میں پیش کئے جانے کی غرض سے ارسال کرتا ہوں۔ گورنمنٹ ہند کو علیا حضرت ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے انتقال پر ملال کی خبر سُننے سے دلی رنج وافسوس ہوا ہے۔ ہندوستان کے ہر ایک حصّہ سے برابر اس مضمون کی خبریں آرہی ہیں۔ کہ جملہ اقسام اور جملہ مذاہب کے لوگوں کے درمیان دلی رنج وافسوس اور گریہ وزاری پھیلی ہوئی ہے۔ گورنمنٹ اور والیانِ ملک اور رعایا سب کے سب ایک ایسے شہنشاہ کی وفات پر ماتم کرنے میں متفق ہیں۔ جس کی اس ملک میں اس قدر تعظیم وتکریم ہوتی تھی۔ جیسی کہ سابق میں کسی شہنشاہ کی نہیں ہوئی اور جس کی نسبت خیر خواہی محبت کے درجہ کو پہنچ گئی تھی۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اہلِ ہندوستان نے صرف اپنی پیاری ملکہ ہی نہیں کھوئی بلکہ اُن کے سر پر سے ایک مادرِ مہربان کا سایہ اُٹھ گیا۔ تمام فرقوں کیطرف سے ہم جناب کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ آپ حضور شہنشاہ کو اِن خیالاتِ خیر خواہی کا یقین دلادیں۔ اور سلطنتِ برطانیہ کے تخت پر حضور ممدوح کے جلوس فرمانے کی نسبت ہماری مؤدبانہ اطاعت ووفاداری کا اظہار کریں"۔

از جانب سکرٹری آف سٹیٹ بخدمت وائسرائے ہند

"میں اعلیٰ حضرت بادشاہ قیصر ہند کے ارشاد کے بموجب آپکی خدمت میں حسبِ ذیل جواب ارسال کرتا ہوں جو حضور ممدوح نے از راہ عنایت خسروانہ اُس ایڈریس کی نسبت ارشاد فرمایا ہے جو جناب نے گورنمنٹ اور والیانِ ملک اور رعایا کی طرف سے حضور ممدوح کی خدمت میں پیش کئے جانے کیواسطے میرے پاس ارسال فرمایا تھا۔ میں یور اکسلنسی کے پیغام میں اُس محبت اور خیر خواہی کو پاتا ہوں جو ملکہ معظمہ وکٹوریہ قیصرہ ہند نے اپنے عہدِ سلطنت کی دانشمندی اور عدل وانصاف اور رعایا پروری کے فکر کے باعث سے اپنی رعایائے ہند کے


H.R.H. DUKE OF YORK & CORNWAL
H.R.H. DUCHESS OF YRK CORNWAL

تمام قوموں کے دلوں میں پیدا کی تھی - اور جس طرح پر انہوں نے اپنے عام
رنج و افسوس کا اظہار ملکہ معظمہ کی وفات پر کیا ہے - اس کا میرے دل پر بڑا اثر
ہوا ہے - میری خواہش ہے کہ جو اظہار اطاعت و وفاداری میری تخت نشینی پر
کیا گیا ہے اس کی نسبت میرے شکریہ کی اطلاع ہند کے والیان ریاست
اور باشندوں کو دیدیجائے - جن کا ملک میں دیکھ چکا ہوں - اور جنکی وفاداری
پر اپنے تخت کی نسبت مجکو اعتماد کلی ہے - اور جن کی ترقی اور بہبودی کیجانب
مجکو ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی دلچسپی اور فکر رہیگی -

تمت تمام شد

مولف کتاب ہذا کی تالیفات

دربارِ اسلام - اسلام کی مذہبی و تاریخی واقفیت کیلئے ایک جامع اور بالغ کتاب کی ضرورت کو رفع کرنیکے لئے یہ بے نظیر کتاب پہلے درجہ کی تحقیق کے ساتھ طیار ہو رہی ہے مسلک کے تمام حالات حضرت ابراہیم خلیل اللہ - جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین تمام مشہور درباریان اسلام کی مفصل اور محقق سوانح عمریاں - اسلام کی ضرورت - اس کی صداقت قرآن کا منزل من اللہ اور معجز ہونا - اور اسلامی عبادت کی فلاسفی پر محققانہ ریمارک - تمدن معاشرت روحانی اور مذہبی ملکی اور قومی کیفیات غزوات و فتوحات اور قابل فخر کارناموں میں سے کوئی بات چھٹنے نہ پائے گی - مختصر یہ کہ دو سو روپیہ کی کتب قدیم و جدید کا خلاصہ ہوگا تقطیع ۲۰
قیمت جلد اول دو روپیہ حجم ۵۰۰ صفحہ -

یادگارِ سعدی - سعدی علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری - آپکے صوفیانہ مواعظ گلستان و بوستاں کی چیدہ حکایات کا خلاصہ قیمتی نصائح اور مصلحانہ شاعری کا عطر سلیس اردو زبان میں دینی اور روحانی جذبات کا دریا - اخلاق اور دانشمندی کا خزانہ جس کی اہل الرائے نے بیش قیمت ریویو لکھی ہیں اور ہندوستان کے تمام سررشتہ تعلیم نے مدرسوں کی لائبریریوں اور تقسیم انعامات کیلئے منظور فرمایا ہے مبتدی منتہی عالم محکوم - امیر غریب متأہل مجرد سب کے لئے اعلیٰ درجہ کی کارآمد پہلا ایڈیشن ختم ہو کر دوبارہ چھپی ہے حجم ۱۶۰ صفحہ کاغذ ولائتی قیمت بلا محصول عمر ذریعہ وی پی عہ -

یادگارِ وکٹوریہ - اردو زبان میں ملکہ وکٹوریہ کی کامل مفصل سوانح عمری اور انکے عہد سلطنت کی اجمالی تاریخ جس میں خاندان شاہی کی تصاویر بھی دی گئی ہیں قیمت عام عصہ رئیسوں امیروں کے لائق خاص اعلیٰ درجہ کے ولائتی کاغذ پر رنگین تصاویر اور سنہری جلد والی کی قیمت پانچ روپیہ خرچ ویلیو پے ایبل عہ -

مرقع اسلام - اسلام کی کمالی و زوالی اور موجودہ حالت کا دلاویز فوٹو مسدس حالی کی طرز پر قیمت

نشان جملہ کتابوں کیلئے مولف یا مکتبہ ہند سے درخواست کرنی چاہیئے -